مقاماتِ مظہری

تالیف

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ

تحقیق و تعلیق و ترجمہ

محمد اقبال مجددی

ناشر

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، دہلی

Marfat.com

مقاماتِ مظہری

احوال وملفوظات ومکتوبات

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

۱۱۱۱ھ / ۱۷۰۰ء — ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء

تالیف

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ

تحقیق و تعلیق و ترجمہ

محمد اقبال مجددی

ناشر

شاہ ابوالخیر اکاڈمی

2358، درگاہ شاہ ابوالخیر، بازار چتلی قبر، دہلی-6

Marfat.com

© جملہ حقوق محفوظ

کتاب کا نام	:	**مقامات مظہری**
مصنف	:	حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ
مترجم	:	محمد اقبال مجددی
بارِاول	:	۱۴۲۶ھ / 2005ء
تعداد	:	500
صفحات	:	432
مہتمم	:	ابوالنصر انس فاروقی مجددی
کمپوزنگ	:	عاصمہ نورین خاں
ڈیزائننگ	:	گلیکسی کمپیوٹر، دہلی
طابع وناشر	:	حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی
		2358، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر،
		بازار چتلی قبر، دہلی-6
قیمت	:	-/250 روپے

Marfat.com

فہرست

تمہید از ڈاکٹر محمد اقبال مجددی 7

تقریظ از حضرت علامہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی قدس سرہٗ 10

مقدمہ : 11

مقاماتِ مظہری کے نسخوں کے متعلق تفصیلات

حضرت مرزا مظہر کا علمی وادبی سرمایہ

حضرت مرزا صاحب سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

مقامات مظہری (ترجمہ) 19

پہلی فصل :

ذکر طریقۂ نقشبندیہ 22

حواشی 24

دوسری فصل :

سلسلۂ نقشبندیہ، قادریہ و چشتیہ کا بیان 26

حواشی 29

تیسری فصل :

حضرت مظہر کے اربعہ مشائخ کے حالات 30

حضرت سید نور محمد بدایونی 30

حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی 33

حضرت حافظ سعد اللہ 35

حضرت شیخ محمد عابد سنامی 37

حواشی 42

چوتھی فصل :

حضرت مظہر کا سلسلۂ نسب اور ولادت کا بیان 47

حواشی 58

پانچویں فصل :

حضرت مظہر کا حضرت سید نور محمد بدایونی سے استفادہ 66

حواشی 71

چھٹی فصل :

حضرت محمد افضل سیالکوٹی سے استفادہ 73

حواشی 77

ساتویں فصل :

حضرت حافظ سعد اللہؒ سے استفادہ 78

حواشی 81

آٹھویں فصل :

حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ سے استفادہ 83

حواشی 86

نویں فصل :

ان مقدمات کا بیان جو حضرت کو اہل زمانہ سے ممتاز کرتے ہیں 87

حواشی 91

دسویں فصل :

حضرت مظہر کی تاثیر صحبت کا بیان 92

حواشی 96

گیارھویں فصل :

حضرت مظہر کے اوصاف ترک وزہد 97

حواشی 103

محمد بہاؤ الدین زاہد

Marfat.com

بارھویں فصل :

حضرت مظہر کے ملفوظات 104

حواشی 116

تیرھویں فصل :

ان نصائح ہوش افزا کا بیان جو حضرت نے اپنے اصحاب کو کیں 118

حواشی 120

چودھویں فصل :

حضرت کے بعض منامات اور حضرت کی زبانی بعض اولیائے کرام کے احوال 121

حواشی 139

پندرھویں فصل :

حضرت مظہر کے بعض کشوف اور کرامات 144

حواشی 152

سولھویں فصل :

شہادت حضرت مظہر 153

حواشی 160

سترھویں فصل :

احوال خلفائے حضرت مظہر 163

میر مسلمان 164

قاضی ثناءاللہ پانی پتی 165

مولوی فضل اللہ 169

مولوی احمد اللہ 169

شیخ محمد مراد 171

شیخ عبدالرحمن 172

میر علیم اللہ گنگوہی 172

شیخ مراداللہ عرف غلام کاکی 174

شیخ محمد احسان 175

شیخ غلام حسن 178

شیخ محمد منیر 178

مولوی قلندر بخش 179

میر نعیم اللہ 180

مولوی ثناءاللہ سنبھلی 180

میر عبدالباقی 182

خلیفہ محمد جمیل 183

شاہ بھیک سرہندی 183

مولوی عبدالحق 184

شاہ محمد سالم 184

شاہ رحمت اللہ 185

محمد شاہ 186

میر مبین خاں 186

میر محمد معین خان 187

میر علی اصغر عرف میر مکھو 188

محمد حسن عرب 188

محمد قائم کشمیری 189

حافظ محمد 190

مولوی قطب الدین 191

مولوی غلام یحیٰ بہاری 191

مولوی غلام محی الدین 195

مولوی نعیم اللہ بہرائچی 196

Marfat.com

مولوی کلیم اللہ بنگالی 197
میر روح الامین 198
شاہ محمد شفیع 200
محمد واصل و محمد حسین 200
شیخ غلام حسین تھا نیسری 201
مولوی عبدالکریم اور مولوی عبدالحکیم 202
نواب ارشاد خان 203
" غلام مصطفیٰ خان 203
اخون نور محمد قندھاری 204
ملا نسیم 205
ملا عبدالرزاق 205
ملا جلیل 206
ملا عبداللہ 206
ملا تیمور 206
حواشی 207

اٹھارھویں فصل :

مکتوبات حضرت مظہر

پہلا مکتوب

خود نوشت حالات حضرت مظہر 232

دوسرا مکتوب

طریقہ نقشبندیہ کے متوسلین کے احوال پر اعتراض کا جواب 234

تیسرا مکتوب

صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ نسبت کے معنی 236

چوتھا مکتوب

حضوری اور حصولی علم کا بیان 239

پانچواں مکتوب

حضرت مجدد الف ثانی کے معارف پر شبہات کا بیان اور ان کا جواب 241

چھٹا مکتوب :

حضرت مجدد کے نظریات پر اعتراضات کا جواب 242

ساتواں مکتوب :

حضرت مجدد اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی میں سے کس کو افضلیت حاصل ہے 244

آٹھواں مکتوب :

حضرت مجدد کے دو مفاہیم میں انطباق 246

نواں مکتوب :

اس قول کی توضیح کہ جب تک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے کافر فرنگ سے بدتر ہے۔ 247

دسواں مکتوب : 249

اس شبہ کا ازالہ کہ ایک ولی جو شدید مرض میں مبتلا ہوئے لیکن مرض سے شفا کے لیے دعا نہیں کی جبکہ حضرت ایوب علیہ السلام کا دفع مرض کے لیے دعا کرنے سے ولی کے صبر کی پیغمبر کے صبر پر افضلیت لازم آتی ہے

گیارھواں مکتوب :

ذکر جہر اور ذکر خفی کا بیان 251

Marfat.com

بارھواں مکتوب :
سماع کا بیان 253
تیرھواں مکتوب :
مسئلہ جبر و اختیار 255
چودھواں مکتوب :
کفار ہند کے آئین کا بیان 257
پندرھواں مکتوب :
رفع سبابہ کا بیان 260
سولھواں مکتوب :
حدیث کے مطابق عمل کرنا 262
سترھواں مکتوب :
صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ 266
اٹھارھواں مکتوب :
عقیدہ اہل سنت کا اجمالی بیان 268
انیسواں مکتوب :
اس حدیث کا بیان کہ بارہ خلفاء قریش سے ہوں گے 270
بیسواں مکتوب :
حضرت عائشہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملال کا بیان 271
اکیسواں مکتوب :
سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کا التزام اور مرتبہ حضوری و آگاہی کا بیان 274
بائیسواں مکتوب :
طریقہ مجددیہ کے چند درجات کا بیان 276
تیئیسواں مکتوب :
توحید وجودی کا بیان 279
چوبیسواں مکتوب :
انسان کے لطائف عشرہ کا بیان 282
حواشی 286
ضمیمہ اول 308
مختصر حالات حضرت شاہ عبدالغنی 309
حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی 311
نوشتہ شاہ عبدالغنی مجددی
ولادت حضرت شاہ غلام علی 312
ملفوظات 322
مکاشفات والہامات 331
کرامات 335
وصال 342
خلفائے حضرت شاہ غلام علی 345
حواشی 373
ضمیمۂ دوم
حضرت شاہ غلام علی دھلویؒ کا علمی سرمایہ 389
ضمیمۂ سوم
حضرت مظہر کے معاصر سلاطین 392
ضمیمۂ چھارم
اصطلاحات تصوف شامل مقامات مظہری 393
فرہنگ اصطلاحات 395
مخطوطات
عکسیات شامل مقامات مظہری
(تمام عکسیات کتاب کے آخر میں ملاحظہ کریں۔)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

از

(مترجم : محمد اقبال مجددی)

۱۹۶۴ء کے آغاز کی بات ہے جب پہلی مرتبہ مجھے مخدومی مولوی شمس الدین مرحوم (تاجر کتب نادرہ، لاہور) کے ذاتی کتب خانہ میں مقامات مظہری کے طبع اول کا نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ راقم اس وقت ہائی اسکول کا طالب علم تھا، کتاب کی ورق گردانی سے اس کے اعلیٰ مطالب کا ادراک نہ کرسکا۔ لیکن مرحوم کے انتقال ۱۹۶۸ء تک کئی مرتبہ اسے دیکھا اور پڑھا تو اس وقت سے اس کتاب کے صاحب سوانح حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور ہماری معاشرتی تاریخ میں اس شخصیت کا نقش دل و دماغ پر گہرا ہوتا چلا گیا۔

یہاں تک کہ مرحوم کی صحبت کے اثر سے راقم نے سلسلہ نقشبندیہ کی تاریخ اور اس کے افکار واثرات کا وسیع پیمانے پر جائزہ لینا شروع کیا اور اس سلسلے کے بے شمار مآخذ نظر سے گزرے تو اس کتاب کی انفرادیت واہمیت کا اندازہ ہوا۔

۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں اس کا اردو میں ترجمہ شروع کردیا۔ مختلف موانع کی وجہ سے یہ کام کئی مرتبہ رک گیا۔ طویل علالت اور پھر حواشی اور مقدمہ نے بھی بہت وقت لے لیا۔ بحمد للہ اب کام مکمل ہوکر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

Marfat.com

اس سلسلے میں چند امور کی وضاحت کرنا لازم ہے:

۱۔ اس ترجمہ میں ہر ممکن فارسی متن کے مطالب کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۲۔ القاب اور دعائیہ جملوں کو بدلا نہیں گیا۔

۳۔ تصوف کی اکثر اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا، بلکہ آخر میں ان اصطلاحات کی ایک مختصر فرہنگ لگادی گئی ہے۔

۴۔ حواشی کو بیجا طول نہیں دیا گیا اور نہ ہی ان حاشیوں میں بے محل اقتباسات دیے گئے ہیں، بلکہ مطبوعہ مراجع کی فقط نشاندہی کر دی گئی ہے اور غیر مطبوعہ مآخذ کے اقتباسات دیے گئے ہیں۔

۵۔ حواشی میں صرف غیر معروف شخصیات کے نہایت مختصر حالات دیے گئے ہیں۔ مشہور اصحاب کا صرف زمانہ حیات ہی لکھا گیا ہے۔

۶۔ ترجمہ میں قوسین میں صفحات کے نمبر مقامات مظہری فارسی طبع اول کے مطابق ہیں۔

اظہار تشکر:

جن اصحاب نے اس کام میں علمی تعاون اور رہنمائی کی ان کا شکریہ ادا کرنا بھی میرا فرض ہے۔ ان بزرگوں میں خانقاہ حضرت مظہر کے سجادہ نشین حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ (دہلی) جنھوں نے نہ صرف میری درخواست پر اس ترجمہ پر ایک تقریظ لکھی بلکہ کئی مغلق مقامات کو سمجھنے میں بھی تعاون فرمایا۔

کتاب میں شامل احادیث کی تخریج کے سلسلے میں ونسنگ کے معجم سے مدد لینے کے باوجود راقم اصل متون حدیث سے تقابل کے لیے مولانا عبدالحکیم شرف قادری اور مولانا عطاء اللہ حنیف

Marfat.com

بھوجیانی صاحب کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ان حضرات نے بلاتردد تعاون کیا۔

حضرت سید شرافت نوشاہی سے کئی اہم معلومات حاصل ہوئیں۔معروف شاعر جناب نظیر لدھیانوی سے مقامات مظہری میں شامل فارسی اشعار کو سمجھنے میں بہت مدد ملی۔جناب مرزا غلام قادر سے نہ صرف بعض توضیح طلب مقامات کی وضاحت کے سلسلے میں رجوع کیا گیا بلکہ انہوں نے حضرت شیخ اکبر ابن عربی کے اقوال کی تخریج میں خاص رہنمائی فرمائی۔اسی طرح دوست عزیز جناب اکرام چغتائی نے اس سلسلے کے کئی یورپین مآخذ سے مطلع کیا۔اردو زبان وادب کے معروف محقق جناب مشفق خواجہ کے کتب خانہ سے کئی نادر خطی تذکروں کے روٹوگراف سے استفادہ کیا۔ڈاکٹر اختر امرتسری صاحب کے کتب خانہ سے کئی اہم کتابیں ملیں۔

مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور جناب ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے علمی تعاون اور مسلسل حوصلہ افزائی نے مہمیز کا کام کیا۔

مرکزی اردو بورڈ کے مہتمم طباعت جناب فضل قادر فضلی کی فنی مہارت اور مثالی محنت سے یہ کتاب جدید ترین زیور طباعت سے آراستہ ہوئی اور عزیز دوست جناب محمد عالم مختار حق کی دقیق پروف ریڈنگ نے اسے بہت حد تک اغلاط سے پاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ان معاون اصحاب کو جزائے خیر دے، آمین!

محمد اقبال مجددی

دار المورخین۔لاہور   ۱۵ر جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

۲۱ر اپریل ۱۹۸۱ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از

حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی، سجادہ نشین درگاہ حضرت مظہر، دہلی

الحمد للہ و الصلوۃ علی رسولہ آلہ اصحابہ

''مقامات مظہری'' حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ کی تالیف ہے، یہ مبارک اور مستند کتاب فارسی میں ہے۔ایک عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہوجائے، اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے اس کام کی توفیق جناب محمد اقبال صاحب مجددی کو دی۔آپ گورنمنٹ ایم، اے، او، کالج، لاہور میں تاریخ کے لکچرار ہیں۔آپ نے صرف ترجمہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ مفید حواشی اور مقدمہ لکھ کر کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اجر کثیر دے۔

جہاں میں تو کار نکوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

ابوالحسن زید فاروقی دہلوی

حال وارد لاہور

دوشنبہ ۳ر ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ

۱۳ر اکتوبر ۱۹۸۰ء

Marfat.com

بسمہٖ تعالیٰ

مقـــدمـــہ

(ازقلم : انس ابوالنصر فاروقی مجددی)

یہ مبارک کتاب مقتدائے وقت، عارف کامل، فرد یگانہ شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مستند سوانح ہے۔ اسکے مولف حضرت مرزا جانِ جاناں کے خلیفۂ اکمل و جانشین قطب الارشاد حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس کتاب سے حضرت مرزا صاحب کے حالات زندگی، احوال و مقامات، ذکر خلفا اور کچھ ملفوظات و مکتوبات کے متعلق خاطر خواہ معلومات فراہم ہوتی ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔ مولف حضرت شاہ غلام علیؒ نے اس کتاب میں معمولاتِ مظہری و بشارات مظہری سے کافی مدد لی ہے۔ بعد الذکر دونوں تصانیف حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی خلیفۂ حضرت مرزا مظہرؒ کی ہیں۔ شاہ نعیم اللہ صاحب آخری سالوں میں حضرت مرزا صاحب کی صحبت میں رہے تھے۔ اجازت و خلافت حاصل کر کے اپنے وطن بہرائچ کو مرخص ہوئے تھے۔ انھیں ایام میں آپ نے (شاہ نعیم اللہؒ نے) اپنے شیخ کے احوال قلم بند کرنے شروع کر دیئے تھے۔ حضرت شاہ غلام علیؒ اپنے شیخ حضرت مرزاؒ مظہر کی حیات کے آخری سترہ سال صحبت نشین رہے۔ ضروری خدمات آپ انجام دیتے تھے۔ سلوک نقشبندیہ مجددیہ انتہائی مقامات تک طے کیے اور اجازتِ مطلقہ حاصل کی۔ بعد میں باتفاق دیگر خلفا حضرت مرزا صاحب کے جانشین ہوئے۔ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد مسند مشیخت کو اگلے پینتالیس سال تک رونق بخشی۔ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو خوب عروج عرب وعجم میں حاصل ہوا۔

حضرت شاہ غلام علی نے اپنی اس کتاب کا کہیں نام نہیں لکھا تھا۔ یہ کتاب فارسی میں سب سے

Marfat.com

پہلے مطبع احمدی، دھلی ۱۲۶۹ھ میں طبع ہوئی۔ اسکے سرورق پر یہ سرخی تھی۔ ''رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس اللہ سرّہ'' اس مطبع کے مالک عبدالرحمن خان نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ (محدث دار الہجرۃ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) سے ایک ضمیمہ لکھوا کر اس کتاب کے ساتھ طبع کرایا تھا۔ یہ ضمیمہ حضرت شاہ غلام علی دھلوی کے حالات و مقامات و ذکر خلفا پر مشتمل ہے۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب نے عاجزی وانکساری کے طور پر اپنا تذکرہ اس کتاب میں نہیں کیا تھا، جب دوسری مرتبہ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء میں مطبع مجتبائی دہلی سے یہی رسالہ شریفہ ''مقاماتِ مظہری'' مولوی عبدالاحد (مالک مطبع) نے چھپوایا تو اسکے ٹائٹل پر لکھا ''لطائف خمسہ معروف بہ مقاماتِ مظہری'' اسکے بعد سے تمام تذکرہ نویسوں نے اس کا حوالہ ''مقامات مظہری'' کے نام سے دینا شروع کیا۔ مقامات مظہری کا اردو ترجمہ سب سے پہلے ملک فضل الدین (مالک اللہ والے کی قومی دوکان) لاہور نے ''لطائف خمسہ موسوم بہ مقامات مظہری'' کے نام سے شائع کیا تھا۔ کسی مترجم کا نام نہیں تھا۔ اندازاً ۱۹۳۰ء میں ترجمہ ہوا تھا۔ اس میں کافی غلطیاں تھیں۔

مقامات مظہری'' کا یہ مترجم نسخہ جو اب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے، ڈاکٹر محمد اقبال مجددی کا ترجمہ کیا ہوا ہے۔ آپ گورنمنٹ ایم۔اے۔او کالج لاہور میں تاریخ کے لکچرار ہیں۔ آپ نے ترجمہ کے ساتھ طویل مقدمہ اور مفید حواشی بھی دیئے۔ مقدمہ میں حضرت مرزا صاحب سے ماقبل اور آپ کے دور کے سیاسی، معاشی و مذہبی حالات پر تبصرہ کیا ہے۔ مصلحین صوفیہ کی اصلاح آمیز مساعی کو واضح کیا ہے اور اسکے علاوہ حضرت مرزا صاحب کی نثری تحریرات و شعر گوئی کا تذکرہ دیگر ذرائع و مکاتیب کی مدد سے کیا ہے۔ ہم نے اپنے اس ایڈیشن میں اصلی متن (مقامات مظہری) کو اور ضروری حواشی جو متن کو سمجھنے میں مدد دیں اُنکو لیا ہے اور اپنے اس مقدمہ میں حضرت مرزا صاحب کی علمی و ادبی مراتب کی تفصیلات تحریر کی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کا علمی پیرایہ نہایت بلند تھا۔ اگر چہ آپ کی مشغولیت طالبان خدا کی تعلیم و تربیت اور منازل سلوک طے کرانے میں رہی۔ اسکے باوجود مطالعہ کتب میں آپ مصروف رہا

Marfat.com

کرتے تھے۔ مختصر تحریرات اور مکتوبات آپ کا علمی سرمایہ ہیں۔ اسکے علاوہ شعر گوئی میں ملکۂ راسخ رکھتے تھے۔ اس فن میں بھی آپ کو استاذوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ فارسی کلام کثرت سے ہے اور اردو کلام مختصر ہے۔ اب تک جو علمی وادبی سرمایہ آپ سے منسوب ملا ہے وہ یہ ہے:۔

(1) دیوان مظہر (فارسی)

(2) خریطہ جواہر (فارسی کے معروف اور غیر معروف شعراء کے کلام کا انتخاب)

(3) مکاتیب، شریفہ کے مختلف مجموعے

(4) مجموعہ اردو اشعار

(5) متفرق اور مختصر نثری تحریرات

(6) ملفوظات

دیوانِ مظہر:۔ آپ کے فارسی دیوان کے دو مجموعے مرتب ہوئے تھے۔ پہلا دیوان آپ کے ایک مخلص نے ۱۱۵۰ھ میں مرتب کیا تھا، جس پر خود حضرت مرزا جان جاناںؒ نے دیباچہ لکھا تھا۔ اس مختصر دیوان کا ذکر ''میر تقی میر'' نے نکات الشعراء میں کیا ہے۔ مگر یہ مجموعہ حضرت مرزا صاحب کی حیات ہی میں غفلت کا شکار ہو کر غیر معتبر ہوا۔ چنانچہ ۱۱۷۰ھ میں حضرت مرزا صاحب کی ایما پر دوسرے دیوان کی ترتیب کے لیے از سرِ نو کوشش کی گئی اور چنندہ ایک ہزار اشعار کا انتخاب کیا اور باقی نظر انداز کر دیے گئے۔ دیوان اوّل کے اشعار دوسرے دیوان میں شامل کر دیے گئے تھے۔ اسی دیوانِ ثانی میں حضرت مرزا صاحب کی خود نوشتہ تحریر میں یہ تمام تر معلومات موجود ہیں۔ دیوان اوّل کا کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ بقول ڈاکٹر محمد اقبال مجددی کے ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔ دیوان ثانی پہلی مرتبہ ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں مطبع مصطفائی کانپور سے طبع ہوا تھا۔ مطبع کے مالک محمد عبدالرحمٰن بن حاجی محمد روشن خان نے دیوان حضرت مظہر (دیوان ثانی) مع خریطۂ جواہر کا وہ خطی نسخہ جو حضرت شاہ غلام علیؒ کے استعمال میں رہتا تھا، خانقاہ مظہریہ مجددیہ دہلی کے سجادہ نشیناں حضرت شاہ احمد سعید و حضرت شاہ عبدالغنی مجددی صاحبان سے لے کر طبع کرایا تھا۔ چنانچہ دیوان حضرت مرزا

Marfat.com

مظہر اور خریطۂ جواہر کا وہ مستند ترین مطبوعہ نسخہ تھا۔ اسکے بعد میں بھی کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

اُردو دیوان: حضرت مرزا صاحب کا اردو کلام کتابی صورت میں مرتب نہیں ہوا تھا۔ دورِ حاضر کے اردو زبان وادب کے محققین ڈاکٹر خلیق انجم اور عبدالرزاق قریشی نے اردو شعراء کے مختلف تذکروں اور خطی بیاضوں میں سے آپ کا اردو کلام ترتیب دیا تھا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے ۱۹۶۱ء میں ''مرزا جان جاناں' ان کا عہد اور شاعری'' کے نام سے دہلی یونیورسٹی میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے تیار کیا تھا مگر طبع نہیں ہوا تھا۔ عبدالرزاق قریشی نے بھی ۱۹۶۱ء میں آپ کا اردو کلام جمع کیا تھا۔ اس پر ایک عمدہ مقدمہ بھی لکھا۔ یہ مجموعہ ادبی پبلیشرز ممبئی سے ۱۹۶۱ء میں طبع ہوا تھا۔ پھر بعد میں دارالمصنفین اعظم گڑھ نے بھی شائع کیا۔

خریطۂ جواہر: قدیم دور سے بیاض رکھنے کا عام دستور تھا۔ جن میں صاحب ذوق افراد اپنی پسند کے اشعار نقل کر لیا کرتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی ایک فارسی بیاض تیار کی تھی جس کا نام خریطۂ جواہر ہے۔ یہ بیاض بھی کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اس میں غیر معروف شعراء کا کلام زیادہ ہے۔

مکاتیب حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ: حضرت مرزا صاحب کے کچھ مکاتیب شریفہ آپ کی حیات میں ہی جمع کیے گئے تھے۔ کتاب مقامات مظہری میں ۲۴ خطوط حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے شامل کیے ہیں۔ ان میں زیادہ تر مذہبی مسائل، رموز تصوف اور سلوک کی تعلیمات پائی جاتی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے مکاتیب کا سب سے قدیم مجموعہ ۶۳ خطوط پر مشتمل ہے جو مطبع فتح الاخبار، علی گڑھ سے ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں طبع ہوا تھا۔ یہ مجموعہ حضرت مرزا صاحب کے مشہور ومعروف خلیفہ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کیا ہوا تھا۔

دوسرا مجموعہ ۸۹ خطوط کا کلماتِ طیبات کے نام سے طبع ہوا۔ اسکو ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی مرید حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ نے مرتب کیا تھا۔ یہ مطبع مطلع العلوم، مراد آباد سے ۱۳۰۳ھ پھر ۱۳۰۸ھ میں چھپا اسکے بعد مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوا۔ اور پھر کچھ سال قبل ترکیہ سے بھی طبع ہوا۔

Marfat.com

ایک مجموعہ عبدالرزاق قریشی مرحوم نے مرتب کیا تھا۔اس میں ۱۴۷ خطوط ہیں۔زیادہ تر خطوط حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے نام ہیں۔حضرت قاضی صاحب ان خطوط کو ایک خریطہ'' میں بحفاظت رکھا کرتے تھے۔یہ خریطہ ۱۹۳۶ء میں عاجز کے جدامجد حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی قدس سرہ،کو مولوی محفوظ اللہ (از اولا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ) سے ملا تھا۔عبدالرزاق قریشی کو یہ تمام خطوط (عکسی) حضرت زید سے ملے تھے۔جن کو انھوں نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔اس نسخہ کے ساتھ انھوں نے حضرت مرزا صاحب کی دو غیر مطبوعہ فارسی تحریرات ''تنبیہات الخمسہ'' اور'' سلوک طریقہ'' بھی شامل کردی ہیں۔

مکاتیب حضرت مرزا مظہرؒ کا آخری مجموعہ ڈاکٹر،غلام مصطفیٰ خاں مدظلہ ساکن حیدرآباد سندھ کا مرتب کیا ہوا ہے۔اس میں دوسو خطوط ہے۔پہلے باب کے ابتدائی دس خطوط حضرت مرزا صاحب کے ہیں اور بقیہ خطوط حضرت مرزا صاحب کے نام ہیں،اس کے علاوہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ سے وابستہ دیگر افراد کی آپس کی خط وکتابت سے متعلق ہیں اس مجموعہ کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے ''لوائح خانقاہِ مظہریہ'' کے تاریخی نام سے ۱۹۷۲ء میں مرتب کیا اور ۱۹۷۵ء میں حیدرآباد سندھ سے شائع کیا۔

مکتوبات کا پہلا اردو ایڈیشن ڈاکٹر خلیق انجم نے کیا تھا۔اس میں پہلے ۸۸ خطوط'' کلماتِ طیبات'' اور'' رقعات کرامت'' میں سے ہیں۔بقیہ تین مکتوبات دیگر ذرائع سے حاصل کر کے ترجمہ کیے ہیں۔مکتوبات کے علاوہ حضرت مظہرؒ کی نثری تحریرات یعنی دیباچہ دیوان فارسی،خودنوشت حالات حضرت مظہر شامل سرو آزاد،تقریظ حضرت مظہر بررسالہ کلمات الحق اور آپ کے وصیت نامہ کے اردو ترجمے بھی اس مجموعہ کے آخر میں شامل ہیں۔ان تمام تحریرات کے فارسی متن اس سے قبل شائع ہوچکے ہیں۔یہ مجموعہ ۱۹۶۲ء میں'' مرزا جان جاناں کے خطوط'' کے نام سے مکتبہ برہان دہلی سے شائع ہوا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی متفرق نثری تحریرات: حضرت مرزا صاحب کے مکتوبات کے علاوہ چند نثری تحریرات بھی ہیں۔تمام تر فارسی میں ہیں۔جو تحریرات اب تک معلوم ہوچکی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

Marfat.com

(1) خودنوشت حالات	: سن تالیف (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) شعراء فارسی کے تذکرہ سفینۂ خوش گو میں شامل ہے۔
(2) خودنوشت احوال	: سن تالیف (۱۱۶۶ھ/۱۷۵۲ء) یہ مولانا آزاد بلگرامی کے تذکرۂ سروآزاد میں محفوظ ہے
(3) دیوان فارسی کا دیباچہ	: سن تالیف (۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء) یہ دیوان فارسی کے مطبوعہ نسخوں میں شامل ہے۔
(4) تفریظ بر رسالہ کلمات الحق	: سن تالیف (۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء) یہ تحریر آپ نے معروف عالِم اور اپنے خلیفہ مولانا غلام یحیٰ بہاریؒ کے رسالہ ''کلمات الحق'' کے لیے لکھی تھی
(5) وصیت نامہ	: سن تالیف (۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء) یہ تحریر آپ کی شہادت سے کچھ قبل کی ہے۔ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی نے معمولات مظہریہ میں اسکو شامل کیا ہے۔ یہ وصیت نامہ آپ نے شاہ نعیم اللہ بہرائچی کو تحریر فرمایا تھا
(6) تنبیہات الخمسہ	: یہ تحریر بشارات مظہریہ میں محفوظ ہے جس میں حقیقت اہلِ سنت اور ردّ شیعہ کے سلسلہ میں آپ نے پانچ تنبیہات کے تحت دلائل دیے ہیں۔
(7) سلوک طریقہ	: یہ تحریر دراصل ایک مکتوب ہے۔ جو حضرت شیخ عبدالاحد وحدت مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کے لیے لکھا گیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اسکو مستقل تحریر شمار کیا ہے یہ مکتوب مقامات مظہری میں شامل مکتوبات کے آخر میں موجود ہے۔

Marfat.com

(8) لبّ الاسرار　　: سن تالیف ۱۱۹۱ھ۔ اس نام سے ایک فارسی نثری رسالہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ہے۔

ملفوظات حضرت مرزا مظہرؒ: حضرت مرزا صاحب کے ملفوظاتِ مبارکہ آپ کے سوانحات میں شامل ہیں۔ آپ کے خلفا میں سے حضرت شاہ غلام علی دھلوی اور حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی رحمتہ اللہ علیہما نے اپنی اپنی تصانیف میں ایک الگ فصل آپ کے ''ملفوظات گرامی'' کے لیے رکھی ہے۔ الگ سے کوئی کتابی مجموعہ آپ کے ملفوظات کا مرتب نہیں ہوا ہے۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں قُدِس سرّہ کے متعلق بعض غلط فہمیوں کا ازالہ:

حضرت مرزا صاحب کی اس سوانح سے آپ کے افکار وعقائد کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ آپ کے مکاتیب یا تحریرات پڑھیں جائیں تو یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ آپ کا علمی پایہ نہایت بلند تھا اور اور بلند معیار تحقیق رکھتے تھے۔ آپ علوم عقلیہ اور نقلیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آزاد خیالی حضرت مرزا صاحب کی طبیعت میں بالکل نہیں تھی۔ اہل ہنود کی مذہبی کتب ''وید'' گہری نظر سے آپ نے مطالعہ فرمائی تھی۔ اُسکے عقائد واحکامات کو اسلامی عقائد واحکامات کی کسوٹی پر پرکھا چند امور میں اصطلاحی فرق جانا۔ چنانچہ اس تحقیق کو جدید دور کے وحدتِ ادیان کے قائل تذکرہ نگاروں نے اپنے خیالات سے ہم آہنگ کر کے پیش کیا۔ جو سراسر نامناسب ہے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک دین اسلام کا اختلاط دوسرے مذاہب سے قطعاً نہیں ہوسکتا۔ دین اسلام کے احکامات جو ہم کو اب قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچے ہیں وہ تمام پچھلے ادیان واحکامات کے ناسخ ہیں یعنی مٹانے والے ہیں۔ اسکے علاوہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی جن اصولوں پر گزری اور جن اصولوں پر آپ نے اپنے اہلیان طریقہ کی تعلیم وتربیت فرمائی وہ اصول وعقائد اہل سنت وجماعت کے تھے۔

اسی طرح سے دوسرا غلط نظریہ شعراء کے تذکروں میں حضرت مرزا صاحب کی حسن دوستی اور عشقِ حقیقی کی کیفیات سے متعلق ملتا ہے۔ ان تذکرہ نگاروں نے آپ کی نفاست پسندی، لطافت

Marfat.com

طبع اور حسن دوستی کو عشق مجازی کی حدود میں ہی بند جانا۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب کا خود اپنی ان کیفیات کا ذکر کرنا اور انکے خلفاء کا اسکو نقل کر کے تحریر کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تمام تر کیفیات آپ کے عشق حقیقی سے متعلق تھیں اور آپ کی حسن دوستی نامناسب بشری تقاضاجات سے پاک وصاف تھی۔

الحمد اللہ آپ کی پاک دامنی، اعلی اخلاق واوصاف اور علمی وعملی بلندی کے سب قائل ہیں۔ آپ سے بڑی تعداد میں عوام وخواص نے علمی وروحانی فیوضیات حاصل کیے تھے۔ اور آج بھی آپ کے خلفاء در خلفاء سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کا فیض خوب جاری وساری ہے۔ اس سلسلہ عالیہ کی مختلف شاخوں میں مایہ ناز شخصیتیں گذشتہ ڈھائی سو سال میں ظاہر ہوئیں۔ جن کی صحبت سے دور دراز کے لوگ فیضیاب ہو کر ذکر الہی میں خلوص کے ساتھ مشغول ہوئے۔ حقیقت میں مشائخ کرام سے وابستگی کا مقصد دنیا میں باطنی طور پر یاد الہی میں مشغول ہونا اور ظاہری طور پر شریعت کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ اچھے احوال اور درست اعتقاد کے ساتھ اس دار فانی سے رخصت ہونے کی سعادت حاصل ہو سکے۔ جو اخروی معاملات کی آسانی اور معبود حقیقی کی رضا ومحبت سے حصہ ملنے کا پختہ سبب ہے۔

اللہ رب العزت کا بے پناہ احسان ہے جس نے اس عاجز کو یہ چند سطور لکھنے کی توفیق بخشی اور اس بلند پایہ کتاب کو اہلیان طریقہ کی بے حد طلب پر دہلی وبیرون دہلی میں منظر عام پر لانے کی سعادت عطا کی۔

والحمد للہ اوّلا واخراً ولصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم

وعلی واصحابہ اجمعین۔

خاک پائے اولیائے کرام

انس ابوالنصر فاروقی مجددی

خانقاہ مظہریہ مجددیہ

المروف بہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ، دہلی

محرم الحرام ۱۴۲۶ھ/فروری ۲۰۰۵ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقامات مظہری

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد و علىٰ آله و اصحابه اجمعين اما بعد فقير عبد الله معروف به غلام على عفى عنه کہتا ہے یہ رسالہ، صاحب کمالات و معارف دستگاہ حضرت مولوی نعیم اللہ کی کتاب مستطاب کا ملخص و انتخاب ہے جوانہوں نے سیدنا و مرشدنا مطلع انوار الطریقۃ منبع اسرار الحقیقۃ مقتداء ارباب یقین و عرفان شمس الدین حبیب اللہ حضرت مرزا جانِ جاناں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے خلفاء کے حالات پر لکھ کر مخلصین کے دل اور آنکھوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مطالب اس رسالہ میں شامل کئے ہیں اور ان کے علاوہ بھی جو کچھ یاد تھا، اس میں اضافہ کیا ہے۔ تاکہ یہ میرے لئے سعادت کا سرمایہ بن سکے۔ واللہ ولی التوفیق.......... مجھے اس رسالہ کی تالیف میں تردد تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان اوراق کا لکھنا آنحضرت (مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) کی مرضی کے خلاف ہو لیکن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت (مرزا مظہر) میرے مکان میں تشریف لائے ہیں اور (کتاب مذکور کے مصنف) مولوی نعیم اللہ بھی حاضر ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہم تمہیں اس رسالہ کی تحریر کی اجازت دیتے ہیں اور دعائے خیر کرتے ہیں۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ آنحضرت نے مجھے اس رسالہ کی تالیف کی اجازت دے دی ہے۔ اس (خواب) سے میرا تردد اطمینان قلب میں بدل گیا۔ اور امید ہے کہ میرا یہ عمل قبول ہوگا "ما قل و كفى خير مما كثر و الهى" (یعنی جو چیز تھوڑی اور کافی ہو وہ اس چیز سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور لہو ولعب میں مبتلا کرے)۔

Marfat.com

یہ رسالہ اٹھارہ فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل : ذکر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ۔

دوسری فصل : سلسلہ نقشبندیہ وقادریہ وچشتیہ کا بیان۔

تیسری فصل : حضرت ایشان (مظہر) کے چاروں مشائخ یعنی سید السادات سید نور محمد بدایونی، حضرت حاجی محمد افضل، حضرت حافظ سعد اللہ اور حضرت شیخ الشیوخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہم کے احوال۔

چوتھی فصل : حضرت (مظہر) کے سلسلہ نسب اور ولادت وغیرہ کا بیان

پانچویں فصل : حضرت مرزا مظہر کا حضرت نور محمد بدایونی سے استفادہ۔

چھٹی فصل : حضرت (مظہر) کا حضرت حاجی محمد افضل سے استفادہ۔

ساتویں فصل : حضرت مظہر کا حضرت حافظ سعد اللہ سے استفادہ۔

آٹھویں فصل : حضرت مظہر کا شیخ الشیوخ محمد عابد سے استفادہ۔

نویں فصل : ان مقدمات کا بیان جو حضرت مظہر کو اہل زمانہ سے ممتاز کرتے ہیں۔

دسویں فصل : حضرت کی صحبت شریف کی تاثیر کا بیان۔

گیارہویں فصل : حضرت کے اوصاف، ترک وزہد کا بیان۔

بارہویں فصل : حضرت مظہر کے ملفوظات۔

تیرہویں فصل : ان نصائح ہوش افزا کا بیان جو حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمائے۔

Marfat.com

مقامات مظہری

چودھویں فصل : حضرت کے بعض مقامات اور حضرت کی زبانی بعض اولیائے کرام کے احوال۔

پندرہویں فصل : حضرت کے بعض مکشوفات وتصرفات۔

سولھویں فصل : حضرت کا عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال (وفات)

سترھویں فصل : احوال خلفائے حضرت مظہر۔

اٹھارھویں فصل : حضرت کے بعض مکاتیب شریفہ۔

Marfat.com

پہلی فصل

ذکر طریقہ نقشبندیہ

یہ مخفی نہیں ہے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ دائمی توجہ قلب، مبدء فیاض، نفلی عبادات میں اعتدال و مالوفات کے ترک کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے سے عبارت ہے۔ اور اپنے اوقات ان اورادو وظائف میں صرف کئے جائیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ اس طریقہ میں توبہ سے لے کر مقام رضا با جمال تک تمام مقامات سلوک کا معمول ہے۔ اور اس کا ماحاصل ذات الٰہی کا دائمی حضور اوانجذاب جسمانی و روحانی اور ذوق وشوق اور جمیعت قلبی کا حصول ہے۔ اس حدیث شریف الاحسان ان تعبد الله کانک تراه (۱) کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، کے مصداق اس طریقہ والے اپنے مشہود کا استغراق شامل حال رکھتے ہیں۔ بعض سکر، مستی اور جذبات قلبی سے مغلوب ہوتے ہیں۔ اور بعض پر اسرار توحید منکشف ہوتے ہیں۔ اور ان عزیزان کے تصرفات، القاء ذکر، اطمینان قلب اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچانے اور بذریعہ دعا مشکلات کے حل کرنے میں ہمت سے کام لینے کے لئے مکمل شہرت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی عنایت سے مذکورہ مقامات ومدارج کے علاوہ بھی دیگر مقامات عطا فرمائے ہیں۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام کے حالات اور علوم جدا گانہ سے مشرف فرمایا ہے۔ آپ کے طریقہ علیہ کے متوسلین ان حالات و کیفیات کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ مگر اس طریقہ کہ سارے معتقدین کو ان مقامات تک رسائی نہیں ہوئی، (جو حضرت

Marfat.com

مجددالف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو نصیب ہوئے) مگر جو کوئی بھی ان حالات و واردات تک پہنچا وہ خوش رہا۔ اس طرح اس خاندان والوں کے حالات و تاثیرات میں نمایاں فرق ہے۔ لیکن یہ سب قدیم مروجہ اذکار و اشغال سلسلہ نقشبندیہ پر کاربند ہیں۔ مقام قلب میں استغراق، بے خودی، سکر اور جذبات محبت الٰہیہ سے سرشار ہیں اور حضرت مجددالف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے جن مقامات پر ولایت کی تعبیر فرمائی ہے (اس طریقہ کے پیرو) طرح طرح کے باطنی کیفیات سے اپنے آپ کو محظوظ کرتے ہیں۔ اور آپ نے جن کمالات وحقائق کی لطافت و نیرنگی بیان فرمائی ہے ادراک ان کے احاطہ سے عاجز ہے۔ مگر استغراق بے خطرگی اور توجہ دائمی سے عبارت ہے۔ بلکہ مقصود کی طرف توجہ کرنے سے بے شعوری ہے جو سکر کی کیفیات کے بغیر ان مقامات کے واصلین کو حاصل ہوتی ہے اور باطن کے لئے صفاء واطمینان لازم ہے۔

جس شخص کو علم اور کشف عطا ہوتے ہیں وہ اپنے مقامات کی سیر میں تجلیات الٰہیہ کو ہر وقت عیاں دیکھتا ہے۔ اور توحید کے اسرار (۲) طریقہ نقشبندیہ میں کم ظاہر ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ العزیز کو اس طریقہ کی نسبت دو (۳) طرح سے ملی ہے۔ پہلی اپنے آبائے کرام سے جس کا مقتضا اسرار توحید کا اظہار ہے اور دوسری خاندان نقشبندیہ سے جو کمال تقویٰ اور شرع سے منور ہے۔ اور حضرت باقی اللہ رحمتہ اللہ علیہ ان دونوں نسبتوں کے مجمع البحرین (۴) تھے۔ حضرت مجددالف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ان دونوں نسبتوں کے حاصل کرنے کے بعد سلوک نقشبندیہ اختیار فرمایا۔ اس نسبت عزیز میں قدم کی لغزش پیش آتی ہے۔ جس نے مقام قلب میں تمکن وثبات پیدا کر کے ترقی نہیں کی لیکن علوم توحید اور سکر کے غلبات سے اس کی توجہ موثر اور شوق افزا ہوتی ہے۔ اور توحید کے معنی دل کو غیر سے ہٹا کر اللہ کی طرف لگانے کے ہیں جو اس خاندان کے اکابر کو حاصل ہوتی ہے۔

خوارق عادات کے ظہور کے لیے شدید مجاہدات لازم ہیں۔ سخت ریاضت کے بغیر دنیا میں تصرفات کا ظہور شاذ ونادر ہی ہوتا ہے۔ اور کوئی کرامت دوام ذکر قلبی توجہ الی اللہ، تہذیب اخلاق اور سنت حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے بڑھ کر نہیں ہے (۵)۔ الحمد اللہ اس طریقہ کے متوسلین کو یہ

Marfat.com

سعادت حاصل ہے۔اس کتاب میں جہاں کہیں یہ لکھا جائے گا کہ فلاں کو یہ مقامات عالیہ اور انتہائے سلوک حاصل ہے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ وہ ان مقامات کی کیفیات، حالات اور واردات سے بھی مشرف ہے۔اور اسے علم باللہ ہمیشہ حاصل ہے اور سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہے:

محال است سعدیؔ کہ راہ صفا

تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

(ترجمہ :اے سعدی حضرت مصطفیٰ ﷺ کے نشانِ قدم پر چلے بغیر راہِ صفا طے نہ ہوگی۔)

ہمارے حضرت (مظہر جان جانان) نے کسب کمال اور تکمیل خاندان نقشبندیہ کے اکابر سے کی۔اور اس طریقہ کے اذکار کا شغل اختیار فرمایا۔اور طالبوں کو بھی اس طریقہ کے اکابر کے آداب و نسبت علیہ کے مطابق تربیت دیتے تھے۔

ہمارے حضرت کو سلسلہ قادری، چشتی اور سہروردی کی بھی اجازت حاصل تھی۔اور فیض بھی پایا تھا۔بعض اکابر کو خاندان قادری اور چشتی میں بیعت کر کے شجرہ بھی عنایت کرتے تھے۔لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے حضرت نے طریقہ سہروردیہ کی اجازت بھی کسی کو دی تھی یا نہیں کیونکہ اس طریقہ کے طالب اس دیار میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

اب میں ان تینوں سلاسل کے بزرگوں کے اسمائے گرامی لکھتا ہوں۔

حواشی

ا۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر۔ا/۱۱۴ باب ۳۷ دار المعرفت، بیروت۔
متن مقامات مظہری میں ''تعبد ربک'' ہے۔دیگر متون حدیث صحیح مسلم (ایمان ۵۷)، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند امام احمد حنبل میں بھی یہ حدیث اسی طرح ہے۔

Marfat.com

۲۔ اسرار توحید سے وحدت الوجود کے اسرار و رموز مراد ہیں۔

۳۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (ف ۸۲۲ھ / ۱۴۲۰ء) کے اجداد میں سے بعض افراد کا تعلق سلسلہ سہروردیہ سے بھی تھا۔ ان کے آبائے کرام کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: علی کاشفی: رشحات، ص ۲۰۷۔۲۲۰۔

۴۔ حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ) پر ابتداء میں توحید وجودی اور عمر مبارک کے آخری حصہ میں توحید شہودی کا انکشاف ہوا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کا اس سلسلے میں ایک اہم قول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبانی نقل کیا ہے:

''حضرت خواجہ ما قدس اللہ تعالیٰ سرہ چندگاہ مشرب توحید وجودی داشتند و در رسائل و مکتوبات خود آن را اظہاری فرمودند اما آخر کار حق سبحانہ وتعالیٰ بکمال عنایت خویش اُز آن مقام ترقی ارزانی فرمودہ بہ شاہراہ انداختہ از ضیق این معرفت خلاصی داد میاں عبد الحق کہ یکے از مخلصان ایشا نند نقل کردند کہ پیش از مرض موت ایشان بیک ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا بہ عین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست تنگ' شاہراہ دیگر است'' (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی' دفتر اول حصہ دوم ۴۳/۹)۔

۵۔ طریقہ نقشبندیہ کی تاریخ، اس کے اصول وضوابط اور مختلف شاخوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جامی: رسالہ در طریقہ خواجگان مرتبہ عبدالحی حبیبی۔ کابل ۱۳۴۳ش، کاشفی: رشحات، لاری: تکملہ نفحات الانس، وصایا، خواجہ عبدالخالق غجدوانی، رسالہ قدسیہ، فصل الخطاب، تحقیقات (ہر سہ تالیفات خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ)، اربع انہار از شاہ احمد سعید، ہدایۃ الطالبین از شاہ ابوسعید، القول الجمیل از شاہ ولی اللہ، ہشت شرائط نقشبندیہ از ملا حسین خباز، قطب الارشاد از شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری، ایضاح الطریقہ از شاہ غلام علی دہلوی۔

Marfat.com

دوسری فصل

سلسلہ نقشبندیہ کا بیان

حضرت (مظہر جان جانان) نے طریقہ نقشبندیہ (کا فیض) حضرت سید نور محمد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ انہوں نے حضرت شیخ سیف الدین سے نیز حضرت مظہر نے حضرت حافظ محمد محسن سے بھی استفادہ کیا تھا اور انہوں نے عروۃ الوثقیٰ حضرت محمد معصوم سے اور انہوں نے اس طریقہ کے امام مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے انہوں حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے انہوں نے حضرت مولانا درویش محمد سے انہوں نے حضرت مولانا محمد زاہد سے اور انہوں نے حضرت خواجہ احرار سے انہوں نے مولانا یعقوب چرخی سے انہوں نے خواجۂ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند سے، انھوں نے حضرت سید امیر کلال سے انہوں نے حضرت خواجہ بابا سماسی سے انہوں نے حضرت خواجہ علی عزیزاں رامیتنی سے انہوں نے حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی سے انہوں نے حضرت مولانا محمد عارف ریوگروی سے انہوں نے خواجۂ جہاں حضرت عبدالخالق عجدوانی سے انہوں نے خواجہ یوسف ہمدانی سے انہوں نے خواجہ ابوعلی فارمدی سے انہوں نے خواجہ ابوالحسن خرقانی سے انہوں نے خواجہ بایزید بسطامی سے انہوں نے امام ہُمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے امام قاسم بن محمد بن ابی بکر سے انہوں نے صاحب رسول اللہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کے شرف سے متصف تھے) اور آپ نے رحمتہ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

Marfat.com

نسبت دیگر:

حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام ہمام سید الشہداء امام حسین، حضرت امام حسن مجتبیٰ، حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نسبت ائمہ اہل بیت کی بزرگی کی وجہ سے اس طریقہ میں ''سلسلۃ الذہب'' کے لقب سے مشہور ہے اور حضرت خواجہ ابو علی فارمدی کا انتساب خواجہ ابوالقاسم گرگانی سے بھی ہے۔ان کا خواجہ ابو عثمان مغربی سے (۱) ان کا سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی سے ان کا خواجہ سری سقطی سے ان کا خواجہ معروف کرخی سے ان کا حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کا سلسلہ امام جعفر صادق سے تا آخر سند۔خواجہ معروف کرخی نے خواجہ داؤد طائی سے بھی استفادہ کیا تھا اور انہوں نے خواجہ حبیب عجمی سے انہوں نے خواجہ حسن بصری سے انھوں نے امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور آپ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

ذکر سلسلہ قادریہ

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ قادریہ کی اجازت حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور انہوں نے شیخ عبدالاحد (سرہندی) سے انہوں نے حضرت خازن الرحمۃ محمد سعید سے انہوں نے امام طریقہ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد سے انہوں نے شاہ کمال کیتھلی سے انہوں نے شاہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت گدای رحمٰن ثانی سے انہوں نے سید شمس الدین عارف سے انہوں نے سید گدای رحمٰن اول سے انہوں نے سید شمس الدین صحرائی سے انہوں نے سید عقیل سے انہوں نے سید عبدالوہاب سے انہوں نے سید شرف الدین سے انہوں نے سید السادات عبدالرزاق سے انہوں نے حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے خواجہ ابوسعید مخزمی سے انہوں نے خواجہ ابوالحسن قریشی سے انہوں نے خواجہ ابوالفرح طرطوسی سے

Marfat.com

انہوں نے خواجہ عبدالواحد تمیمی سے انہوں نے خواجہ ابوبکر شبلی سے انہوں نے سیدالطائفہ جنید بغدادی سے انہوں نے خواجہ سری سقطی سے انہوں نے خواجہ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہم سے انہوں نے حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر سے انہوں نے حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے حضرت سیدالشہداء امام حسین سے انہوں نے امام ہمام حسن مجتبیٰ سے انہوں نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انہوں نے حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

سلسلہ آبائی حضرت غوث الثقلین:

حضرت سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سید ابوصالح، سید موسیٰ جنگی دوست، سید عبداللہ، سید یحییٰ زاہد، سید موسیٰ مورث، سید داؤد مورث، سید موسیٰ الجون، سید عبداللہ محض، سید حسن مثنی، سید السادات، (۱) امیرالمومنین امام حسن مجتبیٰ (۲) امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذکر سلسلہ چشتیہ

حضرت مظہر رحمتہ اللہ علیہ نے طریقہ چشتیہ کی اجازت شیخ الشیوخ محمد عابد رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ انہوں نے حضرت شیخ عبدالاحد سے (باقی اسماء گرامی بالترتیب یہ ہیں)۔

حضرت خازن الرحمتہ شیخ محمد سعید — مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمتہ اللہ علیہ۔ شیخ عبدالاحد (والد ماجد خود)، شیخ رکن الدین، حضرت شیخ عبدالقدوس، شیخ محمد عارف، (۳) شیخ احمد عبدالحق، شیخ جلال الدین پانی پتی، شمس الدین ترک، حضرت شیخ علاء الدین مخدوم علی صابر، شیخ الاسلام شیخ فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، امام طریقہ خواجہ معین الدین سنجری، خواجہ عثمان ہارونی، حاجی محمد شریف زندنی، خواجہ مودود چشتی، خواجہ ابویوسف چشتی، خواجہ

Marfat.com

ابو احمد چشتی (۴)، خواجہ ابو محمد چشتی، خواجہ ابو اسحاق شامی، خواجہ ممشاد علو دینوری، خواجہ ہبیرہ بصری، خواجہ حذیفۃ مرعشی، سلطان ابراہیم ادہم، خواجہ فضیل عیاض، خواجہ عبدالواحد، خواجہ حسن بصری، امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حواشی

۱۔ یہاں مقامات مظہری کے مطبوعہ نسخے میں دو واسطے نقل نہیں ہو سکے۔ یعنی خواجہ ابو عثمان مغربی نے خواجہ ابو علی کاتب سے اور انہوں نے خواجہ ابو علی رودباری سے استفادہ کیا۔ (ر۔ک۔ معمولات مظہریہ، ص ۱۹)۔ احمد طاہری عراقی قدسیہ (مقدمہ و شجرہ نامہ)، مطبوعہ تہران، ۱۹۷۵ء۔

۲۔ حضرت شیخ کے حالات پر مستند کتاب بہجۃ الاسرار میں شجرہ اس طرح ہے: حضرت شیخ عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن ابی عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (مطبوعہ مصر، ۱۳۰۵ھ، ص ۸۸)۔

۳۔ یہ شجرہ طریقت زبدۃ المقامات ص ۹۴ کے مطابق ہے۔ ورنہ سلسلہ صابریہ کے تذکروں میں یہ دو الگ نام ہیں یعنی شیخ عارف ردولوی اور شیخ محمد شیخ عبدالقدوس گنگوہی، انہی شیخ محمد کے خلیفہ تھے۔ (تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی، جلد اول، ص ۲۷۷، طبع دہلی، ۱۹۸۰ء)۔

۴۔ زبدۃ المقامات، ص ۹۴ میں خواجہ ابو احمد کا نام طبع ہونے سے رہ گیا ہے۔ لیکن یہاں ابھی مقامات مظہری کے پیش نظر مطبوعہ نسخہ (دہلی ۱۲۶۹ھ) میں سہو کتابت سے خواجہ ابو احمد کا نام خواجہ ابو محمد سے پہلے لکھا گیا ہے۔ حالانکہ شیخ ابو یوسف کا تعلق خواجہ ابو محمد سے تھا (ایضاً: تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۹۳)۔

Marfat.com

تیسری فصل

حضرت مظہر کے اربعہ مشائخ کے حالات

یہ مشائخ نقشبندی مجددی تھے

سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ علوم ظاہر و باطن کے عالم فقیہ کامل اور عارف مکمل تھے۔آپ نے طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کے سلوک کے مقامات، حضرت شیخ سیف الدین (۱) فرزند و خلیفہ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم فرزند وسجادہ نشین حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم سے اور حضرت حافظ محمد محسن (۲) از اولاد (۳) حضرت شیخ عبدالحق محدث واز خلفائے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے طے کیے۔سالہا (ان بزرگوں کی) صحبت اختیار کر کے فیوض حاصل کیے (جن سے آپ) بلند مقامات وحالات سے مشرف ہوئے۔استغراق اتنا قوی تھا کہ پندرہ سال تک افاقہ نہ ہوا۔فقط نماز کے وقت ''حقیقت حال'' میسر آتی تھی نماز کے بعد پھر احوال کا غلبہ ہو جاتا تھا۔لیکن آخر آپ کے حال میں افاقہ ہوا۔ورع، تقویٰ اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ممتاز تھے۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و عادات شریفہ کی متابعت کا بہت اہتمام کرتے تھے۔سیر و اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابیں ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے اور ان کتب کے مطابق عمل کرتے تھے۔

Marfat.com

ایک مرتبہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیت الخلا میں داخل ہوتے ہوئے دایاں پاؤں پہلے رکھ دیا تو تین روز تک احوال باطن میں قبض کی کیفیت رہی۔ پھر بہت تضرع وزاری کے بعد بسط کی کیفیت ہوئی۔ کھانے میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ چند روز کا کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر اپنے پاس رکھ لیتے۔ بھوک کی شدت کے وقت اس میں سے کچھ کھا لیتے۔ پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ کثرت مراقبہ سے آپ کی پشت خمیدہ ہوگئی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ تیس سال سے طبیعت سے غذا کی کیفیت کا احساس جا چکا ہے۔ حاجت کے وقت جو کچھ میسر آتا کھا لیتا ہوں، آپ ایک وقت میں دو قسم کے کھانے کو بدعت خیال فرماتے تھے۔ کمال تقویٰ سے اپنے فرزندوں میں سے ایک کو گھی دیتے اور دوسرے کو شکر۔

آپ امراء کے کھانے ہرگز تناول نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ ان کے کھانے اکثر مشکوک ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک دنیادار کے گھر سے کھانا آیا۔ فرمایا اس میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ اور از روئے نوازش حضرت مرزا مظہر رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ بھی توجہ کریں جب آپ نے طعام پر غور کرنے کے بعد عرض کیا کہ کھانا تو وجہ حلال سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں سے ریا کی عفونت آتی ہے۔ اگر کسی دنیادار کے گھر سے کوئی کتاب عاریتاً لیتے تو تین روز تک اس کا مطالعہ نہ کرتے اور فرماتے کہ اغنیاء کی صحبت کی ظلمت اس پر غلاف کی طرح چسپاں ہوگئی ہے۔ جب آپ کی صحبت مبارک سے اس کی ظلمت زائل ہو جاتی تو مطالعہ فرماتے۔

حضرت (رحمتہ اللہ علیہ) کو آپ سے بہت محبت تھی فقط آپ کا اسم گرامی لینے سے ہی آب دیدہ ہو جاتے اور فرماتے افسوس کہ دوستوں نے حضرت سید نور محمد کی زیارت نہیں کی۔ اگر انہیں دیکھتے تو اللہ کی قدرت کاملہ سے ان کا ایمان تازہ ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر اپنے ان ارباب کمال حضرات کو قادر بنا دیتا ہے۔ رضی اللہ تعالی عنہ۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت کے مکشوفات بہت صحیح اور واقعہ کے مطابق ہوتے تھے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے اتنا واضح نہیں دیکھ سکتے جتنا کہ حضرت دل کی

Marfat.com

آنکھوں (بچشم باطن) سے دیکھ سکتے ہیں۔اور قوی تصرفات کے مالک تھے۔مخلصین کی حاجت برآری کے لیے بہت ہمت سے کام لیتے تھے۔ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ کی دعا اور توجہ سے کسی کی مراد پوری نہ ہوئی ہو۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے آنجناب کی خدمت میں عرض کی کہ میری لڑکی کو جن اٹھا کر لے گئے ہیں۔اس سلسلے میں بہت سے اعمال اور تعویذات کیے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔اس باب میں آپ توجہ فرمائیں حضرت نے دیر تک مراقبہ کے بعد فرمایا کہ تیری لڑکی فلاں وقت آجائے گی۔چنانچہ آپ کی توجہ سے ایسا ہی ہوا۔جب لڑکی سے ماجرا دریافت کیا گیا تو اس نے کہا میں کسی صحرا میں تھی کہ کسی بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یہاں پہنچا دیا۔کسی نے اس باب میں حضرت کے سکوت اور مراقبہ کی وجہ دریافت کی کہ آپ نے فوراً کیوں نہ جواب دیا کہ لڑکی آجائے گی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی تھی اگر میری دعا اور توجہ موثر ہو تو میں اس باب میں ہمت کروں جب مجھے بذریعہ الہام معلوم ہو گیا کہ تیری ہمت موثر ہوگی تو میں نے کہہ دیا کہ تیری لڑکی آجائے گی۔آپ کا ہر عمل رضائے خداوندی کے موافق ہوتا تھا۔سبحان اللہ۔

ایک بار دو رافضی عورتوں نے حاضر خدمت ہو کر طلب طریقہ کا اظہار کیا۔حضرت نے نور فراست سے یہ دریافت کر لیا۔اور فرمایا پہلے عقیدہ بد سے توبہ کرو پھر یہ طریقہ اپناؤ۔ان میں سے ایک نے آپ کے کمال کا اقرار کر لیا اور توبہ کر کے داخل طریقہ ہوئی اور دوسری کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آپ کے ایک مخلص کو نفسانی خواہش کا غلبہ ہوا تو آپ کی صورت دونوں کے درمیان حائل ہوگئی عورت نے دہشت زدہ ہو کر فریاد کی اور ایک گوشہ میں پناہ لی اور اس مخلص نے توبہ کی۔وہ مدت دراز تک مارے شرم کے خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

ایک بار ایک بھنگ فروش اپنی دکان حضرت کے مکان کے قریب لے آیا۔آپ نے فرمایا کہ بھنگ کی ظلمت نے باطن کی نسبت کو مکدر کر دیا ہے۔مخلصین گئے اور انہوں نے دکان برباد کر ڈالی۔آپ نے فرمایا کہ اب تو باطن زیادہ مکدر ہو گیا ہے۔کیوں کہ میرے واسطہ سے

Marfat.com

احتساب خلاف شرع واقعہ ہوا ہے۔ چاہیے یہ تھا کہ پہلے ہم اسے نرمی سے توبہ کی طرف راغب کرتے اگر تائب نہ ہوتا تو پھر سختی کی جاتی۔ بصد مشکل اسے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ نے اپنے دوستوں کی طرف سے معذرت کی۔ اور لطفاً فرمایا کہ خلاف شرع پیشہ اچھا نہیں ہوتا۔ ہمیں مباح پیشہ اختیار کرنا چاہیے۔ اور اسے کچھ نقدی دے کر عذر فرمایا۔ وہ تائب ہو کر آپ کے مخلصوں میں شامل ہو گیا۔

آپ نے فرمایا ایک روز میں اپنے پیر حضرت حافظ محمد محسن کے مزار کی زیارت کے لیے گیا۔ وہاں جا کر میں نے مراقبہ کیا تو بے خودی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ آپ کا بدن شریف اور کفن تو درست ہے مگر پاؤں کے تلووں اور اس مقام کے کفن پر مٹی نے اپنا اثر کیا ہے۔ میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے وضو کی جگہ پر کسی کا پتھر بغیر اجازت رکھا ہوا تھا۔ کہ جب اس کا مالک آجائے تو حوالے کر دیں گے۔ ایک مرتبہ اس پتھر پر ہم نے قدم رکھا اس کی وجہ سے مٹی نے ہمارے پاؤں پر اثر کیا ہے۔

یہ درست ہے کہ جو زیادہ متقی ہے قرب خداوند اور ولایت میں بھی اس کا مقام بلند ہے۔

آپ (حضرت خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ) کی وفات ۱۱ ذیقعد ۱۱۳۵ ہجری میں ہوئی۔

حضرت حاجی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ:

آپ (اپنے زمانے کے) متبحر علماء اور دانشور فضلاء میں سے تھے اور علوم باطن کے اسرار کا زیادہ حصہ ان کے نصیب میں تھا۔ دس سال تک حضرت خواجہ حجتہ اللہ نقشبند (۴) فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہما سے باطنی فیوض و طریقت میں استفادہ کیا اور پھر بارہ سال تک حضرت شیخ عبدالاحد (۵) فرزند و خلیفہ خازن الرحمتہ شیخ محمد سعید فرزند و سجادہ نشین حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہما کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ اور مقامات عالیہ حاصل کیے۔ نیز حضرت شیخ (عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ مذکور) سے علوم معقول و منقول اور علم حدیث کی اسناد حاصل کیں۔ اور آپ نے شیخ سالم بصری (۶) ثم مکی سے بھی علم حدیث کی سند حاصل کی تھی حضرت حجتہ اللہ نقشبند نے حضرت شیخ عبدالاحد کو

Marfat.com

حاجی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا کہ جو فیوض برکات ہمیں اپنے پیران کرام سے ملے تھے ہم نے وہ تمام حاجی صاحب کے باطن میں القا کر دیے ہیں۔

آپ کا استغراق قوی تھا، فنا و نیستی آپ پر اس قدر غالب تھی کہ آپ خود کو ارباب طریقت میں سے شمار نہیں کرتے تھے۔ ہمارے حضرت (میرزا مظہر رحمتہ اللہ علیہ) سے آپ نے بارہا یہ فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نظر کشفی اور مقامات الٰہیہ کی تحقیق کی بزرگی عنایت کی ہے۔ ہمارے حال پر بھی نظر فرمائیں۔ کہ اپنے اعمال کی خرابی کی وجہ سے ہم اپنے آپ میں کچھ نہیں پاتے۔

راقم (مصنف) عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سالک پر جب تجلی ذات کا ظہور ہوتا ہے، تو اس پر وارفتگی و خود فراموشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور یہ آیت **لا تدرکہ الابصار** (۷) (نظریں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) اس سلسلہ میں قطعی دلیل ہے۔

حضرت حاجی محمد افضل حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً کی زیارت سے مشرف ہوئے اور الطاف الٰہی و عنایات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہزاروں فتوحات کے ساتھ مراجعت (۸) فرمائی اور طالبان حق کے مرجع بنے۔ اور خلقت خدا کو (آپ سے) ظاہری و باطنی فیوضات پہنچے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدیث کی سند آپ سے حاصل کی (۹)۔ آپ کو نقدی کی صورت میں جو ہدیہ ملتا اس سے آپ ہر فن کی کتابیں خرید کر وقف کر دیتے تھے۔

ایک بار پندرہ ہزار روپیہ کا ہدیہ آیا۔ اس تمام رقم سے آپ نے علوم نافعہ کی کتب خرید کر وقف کر دیں۔ آپ نے ہزار ہا کتب خرید کر خدا کی راہ (۱۰) میں وقف کیں جن سے علوم کی اشاعت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان مخلصوں پر تعجب ہے کہ اپنی عمر میں ایک بار بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کرتے حالانکہ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے وسیلہ سے دنیاوی واخروی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

اور عجب ہے کہ ضروری تجوید کے موافق کلام اللہ کے حروف چند روز میں صحیح ہو سکتے ہیں' نہیں کرتے۔ اور نماز کی صحت صحیح قراءت پر مبنی ہے۔

نیز تعجب کی بات ہے کہ لطائف کا ذکر کسی نقشبندی بزرگ کی توجہ سے حاصل نہیں کرتے حالانکہ اس طریقہ میں یہ دولت جو کہ محبت الٰہی کا بیج اور بقاء ایمان کا موجب ہے' بغیر زیادہ محنت کے بہت کم مدت میں حاصل ہو جاتا ہے۔

آپ کے عظیم خلفاء میں سے محمد اعظم (۱۱)' کشف صحیح اور نسبت قوی رکھتے تھے۔ بہت سے طالبوں کو اس طریقہ شریفہ کے حالات وواردات' ان کی صحبت سے میسر آئے۔ رحمتہ اللہ علیہما۔

حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت محمد صدیق (۱۲) فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہما کے کامل خلفاء میں سے تھے۔ تیس سال تک آپ نے اپنے مرشد کی صحبت اختیار کی۔ اور بلند مقامات اور طریقہ احمدیہ منسوب بہ حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی غایات تک رسائی ہوئی۔ خانقاہ کے فقراء نے آپ کو سید الصوفیہ کا لقب دیا تھا۔

بڑے ناز سے فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے پیر کی خانقاہ کا پانی اپنے سر پر اٹھایا ہے۔ جس کی وجہ سے میرے سر کے بال گھس گئے ہیں۔ بلکہ اللہ کی راہ میں میری آنکھوں کا نور بھی نثار ہو گیا۔ میرے پیر نے مجھے شدید موسم گرما میں احمد آباد بھیجا۔ سورج کی گرمی سے میری آنکھیں بھی بیکار ہو گئیں۔ خانقاہ معلیٰ کی خدمت کی برکت سے میرے پاس اتنے خادم آئے کہ ان میں سے ہر ایک کو میری خدمت کا موقع نہ مل سکا۔ اور میرے دل کی آنکھیں نور معرفت سے بینا ہو گئیں اور میرے سر کی آنکھیں غیر کے التفات سے بے پرواہ ہو گئیں۔ اور مجھے دائمی مراقبہ حاصل ہے...... غیر کا تصور جو ظاہری آنکھوں کے ذریعہ دل میں آتا ہے وہ میرے آئینہ باطن میں راہ نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں۔ والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ۔

Marfat.com

جب آپ طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے تو ابتداء میں آپ نے (عالم رویا میں) ایک ایسا شہر عظیم دیکھا جو ولایت کی برکات وانوار سے معمور تھا۔ اس کے ہر محلہ میں اولیا کے گروہ اقامت گزین ہیں۔ ایک مرتبہ اس شہر میں مقربان بارگاہ خدا کے آنے کی شہرت ہوئی اور ساکنان شہران پُرشوکت وعظمت عزیزان کے استقبال کے لئے نکلے تا کہ ان کے انوار میں مستغرق ہوسکیں۔

آپ نے پوچھا یہ سب کون ہیں؟ کسی نے جواب دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے کمالات جدیدہ کے اظہار کے لئے ان حضرات کا انتخاب فرمایا ہے۔ اوران واصلان کے سرحلقہ شیخ احمد سرہندی ملقب بہ مجدد الف ثانی ہیں۔ ان بزرگوں کی برکات کے مشاہدہ سے آپ کا اس طریقہ پر اعتقاد قوی تر ہوگیا۔ اوراس طریقہ کے حصول کے لئے تمام ریاضات ومجاہدات کر کے آپ مقربان بارگاہ الٰہی کے پیشوا ہوئے۔

ہمارے حضرت (میرزا مظہر) فرماتے ہیں کہ آپ پر تواضع اور انکساری کی صفات غالب تھیں۔ اگر اصحاب میں سے کوئی کسی شخص کو آزردہ کرتا تو آپ خود اس شخص کے پاس جاتے اور معذرت کرتے کہ قصور اس فقیر سے سرزد ہوا ہے مجھے معاف کردو! بلکہ اپنا سر مبارک اس کے پاؤں پر رکھ دیتے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

نواب خان فیروز جنگ (۱۳) نے جو آپ کا مرید تھا آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ سید حسن (۱۴) رسول نما رحمۃ اللہ علیہ جس کو چاہتے، حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوجاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جس کو چاہیں دوبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوجائے۔ تم آج شب کو فاتحہ پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی طرف توجہ کرو اس نے اسی طرح کیا۔ اور زیارت سے مشرف ہوا۔ اور سو روپیہ ہدیہ مقرر کیا۔ اور دوبارہ فاتحہ پڑھ کر سو گیا۔ اور پھر زیارت کی سعادت کا امتیاز حاصل کیا۔ اور ایک سو روپیہ پھر ہدیہ دینا منظور کیا۔ صبح کے وقت خدمت میں حاضر ہو کر سو روپیہ نذر کیا۔ آپ نے نور فراست سے جان لیا اور فرمایا کہ دوسرا سو کہاں ہیں؟ وہ گھبرایا اور دوسرا سو روپیہ بھی نذر کردیا۔

Marfat.com

حضرت میرزا مظہر جان جانان نے فرمایا کہ آپ علم ظاہری میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ہی آپ کی صحبت میں واقعات کے کشف کا ذکر ہوتا تھا۔لیکن محض اپنے پیر کی خانقاہ کی خدمت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ مقبول عام ہو گئے تھے۔مگر باطنی نسبت نہایت قوی تھی۔آپ کی خانقاہ میں ایک بڑی بلی رہتی تھی جو آپ کے تصرف سے چڑیوں پر مہربان ہو گئی تھی۔وہ اپنا منہ کھولتی تو اس کے منہ میں گندم کے دانے ڈال دیئے جاتے۔چڑیاں ہر طرف سے آتیں اوراس کے منہ سے دانہ چن لیتیں۔اوراس کے ساتھ کھیلتی تھیں۔

آپ کے فیض سے بہت سے لوگ مقامات قرب الٰہی کو پہنچے۔آپ کی وفات ۱۱رشوال ۱۱۵۲ ہجری کو ہوئی (۱۵)۔آپ کے خلفاء میں سے شیخ صبغۃ اللہ نورانی پیر تھے۔مولف نے ان کی زیارت کی ہے۔رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ الشیوخ محمد عابد[۱۶] سُنامی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ عبدالاحد (وحدت) کے اعاظم خلفاء میں سے تھے۔(حضرت شیخ عبدالاحد) سرہند کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔جو علم وعمل اور ورع وتقویٰ میں شان عظیم رکھتے تھے۔(شیخ محمد عابد) کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔کثیر العبادات اور کثیر الذکر تھے۔تہجد کی نماز میں سورہ یاسین ساٹھ مرتبہ پڑھتے تھے۔اور ہر دوگانہ کے بعد ذکر اور مراقبہ بھی کرتے تھے۔ نصف شب سے لے کر سحر تک تمام وقت یاد خدا میں بسر کرتے تھے۔آپ کی موت اسہال کی بیماری سے ہوئی۔یہ مرض چھ ماہ تک رہا اوراس دوران پینتیس مرتبہ سورۃ یٰسین تہجد میں پڑھتے ،اور بیس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ، ہزار بار نفی واثبات، حبس نفس، تلاوت کلام اللہ اور درود وظیفہ (اس کے علاوہ تھا)۔

ایک بار سرہند کے حاکم نے مویشی ناجائز طریقہ (غارت گری) سے حاصل کیے تو آپ نے اس وقت سے لے کر بیس سال تک گوشت وغیرہ ترک کیے رکھا۔

جب آپ دہلی تشریف لے جاتے تو راستے میں صرف اس آٹے کے سوا جو آپ کے لئے وجہ حلال تھا، کچھ تناول نہ فرماتے۔آپ کا ہر فعل تابع عزیمت تھا۔آپ کو کامل قبول حاصل ہوا اور

Marfat.com

خاص و عام کے مرجع بنے، آپ کا آستانہ اور خانقاہ اہل اللہ کا ماوٰی بن گئے۔ تقریباً دو سو علماء وصلحاء آپ کے حلقہ میں (ہر وقت) حاضر رہتے تھے۔

اور بہت سے طالبان حق کی جماعت، آپ کی توجہ سے مقامات احمدیہ کی نہایات کو پہنچی۔ اور بے شمار ارباب فنا و بقاء آپ کی مبارک صحبت میں رہ کر استغراق و بے خودی، واردات ولایت اور تہذیب اخلاق پر فائز ہوئے۔

حدیث اور فقہ کے درس کے بعد قبلہ رو ہو کر مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے۔ اور ہر ایک جو آپ کی خدمت میں پہنچتا ذکر اور انوار جمیعت اس کے باطن میں القا کرتے۔ جمعہ کے روز "طالبان" کا اجتماع زیادہ ہوتا تھا۔ جو کوئی بھی آپ کے سامنے آتا اس کا دل آپ کی توجہ موجہ سے ذاکر ہو جاتا۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ یہ عوام ذکر قلبی کیا جانے؟ یہ تو دل کی حرکت طبعی اور حرکت ذکر کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے۔ تو آپ نے (اس کے جواب میں) فرمایا یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ معلوم کرنا کوئی بڑا کام نہیں۔ وہ اپنی قبر میں اس ذکر کا اثر اور قدر خود ہی جان جائے گا۔ کہ دل کے ذکر کے نور کی برکت سے ایمان سلامت رہتا ہے۔

طریقہ احمدیہ کے انوار آپ کے فیوض کی وجہ سے چمک اٹھے۔ اور اس خاندان کی نسبت شریفہ کو رواج ہوا۔ اس لئے عالم غیب میں آپ "القاسم لخزائن اللہ" کے لقب سے ملقب ہوئے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ مسجد میں گئے۔ تو وہاں ایک شخص اپنے مریدوں کے مجمع میں بیٹھا تھا۔ اور لوگوں کو مرید بنا رہا تھا۔ لیکن اس کا باطن اللہ کے ساتھ نسبت کے نور سے جو بلند پایہ صوفیہ کا خاصہ ہے، خالی تھا۔ اور مشائخ کبار کے نزدیک فنائے قلب اور ولایت کی واردات اور تہذیب اخلاق کے بغیر مرید کرنا (مسند مشیخت سجانا) حرام ہے۔

آپ نے اس (شیخ) کے حال پر شفقت فرمائی۔ دیر تک اس کے حال پر متوجہ رہے اور اسے مرتبہ ولایت قلبی پر پہنچا دیا۔ ہمارے حضرت (میرزا مظہر رحمتہ اللہ علیہ) سے جو کہ اس وقت حاضر خدمت تھے۔ از روئے الطاف اس کے احوال کی تصدیق چاہی تو حضرت نے عرض کیا کہ آپ کی

Marfat.com

توجہ سے اس کا دل ذاکر ہوگیا ہے۔ اور اس کے لطیفہ کو نورانیت میسر آگئی ہے۔ جس سے وہ اپنے اصل (طلب حق) کی طرف آتشین ہوا کی طرح پرواز کر گیا ہے اور دل میں بہت زیادہ اضمحلال محسوس کیا ہے۔ اور عالم امر کی سیر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اور تجلی افعالی کو پہنچ کر فنا حاصل کی۔ اور طریقہ کی اجازت کی قابلیت پیدا کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا مشاہدہ صحیح ہے۔ ہمیں بھی اس کے یہی احوال معلوم ہوئے ہیں۔

ایک قبرستان میں سے گزر ہوا۔ اسی وقت کھڑے کھڑے مراقبہ کر کے مردوں کے حال پر توجہ کی۔ تو فرمایا کہ یہ بے چارے فیض کی درخواست کرتے ہیں۔ اور آپ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ فقیر (مولف) نے اپنے مرشد قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے خود سنا کہ میں بھی اس وقت حاضر خدمت تھا۔ وہ لمحہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت تھا۔ تمام قبرستان آپ کی توجہات سے انوار و برکات سے معمور ہوگیا۔

آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے پا پیادہ گئے تھے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف سے سرفراز ہوئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے سوز سینہ کی گرمی اور درد کو جو ازل سے انتہائے طلب تک کسی جگہ کم نہیں ہوتا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات سے تسکین میسر آئی۔ اور جو مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا۔ وہاں (حرمین الشریفین میں) بہت سے طالبان حق نے آپ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ ایک شخص نے مدینہ میں ریاضت، مجاہدہ، نوافل اور بہت زیادہ عبادات کیں اور جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا، وہ شخص بھی آپ کی خدمت میں کسب فیض کے لئے آیا تو آپ نے اسے مجاہدات کرنے سے منع کیا اور میانہ روی سے عبادت کرنے کا حکم دیا۔ چونکہ وہ ریاضت شاقہ کا خوگر ہوگیا تھا اس لئے اس نے آپ کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آپ کی متابعت اور التزام صحبت کا حکم دیا۔ پس وہ آپ کی خدمت میں استفادہ کے لئے آیا اور آپ کی حسن تربیت سے مقامات عالیہ پر فائز ہوا۔

آپ کی وفات ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ ہجری میں ہے۔

Marfat.com

(خلفائے حضرت شیخ محمد عابد):

آپ کے خلفاء بہت ہیں۔ان میں سے

خواجہ موسیٰ خان مخدوم اعظمی (۱۷) دہ بیدی (۱۸): متورع و متقی، صاحب کشف مقامات و تصرفات تھے۔ ولایت ماوراء النہر میں طالبان خدا کی ہدایت وارشاد میں یگانہ روزگار (۱۹) تھے۔ان کے بارہ خلفاء تھے۔ان میں سے ایک درویش سے انہوں نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ مجھے تمہارے باطن میں کدورت معلوم ہوتی ہے۔کیا تو نے مشتبہ لقمہ کھایا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ خانقاہ کے طعام کے علاوہ میں نے کوئی چیز نہیں کھائی؟ آخر اس نے اعتراف کیا کہ اس نے ایک امیر کے یہاں سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کا کھانا کھایا ہے۔اس کو آپ نے تنبیہ کی کہ میں نے تم سے نہیں کہہ رکھا ہے کہ ہر کس و ناکس کا کھانا نہ کھایا کرو۔

مرزا مظفر رحمتہ اللہ علیہ: بتعمیر اوقات، قوت نسبت باطنی، وفور حالات اور ارادت میں بے نظیر تھے۔ مجھے (مولف حضرت شاہ غلام علی رحمتہ اللہ علیہ) ان کے مستفیدوں کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس طریقہ کے اصحاب کے لئے جو لوازمات ہیں وہ ان کے دلوں میں موجود ہیں۔

ان کے اصحاب میں سے ایک کو ان کی وفات کے بعد شدید قبض رونما ہوا۔اور دو سال تک وہ قبض، بسط (انبساط) میں تبدیل نہ ہوا۔آخر (وہ طالب) آپ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے گیا۔ جوں ہی اس کی نظر ان کے مزار پر پڑی اس کے احوال تازہ ہو گئے۔اور اس کی نسبت بحال ہو گئی۔

محمد میر رحمتہ اللہ علیہ: علو نسبت باطنی، گم نامی، گوشہ نشینی اور ہدایت طالبان کے لئے ممتاز تھے۔ میں (مولف) نے ایک صالح کی زبانی سنا ہے کہ اس نے مجھ سے کہا کہ بیس افراد آپ کی صحبت میں مرتبہ ولایت میں فنا و بقاء کے مقام کو پہنچے ہیں ایک جن کو بھی آپ سے ارادت تھی۔اس نے عرض کی کہ آپ کا جس قدر خرچ ہوتا ہے بندہ اسے برداشت کرنے کے لئے تیار ہے۔آپ نے قبول نہ کیا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناجائز مال لے آئے۔

Marfat.com

شاہ عبدالحفیظ (۲۰) صوفی عبدالرحمٰن، میر بہادر، درویش محمد، محمد حسن اور دیگر اعزہ رحمتہ اللہ علیہم بھی (ان کی توجہ سے) مقامات قرب الٰہی میں ممتاز ہوئے اور انھوں نے طالبان حق کی ہدایت کا فرض ادا کیا۔ فقیر (مولف) نے ان میں سے بعض کی زیارت کی ہے۔ شیخ محمد میر رحمتہ اللہ علیہ کی دختر رحمتہ اللہ علیہا اپنے زمانے کی ولیہ تھیں۔ ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و عنایت کا مزید اختصاص حاصل تھا۔ ان سے بڑے عجیب واقعات منقول ہیں۔ جو کوئی احوال کے بارے میں استفسار کرتا اسے جواب حاصل ہو جاتا۔ وہ طالبوں کو موئے شریف کے تبرکات دیتی تھیں۔

ایک بزرگ نے جنھیں نور ولایت و نبوت کا صحیح کشف و وجدان صریح حاصل تھا مجھ (مولف) سے بیان کیا کہ اس صالحہ کا گھر انوار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مملو تھا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے انھیں فقر و بے سروسامانی بھی پیش ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

(فان) الفقر اسرع الی من یحبنی من السیل الی منتهاة (۲۱)

(سیلاب جتنی تیزی سے اپنی انتہا تک جاتا ہے، فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے میرے محب تک پہنچتا ہے)۔

وہ راہ فقر کی مشکلات کی تاب نہ لاسکیں اور افغانوں کے ملک میں جانا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا اور فقر و فاقہ پر صبر کرنے کا امر فرمایا۔ کیونکہ صبر اللہ تعالیٰ کے قرب و معیت کے حصول کا موجب ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی (ف ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۵ء) سلسلہ مجددیہ کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی استدعا پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں عالمگیر کے پاس اصلاح احوال کے لیے متعین فرمایا تھا۔ غایت درجہ پابند شرع تھے "محتسب الامتہ" خطاب تھا۔ آپ کے مکتوبات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے چھاپ دیے ہیں۔

۲۔ ظاہری علم میں بھی یگانہ وقت تھے۔ وفات ۱۱۴۷ھ میں ہوئی (خزینتہ الاصفیاء ۱/۶۶۴۔۶۶۵) ان کا مدفن مزار حضرت شیخ عبدالحق کے مغربی چبوترہ پر اندرون احاطہ میں چار قبور میں سے ایک ان کی ہے۔ (محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، ص ۹۴)۔

۳۔ دختری اولاد میں سے تھے۔ مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے واضح طور سے انہیں "نواسہ شیخ عبدالحق" لکھا ہے۔ (معمولات، ص ۱۸)

۴۔ حضرت حجتہ اللہ محمد نقشبندی ثانی (ف ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳) سلسلہ نقشبندی کے اعیان میں سے تھے۔ ان کے مکتوبات کا مجموعہ وسیلتہ القبول الی اللہ والرسول کے نام سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ۱۹۶۳ء میں شائع کیا تھا۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند، (ص ۴۱۸) اور مولف حدائق الحنفیہ، (ص ۴۴۰) نے حضرت حاجی محمد افضل کے حالات خزینتہ الاصفیاء (۱/۶۶۴) سے نقل کرتے وقت اس فقرہ "(حاجی محمد افضل) از...... خلفائے حجتہ اللہ نقشبند فرزند شیخ محمد معصوم"...... الخ.......... میں لفظ فرزند اور لقب حجتہ اللہ پر غور نہیں کیا بلکہ مولفین مذکور خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ ہی کا

Marfat.com

لقب حجۃ اللہ سمجھے ہیں اور حاجی محمد افضل کو حضرت خواجہ محمد معصوم کا فرزند لکھ دیا ہے، جو غلط ہے۔

۵۔ حضرت شیخ عبدالاحد شاہ گل متخلص بہ وحدت (متوفی ۱۱۲۶ھ) سلسلہ نقشبندیہ کے نامور شیخ طریقت، کثیر التصانیف عالم، نامور شاعر (صاحب دیوان) تھے۔ گلشن وحدت (مجموعہ مکتوبات، مطبوعہ) لطائف المدینہ اور ان کی تقریباً بیالیس تالیفات کے حوالے ملتے ہیں۔

۶۔ شیخ سالم بن عبداللہ بن سالم بن محمد بدری بصری (ف ۱۱۶۰ھ) ان کی ایک تالیف ''الامداد فی علو الاسناد'' کا ذکر فہرس الخزانۃ التیموریہ (۳۲/۳) میں کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ، ان کے والد شیخ عبداللہ بن سالم کے شاگرد تھے (انفاس العارفین، ص ۱۹۷)۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، کحالہ: معجم المولفین ۲۰۳/۴۔
کتانی: فہرس الفہارس ۳۳۵/۱۔ شیخ سالم کے والد عبداللہ کا ذکر تاریخ محمدی ۴۳ میں ہے۔

۷۔ القرآن (انعام) ۱۰۳/۶۔

۸۔ حرمین الشریفین سے مراجعت کے بعد حاجی محمد افضل نے دہلی میں مدرسہ نواب غازی الدین خان میں بہ حیثیت مدرس قیام کیا (نزہۃ الخواطر ۲۸۱/۶)۔
علامہ کتانی نے حاجی محمد افضل کے حرمین جانے کا ذکر کیا ہے (فہرس الفہارس ۳۳۵/۱) حاجی محمد افضل کا مزار، روضہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے جوار میں ہے (مزارات اولیائے دہلی ۱۰۳)

۹۔ حضرت شاہ ولی اللہ خود لکھتے ہیں ''واجازت المصابیح والصحیح البخاری وغیرہ من الصحاح الست الثبت الثقۃ الثبت حاجی محمد افضل عن الشیخ عبدالاحد عن ابیہ الشیخ محمد سعید عن جدہ الشیخ الطریقۃ الشیخ احمد السہرندی بسندہ الطویل'' ....الخ۔ قول الجمیل (اردو

Marfat.com

ترجمہ مع متن) مطبوعہ مطبع احمدی، ص ۱۲۶۔

۱۰۔ حضرت حاجی محمد افضل نے یقیناً ایک عظیم کتب خانہ بنایا تھا۔اس کتب خانے کے باقاعدہ کتاب دار ہوتے تھے۔مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے میر سید نعیم اللہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ حضرت حاجی صاحب کے کتب خانے کے متولی (ناظم) تھے''متولی کتب خانہ حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی شیخ الحدیث آنحضرت''......(بشارات مظہر، قلمی، ورق ۱۹۶ب)۔تفصیل کے لیے دیکھیے فصل احوال خلفائے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ (کتاب ہذا)۔

۱۱۔ مولوی محمد اعظم، حاجی صاحب کے عظیم خلفاء میں سے تھے۔حضرت مظہر کے خلفاء میں سے کئی ایک پہلے انہی سے منسلک تھے۔جن کا ذکر کتاب حاضر فصل خلفائے حضرت مظہر میں ملاحظہ کریں۔حضرت حاجی محمد افضل کا انتقال ۱۱۴۶ھ میں ہوا۔(خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۶۴۔نزہتہ الخواطر ۶/۲۸۱)۔

۱۲۔ حضرت محمد صدیق، حضرت خواجہ محمد معصوم کے چھٹے فرزند تھے۔شاہ جہاں آباد میں مستقل قیام تھا۔۱۱۳۱ھ میں انتقال ہوا۔(ر۔ک۔ صفر احمد: مقامات معصومیہ، قلمی۔محمد احسان: روضتہ القیومیہ ۲/۲۳۰)۔

۱۳۔ امیر الامراء غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ (۱۱۲۰ھ۔ ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۰۸ء۔ ۱۷۵۲ء) خلف نواب آصف جاہ اول، محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں اس کی نشونما ہوئی۔اعلیٰ علمی استعداد کا مالک تھا۔(ر۔ک مآثر الامراء ۱/۳۵۷۔۳۵۸۔شجرہ آصفیہ، ص ۴۱۔۴۲) مقامات مظہری میں لکھا ہے کہ خان فیروز جنگ حضرت سعد اللہ رحمتہ علیہ سے بیعت تھا اور کسب فیض کے لیے ہر روز آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتا تھا۔نیز حافظ سعد اللہ کی وفات (۱۱۵۳ھ) کے بعد اس نے حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش کی تھی۔(ر۔ک۔ص ۳۳) فیروز

Marfat.com

جنگ حضرت مظہر رحمتہ اللہ علیہ کا بہت عقیدت مند تھا۔اس کی عقیدت مندی کے واقعات بشارات مظہریہ (قلمی ورق ۱۹) میں بھی ملتے ہیں۔اس کا لڑکا عماد الملک غازی الدین خان ہندوستان کی تاریخ میں مشہور شخصیت ہے۔

۱۴۔ شیخ حسن بن ابی الحسن حسینی نارنولی ثم دہلوی معروف بہ ''رسول نما'' متوفی ۱۱۰۳ھ دہلی کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔طریقہ ملامتیہ سے تعلق تھا۔تفصیل کے لیے دیکھیے :منتخب اللباب، جلد دوم، حصہ دوم، ص ۵۵۲۔۵۵۳۔مرقع دہلی ص ۹۔نزہتہ الخواطر ۶/ ۶۳۔۶۴۔منتخب اللباب میں ہے:''بعضے خادمان صادق العقیدت رابسعادت حاضر نمودن در مجلس حضرت سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) مفتخر ساختہ بودند'' (جلد دوم، حصہ دوم، ص ۵۵۳)۔

محمد ہاشم خوندوی: مناقب الحسن رسول نما۔ترجمہ اردو از عمر بخش لاہور، ۱۹۲۱ء۔

نجم الدین بن محمد ہاشم :فیوضات (تکملہ مناقب الحسن)۔قلمی۔مخزونہ ذخیرہ انجمن ترقی اردو نیشنل میوزیم کراچی۔

۱۵۔ حضرت حافظ سعد اللہ کا مدفن شاہ جہاں آباد بیرون دروازہ اجمیری (خزینتہ الاصفیاء ۱/ ۶۶۹) مدرسہ غازی الدین خان کے شمال و مغرب میں ایک تہ خانہ میں ہے (مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۲۲)۔

۱۶۔ حضرت شیخ کا مولد قصبہ سنام ہے جو سرہند کے نواح میں ہے۔مولوی محمد صالح کنجاہی نے لکھا ہے''سنام بضم سین مہملہ وتشدید نون قصبہ ایست از توابع سہرند'' (سلسلتہ الاولیاء، قلمی، ورق ۸۳ حاشیہ)۔

شیخ سنامی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) رسالہ درحالات شیخ محمد عابد سنامی (قلمی)۔

(۲) نعیم اللہ بہرائچی :معمولات مظہریہ اور بشارات مظہریہ۔

Marfat.com

(۳) رافت: جواہر علویہ، ص ۱۰۸۔۱۰۹۔

(۴) غلام سرور لاہوری: حدیقۃ الاولیاء، ص ۱۳۰۔۱۳۱۔

(۵) غلام علی دہلوی: ملفوظات شریفہ۔

۱۷۔ خواجہ موسیٰ خان، شیخ احمد بن سید جلال الدین ملقب بہ مخدوم اعظم خواجگی کاسانی ثم دہ بیدی متوفی ۹۴۹ھ کی اولاد سے تھے، اس لیے مخدوم اعظمی کہلائے۔ مخدوم اعظم، خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے خلیفہ تھے اور ماوراء النہر کے معروف ترین خلفاء میں سے تھے۔ (ر۔ک۔ جامع المقامات، قلمی)۔

۱۸۔ دہ بید، سمرقند سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر مشہور قصبہ ہے (سمریہ، مطبوعہ تہران، ص ۱۱۳)۔

۱۹۔ مولوی نعیم اللہ بہڑایچی لکھتے ہیں کہ خواجہ موسیٰ اپنے جد بزرگوار (مخدوم اعظم) کے مزار (قصبہ دہ بید) پر سجادہ نشین تھے۔ ہزاروں لوگ ان کے فیض سے صاحب نسبت ہوئے۔ ان میں سے چند ایک خلیفہ بھی تھے، (بشارات مظہریہ، قلمی، ورق ۶۴ ب۔ حضرت مظہر کے بعض خلفاء پہلے انہی سے منسلک تھے۔

۲۰۔ شاہ عبدالحفیظ نے اپنے مرشد کی وفات کے بعد حضرت مظہر سے استفادہ کیا تھا اور توجہات لی تھیں۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا (فصل کشف و کرامات حضرت مظہر)۔

۲۱۔ سنن ترمذی بہ تحقیق ابراہیم عطوہ عوض، مصر، ۵۷۶/۴، باب زہد ۳۶ نمبر ۲۳۵۰۔

Marfat.com

چوتھی فصل

نسب شریف اور ولادت باسعادت

حضرت مرزا مظہر قدس سرہٗ

مظہر انوار الٰہی آثار حضور و آگاہی قیم طریقہ احمدیہ، محی سنن نبویہ، فرید العصر شمس الدین حبیب اللہ حضرت میرزا جان جاناں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ علوی سادات (۱) میں سے ہیں۔ آپ کا نسب (۲) شریف اٹھائیس واسطوں سے بتوسط محمد بن حنفیہ حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباء کرام عظیم امراء میں سے تھے۔ اور سلاطین تیموریہ سے قرابت رکھتے تھے۔ اوصاف حمیدہ اور پسندیدہ خصائل کے مالک تھے۔ مروت، عدالت، شجاعت، سخاوت اور کمال دین داری کی وجہ سے معروف تھے۔ آپ کے اجداد میں سے امیر عبدالسبحان جو کہ دو واسطوں سے اکبر بادشاہ کے نواسے تھے۔ ظاہری جاہ و شوکت کے باوجود طریقہ چشتیہ میں ان کے احوال خوب تھے۔ سحر خیز تھے اور ان کی آنکھیں محبت الٰہی کی وجہ سے اشک ریز رہتی تھیں۔ لوگوں کو مرید کرتے تھے اور ان کے تمام متوسلین ذاکر اور تہجد گزار تھے۔

آپ کی دادی صاحبہ، اسد خان وزیر کی دختر (۳) تھیں جو اوصاف کاملہ میں بے نظیر تھیں۔ اور آپ (کے دادا) کی صحبت کی وجہ سے مذہب اہل سنت و جماعت اختیار کر لیا تھا۔

Marfat.com

اور انہیں واردات الٰہیہ کا اتنا بڑا حصہ ملا تھا کہ وہ جمادات کی تسبیح سنا کرتی تھیں اور محبت خداوندی کے ذوق وشوق میں اپنے شوہر کی مثل سرشار تھیں۔علم ظاہری سے بھی بہرہ ور تھیں اور مثنوی حضرت مولوی روم کا درس دیا کرتی تھیں۔رحمتہ اللہ علیہا۔

حضرت مرزا مظہر کے والد:

آپ کے والد ماجد مرزا جان نے جاہ،دولت اور شاہی منصب (۴) ترک کر کے فقر و قناعت کی سلطنت اختیار کر لی تھی۔اور اپنے اسباب جاہ وچشم راہ مولیٰ میں فقراء میں تقسیم کر دیے۔صرف پچیس ہزار روپے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے رکھ لیے۔لیکن جب انہوں نے سنا کہ ان کے دوستوں میں سے کسی کو رقم کی اشد ضرورت ہے تو وہ تمام رقم اس کو دے دی۔کمالات انسانی اور اخلاق رحمانی میں یگانہ روزگار تھے۔۔۔وفا وحیا اور شکر وصبر آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے گھر میں کدو کی بیل لگائی۔تو ایک کنیز نے کہا کہ آپ تو توکل کے مدعی ہیں لیکن ساتھ ہی یہ کدو کی بیل بھی لگائی ہے۔کیا دل میں یہ خیال تو نہیں ہے کہ فاقہ کے وقت اس کے پتے وجڑیں کھالیں گے۔ایسا کرنے سے آپ نے اسباب پر اعتماد کیا ہے۔

آپ نے اس (لونڈی) کے قول کو تعلیم الٰہی جانتے ہوئے بیل کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر لی۔اور یاد خدا ہی کو دونوں جہانوں کا شرف سمجھتے ہوئے حضرت شاہ عبدالرحمٰن قادری (۵) سے طریقہ قادریہ حاصل کیا۔جو اپنے قوی جذبات اور تصرفات جلی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔اور ان کی صحبت کی برکت سے حالات علیہ پر فائز ہوئے تھے۔اور اپنے اوقات کو ذکر واطاعت وتلاوت سے معمور کیا۔ایک بار ان کے پیر نے آم کھائے جو کھٹے تھے۔اس لیے انہوں نے اسے زمین پر تھوک دیا۔اس کا شیرہ آپ نے راسخ عقیدت سے اپنی نزاکت ومرزائیت کو ترک کرتے ہوئے اپنی زبان سے مٹی ملا ہوا شیرہ زمین سے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔اس عمل خاکساری کی برکت سے ان پر خوب کیفیت طاری ہوئی۔رحمتہ اللہ علیہما (۶)۔

حضرت مرزا مظہر کی ولادت باسعادت ۱۱ رمضان المبارک کو ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ ہجری میں (۷)

Marfat.com

بوقت فجر بروز جمعہ ہوئی۔ جبکہ آفتاب عالم تاب نے نمودار ہو کر دنیا کو منور کیا:

ع ''طلوع شمس الملۃ والدین'' (۸) اور ''تولد صاحب شرع''

آپ کی تاریخ ولادت (کے مادے ہیں) ہے۔ آپ کی ولادت (۹) کا زائچہ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زائچہ مبارک سے صرف دو جگہ مختلف ہے۔ باقی مطابق زائچہ شریفہ ہے، اس لیے رشد و ہدایت کے آثار آپ کی پیشانی سے عیاں تھے۔ اور فہم و ذکاء کے انوار آپ کی جبین مبین سے درخشندہ تھے۔ ارباب فراست آپ کے علو فطرت کا مشاہدہ کر کے کہتے تھے آپ اہل کمال کے سردار ہوں گے۔ اور عقل مندوں پر سبقت لے جائیں گے۔

آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام (۱۰) کیا۔ اور کم سنی کے باوجود آپ کو تقسیم اوقات کی تاکید کرتے تھے، کہ وقت عزیز اور عمر شریف کا کوئی بدل نہیں ہے، اسے بے جا خرچ نہیں کرنا چاہیے۔

آپ کو آداب بادشاہی، فنون سپاہ گری اور ہنر وری کے صنائع بھی سیکھائے گئے (۱۱)۔ (آپ کے والد) فرماتے تھے اگر تم امیر ہوئے تو ارباب ہنر کی قدر کرنا اور اگر جیسا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ تم فقر و ترک کی زندگی اختیار کرو تو تمہیں اہل پیشہ و ہنر کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس لئے آپ نے ہر ہنر میں مہارت پیدا کی۔ ہر پیشہ کے ہنر ور آپ سے اپنے ہنر کی داد لیتے۔ جو بھی آپ سے ملتا وہ اپنے فن کا آپ کو استاد تسلیم کرتا۔

مجھے ایک ثقہ شخص کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ پچاس طرز کی تقطیع سے واقف تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے اسلحہ کے فن کو مرتبہ کمال تک پہنچایا تھا۔ کہ اگر بیس آدمی تلواروں سے ہم پر حملہ کریں اور ہمارے ہاتھ میں صرف ایک لکڑی کا عصا ہو ان میں سے ایک بھی ہمیں زخمی نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں ایک مرتبہ نماز مغرب سے فراغت کے بعد بادلوں کی تاریکی میں ایک شخص نے ہم پر خنجر سے حملہ کیا۔ جب بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں ہم نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین کر پھر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس نے ہم پر پھر حملہ کیا ہم نے خنجر چھین کر پھر اس کو دے دیا۔ اسی طرح

Marfat.com

اس نے سات مرتبہ کیا۔ آخر ہمارے پاؤں پر سر رکھ کر معذرت کی۔

ایک دفعہ ایک مست ہاتھی ہمارے راستے میں آ گیا۔ اور ہم گھوڑے پر سوار دوسری طرف سے آ رہے تھے۔ فیل بان نے فریاد کی کہ اس سے دور رہیں، کنارہ کشی اختیار کریں، ہمارا دل نہ مانا کہ ایک بے جگر حیوان سے مقابلہ نہ کریں۔ ہاتھی نے غضب ناک ہوکر ہمیں اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا۔ ہم نے میان سے خنجر نکالا اور اس کی سونڈ پر وار کیا۔ وہ چیخا اور ہمیں دور پھینک دیا۔ اور ہم فضل الٰہی سے سلامت رہے۔

ایک بار جہاد با شرائط ہوا جب جنگ کی نوبت تیر و نیزہ تک پہنچی تو سردار (۱۲) کو جو کہ ہمارے قریب کے ہاتھی پر سوار تھا، گمان گزرا کہ ہم خوفزدہ ہیں۔ اسی وقت ہم نے ایک غزل موزوں کی جسے سن کر وہ بہت متعجب ہوا۔

ہم ابھی نو سال کے ہی تھے کہ ہم نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ انھوں نے ہمارے حال پر بڑی عنایت فرمائی۔ اور ان ایام میں جب کبھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا تو حضرت کی صورت مبارک ہمارے سامنے ہوتی۔ ہم نے اپنی ظاہری آنکھوں سے حضرت کو بارہا دیکھا ہے۔ اور ہمارے حال پر بہت التفات فرماتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے ہمارے والد کے حضور میں ذکر کیا کہ قدیم صوفیہ وحدت الوجود کے قائل ہیں، لیکن مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے خلاف وحدت الشہود کو ترجیح دی ہے۔ ان مذاکرات کے دوران ہم نے دیکھا کہ خورشید کی مانند نور ظاہر ہوا ہے۔ اور اس نور میں سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور ہوا۔ مجھے یہاں (مجلس) سے اٹھ جانے کا ارشاد فرمایا۔ ہم نے یہ واقعہ اپنے والد سے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ممکن ہے تمھیں حضرت مجدد کے طریقہ سے فائدہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غایت درجہ معتدل بنایا تھا۔ اور اتباع سنت ہماری طینت میں ودیعت کی گئی ہے۔

ہم ابھی کم سن تھے کہ اپنے والد کے ہمراہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے

Marfat.com

لئے گئے جو کہ ہمارے والد کے پیر تھے۔ان سے تاثیرات وکرامات کا ظہور ہوتا تھا۔لیکن نماز میں تساہل سے کام لیتے تھے۔جس کی وجہ سے ہمارے دل میں ان سے نفرت پیدا ہوگئی۔کیونکہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تارک قابل اقتداءنہیں ہے۔مجھے خدشہ تھا کہ میرے والد کہیں مجھے ان سے بیعت ہونے کے لئے نہ کہیں۔

ایک دن ہم نے والد سے پوچھا کہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن نماز میں تساہل کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ ان پر سکر غالب ہے۔اس لئے معذور ہیں۔میں نے عرض کیا کہ ادائے نماز کے وقت تو ان پر سکر غالب آجاتا ہے۔اور امور دیگر کے معاملے میں ان پر صحو کا غلبہ ہوتا ہے۔آپ نے جھنجھلا کر فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فہم وذکاء اس لئے دیا ہے کہ تم ہمارے پیر پر اعتراض کرو؟ البتہ اس گفتگو سے ہماری ان سے بیعت کا اندیشہ دور ہوگیا۔

آپ فرماتے تھے کہ شور عشق ومحبت میری طینت کا خمیر ہے۔اور آغاز سے ہی میرا میلان طبع مظاہر جمیلہ کی طرف تھا۔مجھے یاد ہے کہ میں ابھی چھ ماہ کا بچہ تھا تو آپا کی گود سے ایک حسین عورت نے مجھے اٹھالیا۔اس کے جلوہ جمال سے میں بے خود ہوگیا۔اور اس کے ساتھ وابستگی ہوگئی۔اور اس کے دیدار کے بغیر بے قرار رہنے لگا۔اس کے فراق میں میں روتا تھا۔میں پانچ سال کا تھا کہ میری عاشقی کا شہرہ ہوگیا۔اور عوام میں یہ مشہور ہوگیا کہ اس بچے نے عاشقانہ مزاج پایا ہے(۱۳)۔

آپ فرماتے تھے کہ میری محبت کا جذبہ اس قدر رسا تھا کہ معشوقوں کی جسمانی بیماریوں کا ظہور میرے جسم میں ہو جاتا تھا۔ایک بار ایک جوان جو میرا منظور نظر تھا،اسے بخار ہوا تو مجھے بھی ہوگیا۔اس نے دوا کھائی تو اس دواء کا اثر مجھ پر بھی ہوا۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ نیم چاندنی رات تھی ہمارے گھر کا دروازہ بند تھا۔کہ ناگہاں وہ جواں ظاہر ہوا۔اس نے یاسمین کے پھول چنے اور میرے سر پر رکھ کر غائب ہوگیا۔وہ پھول صبح تک میری چارپائی پر پڑے رہے۔

آپ فرماتے تھے کہ جس نے اپنے چشم وروئے عشق کی خاکسارانہ زمین پر نہیں ملے وہ شوق

Marfat.com

سجدہ کی لذت سے محروم رہا کیوں کہ حدیث کے مطابق، سجدہ کرنے والا اللہ کے قدم پر ہوتا ہے۔
بعض تجلیات الٰہیہ دلربائی چشم اور بعض کمند کے حلقوں کی طرح ہوتی ہیں۔ تجلیات کا ذوق اور تاثیر جلوہ عارض وخال، وجدان محبت رسا کے مطابق حاصل کیا جاتا ہے۔
خواجہ حافظ شیرازی، شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ اوحد (الدین) کرمانی رحمتہ اللہ علیہم نے اپنے اشعار میں اصطلاحات وضع کر کے تجلیات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی دلربا حسن عشق کی بے تابی میں مصروف ہے وہ دراصل معشوق حقیقی کے جذبہ جمال کا پرتو ہے۔
(یہ اشعار) آپ کے دیوان میں پائے جاتے ہیں:

جلوہ مفت است اگر دیدہ بینای ہست
این (۱۴) جہاں آئینہ آئینہ سیمای ست
مہرو مہ ارض و سما آئینہ شکل اند ہمہ
میتواں یافت کہ در پردہ خود آرای ہست

(ترجمہ) اگر تو دیکھنے والی آنکھ رکھتا ہے تو یہاں جلوہ مفت ہے۔ اس جہاں کا ماتھا آئینہ ہے۔ مثلاً مہر و ماہ، ارض و سماء ائینہ کی مانند ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پردہ خود آرائی کے پردے میں ہے۔
اسی سلسلے میں عارف جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

برون زد خیمہ ز اقلیم تقدس
تجلی کرد بر آفاق و انفس
ازان لمعی فروغی بر گل افتاد
ز گل شوری بجان بلبل افتاد
رخ خود شمع زان آتش را فروخت
بہر کاشانہ صد پروانہ را سوخت

Marfat.com

(ترجمہ) اس نے تقدس کی اقلیم سے باہر خیمہ لگایا اور دنیا میں اپنا جلوہ ظاہر کر دیا۔اس کی چمک سے پھول روشن ہوا۔پھول سے بلبل میں شور پیدا ہوا (فریاد کرنا)۔شمع نے اس آگ میں سے اپنا چہرہ روشن کیا۔اور ہر گھر میں سیکڑوں پروانے جلا ڈالے۔

عشق مجازی دلوں کی گرمی اور بجھی ہوئی آتش الٰہی ہے بشرطیکہ دونوں کے درمیان ملاقات نہ ہو۔تاکہ وصال کا پانی دل کی حرارت کو سرد نہ کر دے۔اسی لیے کہا گیا ہے کہ جس میں شورانگیز عشق نہیں اس پر طریقہ حرام ہے۔آپ فرماتے تھے کہ **الحسن ماحسنه الشرع و القبیح ما قبحه الشـــرع** یعنی خوبی اسی میں ہے جسے شرع میں اچھا سمجھا جائے اور برائی اسی میں ہے جسے شرع برا قرار دے۔اگر چہ پرہیز گاری اور عبادت میں نور و صفا ہے۔لیکن طریق محبت سوز و گداز کی وجہ اذواق سے پر ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ مغیث نامی ایک شخص، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈی بریرہ پر عاشق ہو گیا تھا۔اور جب کبھی بریرہ بازار جاتی، مغیث اس کے پیچھے ہو لیتا، زار و قطار روتا اور آہیں بھرتا، اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر رحم آیا۔اس کی بریرہ سے سفارش کی کہ تو اس سے نکاح کر لے (۱۵)۔لونڈی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اگر اس باب میں وحی نازل ہوئی ہے تو مجھے قبول ہے ورنہ مجھے اختیار ہے کہ میں اس کی شکل بھی نہ دیکھوں، عرصہ دراز کے بعد مغیث درد عشق میں ہی مر گیا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عشق کیا، اسے پوشیدہ رکھا اور عفت کی زندگی گزاری اور (اسی حالت میں) مر گیا تو اس نے شہادت کی موت پائی۔اس حدیث کو دارمی (۱۶) نے روایت کیا ہے۔(حدیث) **من عشق و کتم و عف و مات مات شهیدا** (۱۷).

تاثرات محبت کے نوادر بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ایک عاشق آتش ہجر سے بے تاب ہو کر دریا میں کود پڑا اس کی معشوقہ کو اپنے عاشق کی موت کی خبر ملی تو وہ بھی ماتم کرتے ہوئے دریا میں کود پڑی شدید جستجو کے بعد دونوں کو اتحاد جذب محبت میں ہم آغوش پایا گیا:

Marfat.com

بسیار دیدہ ام کہ یکی را دو کرد تیغ

شمشیر عشق بین کہ دو کس رایکی کند

ترجمہ:۔ یہ تو بہت دیکھا ہے کہ تلوار ایک کے دو ٹکڑے کرتی ہے۔لیکن دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ عشق کی تلوار دو کو ایک کر دیتی ہے۔

آپ فرماتے تھے ایک عاشق رقابت کی تاب نہ لا سکا اور دیوانگی کی حالت میں اپنے معشوق کو زخمی کرنا چاہا۔کسی نے کہا کہ اس کا کیا قصور ہے؟ یہ تو تیرے دل کا قصور ہے۔(یہ سن کر) اس نے اپنا سینہ چاک کیا اور دل نکال کر خنجر سے اس پر اتنے زخم لگائے کہ دل پارہ پارہ ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک عاشق نے اپنے معشوق کو مجلس اغیار میں جانے سے منع کیا۔لیکن غرور حسن سے اس نے اس کی پروہ نہ کی۔اور جہاں وہ جانا چاہتا تھا چلا گیا۔بے چارہ عاشق دیر تک مارے غیرت وغم گریبان میں سر ڈالے رہا۔آتش غیرت سے اس کا ناتواں جسم جل گیا۔جب اسے دیکھا گیا تو مردہ پایا۔معشوق کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس نے بھی حسرت وندامت سے گریبان میں منہ ڈال اپنے عاشق کے تتبع میں جان دے دی۔دونوں کو ایک دوسرے کے قریب دفن کر دیا گیا۔

دوزخم سوزد اگر جنت ہوس باشد مرا

یک وجب جا از سر کوی تو بس باشد مرا

ترجمہ۔اگر جنت کی خواہش ہو تو دوزخ کی آگ مجھے جلا دے،میرے لیے تو آپ کے کوچہ کی نکڑ پر ایک بالشت جگہ ہی کافی ہے۔

آپ فرماتے تھے۔ایک مور ایک حسین عورت پر عاشق ہو گیا۔رقص کرتے ہوئے اس کے گرد چکر لگاتا تھا۔لوگ ملامت کرتے تھے کہ یہ عورت جانوروں کی معشوقہ ہے۔عورت کو لوگوں کے طعنوں سے غیرت آئی۔اس نے مور کو بلایا وہ رقص کرتا ہوا عورت کے پاس پہنچا۔عورت نے کہا کہ اپنی آنکھ میرے قریب کرو۔مور نے جو کہ عورت کا جانبار عاشق تھا اپنی آنکھ عورت کی طرف کر دی۔اس نے گرم سلاخ اس کی آنکھ میں پھیر دی۔اسی طرح اس نے دوسری آنکھ کے لیے کہا۔تو

Marfat.com

عاشق بے تاب نے وہ آنکھ بھی عورت کی طرف کردی۔ بے رحم عورت نے دوسری آنکھ میں بھی گرم سلاخ پھیر دی۔ مور دیر تک اس کے سامنے زمین پر تڑپتا رہا اور اپنی جان معشوقہ پر نثار کردی۔ عورت بھی اس ستم ظریفی کی حسرت سے چند روز کے بعد مرگئی۔

فرماتے تھے۔ ایک بے رحم جوان نے فاختہ کے جوڑے میں سے ایک کو شکار کرلیا۔ دوسری فاختہ دردِ تنہائی کی تاب نہ لاسکی۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ اور تنکے لاکر جمع کیے اور شکار شدہ کے پر بھی فراہم کیے اور اپنی چونچ میں انگارے لاکر اس پر ڈال دیے، تھوڑی دیر کے بعد آگ جلنے لگی۔ اور اس نے خود کو اس میں جلا ڈالا اور کہا:

مرا چون خلیل آتشی در دل است
کہ پندارم این شعلہ برمن گل است

ترجمہ:۔ حضرت خلیل علیہ السلام کی طرح میرے دل میں بھی آگ فروزاں ہے اور میں اس شعلے کو پھول سمجھتا ہوں۔

فرماتے تھے کہ موسم بہار میں ایک پھول بلبل کے پنجرے میں لٹکا دیا گیا۔ بلبل نے اپنا منہ برگ گل پر رکھ کر نالہ ہای موزوں کا آغاز کر دیا۔ زمانہ دراز تک وہ فریاد کرتا رہا پھر ناگہانی طور پر خاموش ہو گیا دیکھا تو اسے مردہ پایا گیا:

عجب از مردہ بناشد بہ در خیمۂ دوست
عجب از زندہ کہ چون جان بدر آورد سلیم

ترجمہ:۔ یار کے دروازے پر کسی لاش کا ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ پر انوکھی بات یہ ہے کہ کوئی زندہ سلیم کی طرح جان دے دے۔

راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ میں نے بھی راہ محبت کے بہت سے ایسے سبک رو دیکھے ہیں کہ مذکورات محبت میں محبت کی بھٹی کا شعلہ روشن کیا ہے۔ اور جان دے دی ہے اور کونین سے قطع تعلق کر کے مشاہدہ محبوب میں استغراق حاصل کیا ہے:

Marfat.com

الھم احینی فی حبک وامتنی فی حبک واحشر نی فی حبک.

(یعنی) خداوند کریم مجھے اپنی محبت میں زندہ رکھ، اپنی محبت میں مار اور میرا حشر بھی اپنی محبت میں کر۔

آپ فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا قدم میرے لیے مبارک ثابت ہوا (یعنی ولادت حضرت مرزا مظہر رحمتہ اللہ علیہ) کہ جس سال تم پیدا ہوئے، اسی سال ہم نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور فقر و قناعت کی دولت کو اپنایا۔ پس ان (والد ماجد) کی صحبت سے ہماری طبیعت میں ترک و تجرید سے رغبت پیدا ہوئی۔ اور فقر کو دولت مندی پر ترجیح دی۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم سولہ سال کے تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہو گئے۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ اپنے اوقات کار کی تقسیم اس قسم کی رکھنا جس سے کسب کمال ہو سکے۔ اور اپنی عمر فضول اشغال میں صرف نہ کرنا۔ والد کے متعلق سمجھیں کہ وہ زندہ ہے، باپ کی زندگی کا مقصد ہنر و کمال حاصل کرنے کی تربیت کرنا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ والد کی وصیت کے احترام میں میں نے اپنے اوقات حصول علم و عمل اور صحبت احباب میں تقسیم کر لیے۔ اور عمر و زندگانی سے بہرہ اندوز ہوا۔

فرماتے ہیں کہ والد کے انتقال کے بعد خیر خواہاں دنیا نے مجھے موروثی شاہی منصب کا حصول باور کروایا۔ ہم بادشاہ فرخ سیر کی ملازمت کرنے کے لیے (اس کے پاس) گئے اتفاق سے بادشاہ کو اس وقت زکام کا عارضہ ہو گیا۔ اور وہ دربار میں نہ آیا۔ اسی شب ہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ اپنے مزار سے باہر آئے۔ اور اپنا کلاہ میرے سر پر رکھ دیا۔۔۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین (۱۸) قدس سرہ تھے۔ پس ہمارا دل منصب اور جاہ کے حصول سے بے زار ہو گیا۔ اور درویشوں کی زیارت کا شوق غالب آ گیا جہاں کہیں کسی صاحب کمال کا نام سنتا زیارت کے لیے وہاں پہنچ جاتا۔

ایک مرتبہ میں شیخ کلیم اللہ چشتی (۱۹) رحمتہ اللہ علیہ جو کہ مشائخ وقت میں سے تھے، کی

Marfat.com

زیارت کے لیے گیا۔آپ حدیث کا درس دے رہے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ رات کے وقت جنات میں سے ایک دیو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا۔آپ نے دعائے حضرت سلیمان علیہ السلام پڑھے بغیر اسے پکڑنے کا ارادہ فرمایا۔اس سے میرے دل میں آیا کہ دیکھیں کہ شیخ اس حدیث کی کیا تاویل فرماتے ہیں؟انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مرید پر اس کے پیر کی اجازت کے بغیر تصرف نہ کرے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں شاہ مظفر قادری کی زیارت کے لیے گیا۔تو (اس وقت) کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا اس زمانہ میں ابدال واوتاد موجود ہیں؟انہوں نے جواب دیا کہ زمانہ دوستان خدا سے خالی نہیں ہوتا جس کسی کو ابدال کی زیارت کا شوق ہو وہ اس جوان (حضرت مرزا مظہر جان جاناں) کو دیکھ لے۔یہ وہ زمانہ تھا کہ جب کہ میں نے ابھی تک طریقہ اختیار نہیں کیا تھا۔لیکن شیخ نے اپنے نور فراست سے میرے حق میں یہ بات فرمائی تھی۔

فرماتے ہیں کہ میں نے شاہ غلام محمد موحد کی زیارت بھی کی ہے۔ان کی خانقاہ صبر و قناعت و زہد و توکل کے اعتبار سے حضرت جنید (بغدادی) رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے مثل تھی۔

فرماتے ہیں کہ میں میر ہاشم جالیسری کی زیارت کے لیے بھی گیا۔وہ فرماتے تھے کہ میرے پیر نے پانچ ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا۔میر ہاشم کو الہام ہوا کہ تمہاری موت کا وقت قریب ہے اور تمہارا مدفن خطہ کشمیر ہے۔وہ طی ارض کے بعد کشمیر گئے تو وہاں ان کا انتقال ہو گیا۔رحمۃ اللہ علیہ۔

اسی طرح آپ کو بہت سے بزرگوں کی صحبت میسر آئی ہے جنہوں نے آپ پر نظر عنایت کی۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ اولاد جو غیر فاطمی ہو علوی (سادات علویہ) کہلاتی ہے۔

۲۔ حضرت مظہر رحمتہ اللہ علیہ کا نسب بتوسط حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح ہے: آپ کے والد میرزا جان جانی بن میرزا عبدالسبحان بن میرزا محمد امان بن شاہ بابا سلطان بن بابا خان بن امیر غلام محمد بن امیر محمد بن خواجہ رستم شاہ بن امیر کمال الدین جوانمرد (جن کا نسب انیس واسطوں سے محمد بن حنفیہ کے توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے)۔ نعیم اللہ بہڑائچی: معمولات مظہریہ، ص۱۱۔

۳۔ مولانا نعیم اللہ بہڑائچی نے انہیں اسد خان وزیر کی خالہ زاد بہن لکھا ہے۔ ''ہمشیر خالہ زاد اسد خان وزیر بودند'' (معمولات مظہریہ، ص۱۴)۔

۴۔ گارساں دتاسی نے لکھا ہے کہ عہدہ قضا پر فائز تھے۔ تاریخ ادبیات ہندوستان۔ ج ۲/۲۹۷ (فرانسیسی) (بحوالہ عبدالرزاق قریشی: مرزا مظہر اور ان کا کلام ص۴۳)۔ اورنگ زیب کے دربار سے متوسل تھے۔ شیفتہ کا بیان ہے کہ وہ کسی بات پر اورنگ زیب سے ناراض ہو کر اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے تھے۔ (گلشن بے خار، لکھنو، ص۱۸۳) لیکن اس بیان کی تصدیق دوسرے مآخذ سے نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں صاحب بشارات مظہریہ کا بیان ہے کہ جن دنوں اورنگ زیب تسخیر دکن میں مصروف تھا، صوبہ دار ارکاٹ نے بغاوت کی، چونکہ میرزا جان کے صوبہ دار سے اچھے تعلقات تھے اس لیے بادشاہ نے صلح کے لیے انہیں روانہ کیا۔ انہوں نے اسے بادشاہ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔ صوبہ دار نے بہت سے تحائف اورنگ زیب کے لیے بھیجے جو انہوں نے اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کر دیے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور کہا

Marfat.com

بولو کیا چاہتے ہو۔انہوں نے کہا کہ میں اپنے منصب میں ترقی چاہتا ہوں۔بادشاہ کو غصہ آ گیا کہا تمہیں اپنے اجداد کی نمک حرامی یاد نہیں ہے؟انہوں نے جواب دیا نمک حرامی اور جانفشانی دونوں یاد ہیں۔انہی لوگوں کی جانفشانی کا نتیجہ ہے کہ آج ہندوستان کا تخت آپ کے تصرف میں ہے۔بادشاہ نے کہا کہ خلد مکانی نے مجھے چند وصیتیں کی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ تمہارے خاندان کے کسی فرد کو اعلیٰ منصب نہ دیا جائے۔چنانچہ مرزا جان نے کہا کہ میں بھی اس خدمت سے دست بردار ہوتا ہوں۔چنانچہ انہوں نے استعفا دے دیا اور اکبرآباد آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔(نعیم اللہ بہڑائچی:بشارات مظہریہ،قلمی ورق ۱۸۔۱ بحوالہ عبدالرزاق قریشی:بشارات مظہریہ،تعارفی مقالہ مشمولہ معارف،مئی ۱۹۶۸ء،ص ۳۳۴۔۳۳۵)۔

اس بیان میں دو تاریخی غلطیاں ہیں ایک تو اورنگ زیب کے زمانے میں ارکاٹ صوبہ نہیں تھا۔اس لیے صوبہ دار ارکاٹ کی بغاوت بے بنیاد ہے ممکن ہے کسی اور صوبہ دار نے بغاوت کی ہو اور نام غلط کتابت ہو گیا ہو۔دوسرے خلد مکاں خود اورنگ زیب کو کہتے ہیں۔لیکن اس سے شیفتہ کے بیان کی ضرور تائید ہو جاتی ہے تاہم یہ بیان پھر بھی تاریخی سند کا محتاج ہے۔ (ایضاً ص ۳۳۵)

خود حضرت مظہر کا بیان ہے:

پدرم بہ جرم خان مذکور (باباخان) کہ در عہد اکبر مصدر بغی شدہ بود بہ عار کم منصبی گرفتار بود (مکاتیب حضرت مظہر۔مکتوب اول کلمات طیبات،ص ۱۲)۔

حضرت مظہر کے ایک اور معتبر خلیفہ میر عبدالباقی نے لکھا ہے کہ آپ کے والد کو اورنگ زیب نے منصب نہصدی دیا تھا۔روزی از مقالات والد بزگوار خود کہ مرزا جان نام داشتند وخلد مکاں بہ منصب نہصدی باپشان رعایت کردہ نقل می فرمودند'' (مال الکمال،قلمی،ورق ۵۴۔۱)

Marfat.com

۵۔ حضرت حاجی عبدالرحمٰن دہلوی، قادری سلسلہ کی مشہور شاخ نوشاہی (بانی سلسلہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش مدفون ساہن پال گجرات ف ۱۰۶۴ھ) سے تعلق رکھتے تھے اس لیے قادری نوشاہی تھے۔ حضرت پیر محمد سچیار نوشہروی (ف ۱۱۱۹ھ، ۱۷۰۷ء) سے بیعت تھے۔ کچھ عرصہ شاہ نتھا سلطان سوہدروی کی خدمت میں گزارا (صداقت، محمد ماہ: ثواقب المناقب، قلمی، مملوکہ مولانا شرافت نوشاہی، ص ۱۹۶)۔ اپنے شیخ کی وفات ۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء کے بعد شاہ عبدالرحمٰن دہلی چلے گئے۔ پھر حج کیا (ایضاً، ص ۲۰۲)۔ ایک سال تک احمد آباد میں مقیم رہے۔ (ایضاً، ص ۲۰۲)۔ دہلی میں کوچہ خان دوران میں سکونت تھی۔ مراۃ الغفوریہ میں ہے: حاجی عبدالرحمٰن در دار سلطنت شاہ جہاں آباد در کوچہ خان دوران خواص بادشاہ (سکونت دارد) ورق ۱۰۶ ب۔ امام بخش لاہوری: مراۃ الغفوریہ، رونوگراف مملوکہ سید شرافت نوشاہی۔ حاجی شاہ عبدالرحمٰن نے اپنے مرید علامہ محمد ماہ صداقت کنجاہی کو رسالہ الاعجاز کے پراگندہ اوراق مرتب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صداقت نے ثواقب المناقب کے نام سے ایک کتاب مرتب کردی (دیباچہ ثواقب المناقب)۔ حاجی عبدالرحمٰن کی ایک تصنیف مثنوی گنج راز (فارسی) بھی ہے۔ جسے غلام احمد بریاں نے ۱۳۱۳ھ میں مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ حاجی عبدالرحمٰن کے ایک فرزند میاں عبداللہ تھے (شریف التواریخ، جلد سوم، حصہ دوم، ص ۲۳۸)۔ میرزا جان کے علاوہ شیخ عبدالکریم دہلوی اور علامہ محمد ماہ صداقت کنجاہی (مصنف ثواقب المناقب) بھی حاجی عبدالرحمٰن کے خلفاء میں سے تھے۔ حاجی صاحب، ثواقب المناقب کی تصنیف ۱۱۲۷ھ کے وقت بقید حیات تھے۔ (ر۔ک۔ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ، جلد سوم، حصہ دوم، ص ۲۳۳۔ ۲۴۰، قلمی، مملوکہ سید شرافت نوشاہی)۔

۶۔ حضرت مظہر کے والد مرزا جان کا انتقال ۱۱۳۰ھ میں ہوا۔ خود لکھتے ہیں:

Marfat.com

درسال ہزار وصد وسی ہجری انتقال ازین عالم فرمودہ (کلمات طیبات، مکتوب اول، ص ۱۳)

وہ متعدد علوم کے ماہر تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ مرزا محمد زاہد (استاذ شاہ عبدالرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ) کہا کرتے تھے کہ

''تقریر میرزا جان، جان من است'' (مناظر احسن گیلانی: تذکرہ شاہ ولی اللہ، ص ۱۸۴)۔

میرزا جان کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ جان تخلص کرتے تھے۔ ان کا کلام تذکروں میں نہیں ملتا۔ ان کے صرف دو شعر حضرت مظہر کی بیاض خریطہ جواہر میں درج ہیں:

نی صبر و نی قرار و نی امید وصل یار
چوں من کسی بکام دل روزگار نیست
چون شد دل خدنگ تو تا از تو درد مند
آن نیز رفتہ رفتہ بہ پہلوئی ما نشست

میرزا جان خوبان روزگار میں سے تھے۔ ان کے عہد کے اکثر امراء و سلاطین ان کے عادات و اطوار کو سند و حجت مانتے تھے۔ عالمگیر کے لشکر میں صرف چند اشخاص ہی اس مرتبہ کے تھے اور مرزا جان ان سب کے مقتداء تھے۔ کشتی و تیر اندازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ فن کشتی میں ان کے بے شمار شاگرد تھے (نعیم اللہ بہرا یچی: بشارات مظہریہ، قلمی، بحوالہ عبدالرزاق قریشی: بشارات مظہریہ، مقالہ مشمولہ معارف ۱۹۶۸ء، ص ۳۳۳) مرزا جان کے تین لطائف معمولات مظہریہ، (ص ۱۱-۱۴) میں محفوظ ہیں۔

۷۔ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے سال ولادت میں اختلاف ہے۔ مولانا نعیم اللہ اور حضرت شاہ غلام علی نے ۱۱۱۱ھ اور ۱۱۱۳ھ دونوں سنین دیے ہیں۔ مولانا نعیم اللہ ۱۱۱۱ھ کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

''ولادت باسعادت آن......یعنی حضرت ایشان.....درسنہ ہزار و صدو یازدہ ہجریست وبقولی سیزدہ چنانکہ حضرت ایشان در مکتوبی نوشہ اندامار وایت اولیٰ مطابق حساب عقود رشتہ سالگرہ وموافق قول حضرت ایشان ست کہ درعنوان عالی شان دیوان خود بیان فرمودہ کہ امروز کہ ہزار وصدو ہفتاد ہجریست ومدت عمر بشست رسیدہ صحیح می نماید'' (معمولات مظہریہ،ص ۵۔۶)۔

خود حضرت مظہر نے تین مواقع پر اپنا سال ولادت مختلف بیان فرمایا:

(۱) آزاد بلگرامی کوان کی تصنیف سرو آزاد کے لیے جب اپنے حالات بھیجے تو لکھا۔ ''درعشرہ اولی مایہ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد'' (سرو آزاد،ص ۲۳۱)۔اس کے مطابق سنہ ولادت ۱۱۱۰ھ سے پہلے ہونا چاہیے۔

(۲) اپنے فارسی دیوان کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت ۱۱۷۰ھ ہے اور میری عمر ساٹھ سال ہے۔اس بیان سے سال ولادت ۱۱۱۰ھ یا ۱۱۱۱ھ قرار پائے گا۔

(۳) اپنے ایک مرید کی استدعا پر اپنے حالات اس کو لکھ کر بھیجے اس میں لکھا کہ میری ولادت ۱۱۱۳ھ میں ہوئی (مکتوب اول کتاب ہذا)۔اسی مکتوب میں اپنے والد کا سال وفات ۱۱۳۰ھ اور اس وفات کے وقت اپنی عمر سولہ سال بتائی ہے۔تمام تذکرے ان کی عمر کے بارے میں متفق ہیں۔اس لیے ان بیانات کی روشنی میں آپ کا سال ولادت ۱۱۱۳ھ قرار پائے گا (عبدالرزق: مرزا مظہر،ص ۴۵۔۴۶)۔ڈاکٹر خلیق انجم نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ''مرزا مظہر جان جاناں'' میں مختلف شواہد کی بنا پر آپ کا سال ولادت ۱۱۱۰ھ ثابت کیا ہے (خلیق انجم: مرزا مظہر کے خطوط حاشیہ،ص ۱۳)۔لیکن ۱۱۱۱ھ کو آپ کے مریدین نے ترجیح دی ہے۔اس لیے اسی کو معتبر سمجھنا چاہیے۔

۸۔ ''طلوع شمس الملتہ والدین'' کے اعداد جمع کرنے سے ۱۱۱۷ھ برآمد ہوتا ہے۔اس

Marfat.com

میں "ؤ" کے ۶ عدد خارج کر دیے جائیں تو آپ کا سال ولادت ۱۱۱۱ھ بن جاتا ہے جو دوسرے مادے سے مطابقت رکھتا ہے۔

"تولد صاحب شرع" کے اعداد ۱۱۱۱ھ ہوتے ہیں۔

۹۔ حضرت مظہر کے والد آگرہ کی طرف جا رہے تھے کہ موضع کالا باغ (حدود مالوہ) میں حضرت مظہر کی ولادت ہوئی (معمولات، ص۶)۔

۱۰۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو آپ کے والد نے آپ کی تعلیم کا خود ذمہ لیا۔ اور علوم عربیہ کی تحصیل کے لیے ایک فاضل کو مقرر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے "عربی اور کمالات درویشی" کے ابتدائی علوم والد سے سیکھے (بشارات، ورق ۸۔۱) اور سن تمیز تک آپ آگرہ ہی میں رہے۔ اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے۔ بقول مولوی نعیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔

نشو و نمائی آنحضرت تا سن تمیز در مستقر الخلافۃ اکبرآباد است و صرف برگزیدہ عمر در دار الخلافۃ شہ جہان آباد........الخ (بشارات، ورق ۱۱۔ب)۔

ہم عصر تذکرہ نویسوں نے بھی حضرت مظہر کے تبحر علم کا ذکر کیا ہے مثلاً گردیزی کا بیان ہے:

"انہیں علم فقہ و حدیث میں حظ وافر اور کتب سیر و تاریخ میں بہرۂ کامل حاصل تھا۔"

(تذکرہ ریختہ گویاں اور تذکرہ مسرت افزاء وغیرہ)۔

"مرزا صاحب کی تعلیم عالمانہ نہ تھی مگر علم حدیث با اصول پڑھا تھا" (آب حیات، ص۱۴۰)۔

(عبدالرزاق قریشی: مرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ص ۵۱)۔

۱۱۔ حضرت مظہر خود فرماتے ہیں کہ: "ہم نے 'فنون بانک و پٹہ' کے استعمال میں چودہ سال صرف کر کے مہارت تامہ حاصل کی تھی":

فقیر چہاردہ سال در استعمال و اکتساب فنون بانک و پٹہ صرف کردہ مہارت تمام حاصل نمودہ" (بشارات، ۶۔ب)۔

Marfat.com

۱۲۔ اس سردار کا نام شیخ سرافراز علی خان پوربی تھا۔ مولوی نعیم اللہ لکھتے ہیں:۔
یک بار بہ نیت جہاد بر لشکر کفار رفتہ بودند در عین معرکہ در انجا غزلی گفتند کہ شیخ سرافراز علی خان پوربی کہ امیر لشکر اسلام بودند بیسار آنرا پسندیدند و بر شجاعت ایشان تحسین کردند (بشارات، ورق ۷۔ب)۔

۱۳۔ حضرت مظہر کی حسن دوستی کو شعراء کے تذکرہ نگاروں نے عشقیہ داستانیں بنا کر پیش کیا ہے۔

۱۴۔ دیوان حضرت مظہر، طبع اول مطبع مصطفائی، کانپور۔ ۱۲۷۱ھ، ص ۳۰۔ دوسرے مصرعے میں این کے بجائے کین ہے۔ لیکن مقامات مظہری کے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہاں ''این'' ہی ہے۔

۱۵۔ ترمذی شریف میں ہے ''حضرت بریرہ'' حضرت مغیث کی نکاح میں تھیں۔ جب انہیں آزاد کیا گیا تو انہیں اختیار دے دیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہیں یا علیحدگی اختیار کریں۔ اس دوران حضرت مغیث رویا کرتے تھے اور کوشش کرتے کہ بریرہ ان کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جائیں۔ لیکن وہ نہ مانیں۔ (ترمذی باب ماجاء فی الامتہ تعتق ولھا زوج، طبع سعید اینڈ کمپنی، کراچی، ۲۱۹/۱، سیر اعلام النبلاء ۲۹۷/۲)۔

۱۶۔ مسند دارمی کے مطبوعہ اور مروجہ نسخوں میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔

۱۷۔ البتہ حافظ سیوطی نے جامع الصغیر ۱۶۰/۲ اور مناوی نے حاشیہ جامع الصغیر ۱۷/۲ میں اسے اس طرح نقل کیا ہے۔ من عشق فکتم و عف فمات فھو شھید (بحوالہ تعلیقات صوفی نامہ نوشتہ غلام حسین یوسفی، تہران ۱۳۴۷خ، ص ۳۸۶)۔ نیز قطب الدین عبادی نے التصفیہ فی احوال المتصوفہ (صوفی نامہ)، ص ۳۰۹ میں اسے نقل کیا ہے جو متن مقامات مظہری کے عین مطابق ہے۔ نیز ملاحظہ ہو:

Marfat.com

عبدالرحمٰن شیبانی: تمیز الطیب من الخبیث، مصر ۱۳۴۷ھ، ص ۱۶۵۔

علی قاری، ملا: موضوعات، ص ۷۳۔

۱۸۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (سال وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ)۔

۱۹۔ حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی متوفی ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء۔

تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۶۶۔۴۲۶۔

Marfat.com

پانچویں فصل

آپ کا حضرت نور محمد بدایونی سے استفادہ

آپ فرماتے ہیں کہ میری عمر اٹھارہ سال تھی کہ ایک شخص نے حضرت سید قدس سرہ (نور محمد بدایونی) کے کمالات کا ذکر میرے سامنے کیا۔ حضرت کے اوصاف سنتے ہی دل ان کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مشتاق ہوگیا۔ پس آنحضرت کے دیدار معرفت بار کا شرف حاصل کیا۔ انہیں بزرگ پایا، متشرع، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن مبارکہ کا متبع اور خدائے سجانہ کے اخلاق کا پیکر پایا۔ آپ کی صحبت کے انوار مبارک دل کے لیے صفا بخش اور جان کے لیے راحت افزا تھے یقین کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ شاہد مقصود اسی جگہ ہے۔ اور مردہ دل کو اطمینان ہوا کہ شہود حق یہیں جلوہ فرما ہے، کس لیے آئے ہو؟ حضرت نے پوچھا، عرض کیا استفادہ کے لیے۔ اگر چہ استخارہ کے بغیر تلقین طریقہ آپ کی عادت کے خلاف تھا۔ لیکن فضل الٰہی سے بندہ کے حال پر بلا توقف توجہ فرمائی۔ جس سے میرے لطائف خمسہ اسم ذات کا ذکر کرنے لگے۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی پہلی توجہ سے لطائف خمسہ ذکر الٰہی سے جاری ہو جاتے ہیں اور سالک تجلی صفاتی کا مورد ہو جاتا ہے۔ آپ کی توجہ کی تاثیر سے باطن میں اس قسم کا رنگ آیا کہ آئینہ میں اپنی صورت آپ کی ہیئت شریف کی مثل پاتا تھا۔ جس سے محبت بڑھ گئی اور آپ سے عقیدت راسخ ہوگئی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت مستفیدوں کے حال پر بہت التفات فرماتے تھے۔ اور ان کی لغزشوں پر انہیں متنبہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز میری نگاہ ایک نامحرم پر جا پڑی جب میں آپ کی

Marfat.com

خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ مجھے تم سے زنا کی ظلمت آرہی ہے۔شاید تمہاری نگاہ کسی نامحرم پر پڑ گئی ہے۔اسی وقت میں نے توجہ کی تو اس بے جانظر کی ظلمت کا اپنے باطن میں معائنہ کیا۔

ایک روز سر راہ میری ایک شرابی سے ملاقات ہوگئی تو حضرت نے فرمایا کہ آج تیرے باطن میں مجھے ظلمت شراب نظر آرہی ہے۔شاید تم نے شراب پی لی ہے۔جب انہوں نے میرے حال پر توجہ کی تو شراب کی کدورت مجھ میں عیاں تھی۔فرمایا کہ فاسقوں سے ملاقات نور باطن مکدر کر دیتی ہے۔معاذ اللہ گناہ کے مرتکب کی کیا حالت ہوگی۔

اسی طرح (اپنے) اصحاب کے اعمال کے انوار کے ظہور کا مشاہدہ ان کے باطن میں کرتے تھے۔اگر میں کلمہ طیبہ کا ورد کر کے حاضر ہوتا تو فرماتے کہ آج تو نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا ہے۔اور اسی طرح اگر درود پڑھ کر جاتا تو فرماتے کہ آج تم سے انوار درود ظاہر ہو رہے ہیں۔

ایک روز فرمایا کہ درود پڑھتے وقت اس کا شمار بھی ملحوظ رکھنا چاہیے، بندہ نے عرض کیا کہ اعداد کیسے معلوم ہو سکتے ہیں؟ تو فرمایا کہ انوار سو پتیوں والے پھول کی مثل جدا جدا نظر آتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت کے حکم سے اصل السوس (ملٹھی) کوٹ رہا تھا فرمایا کہ کیا باریک ہوگئی ہے؟ عرض کیا کہ البتہ۔تو حضرت نے اپنے دست مبارک سے اسے مسل کر فرمایا کہ ابھی باریک نہیں ہوئی ہے۔تحقیق کر کے گفتگو کرنی چاہیے۔تا کہ اس طرح جھوٹ کی عادت نہ پڑ جائے۔

آپ فرماتے تھے کہ آنخضرت کی صحبت کی برکت سے بہت تھوڑی مدت میں طریقہ باطن کے حالات و کیفیات حاصل ہو گئے۔متواتر جذبات حاصل کرنے سے دل غیر کی محبت سے پاک ہو گیا اور حضرت حق سبحانہ کی محبت (دل میں) گھر کر گئی۔اور کسی کی محبت دل میں نہ رہی۔شوق کی بے تابی سے نیند، کھانا اور آرام جاتا رہا۔سر و پا سے برہنہ ویرانوں میں گشت کرتا پھرا۔بھوک کی شدت سے درختوں کے تھوڑے سے پتے کھالیتا۔اپنا زیادہ وقت مراقبہ میں گزارتا۔نگران و انتظار میں دل حقیقت الحقائق کی طرف متوجہ رہتا۔حضور اور احسان لطیفہ قلب کے موافق حاصل ہوا۔اور

Marfat.com

ان تعبد الله کانک تراه (۱)۔یعنی تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، کا مرتبہ (میرے) وصف حال ہوا اور محویت فنا و بقا اور وصل اور مقصود کی یافت جو کہ صاحب دل حضرات میں متعارف ہے حاصل ہوئی دل سے خطرات جاتے رہے اور اسرار توحید منکشف ہو گئے۔تمام نباتات و جمادات محبوب کی صورت میں نظر آنے لگے۔کبھی وحدت، کثرت میں مشہود ہوتی اور کبھی غیریت کا وہم خیال سے مٹ جاتا اور فوری طور پر گریہ جاری ہو جاتا اور دل میں آہ و نالہای بے تابی بڑھ جاتے۔اور گریہ یا خوف الٰہی اور ممنوع امور کے ارتکاب سے ندامت آتی یا ذکر جہر کے سوز و گداز سے رقت دل میں اضافہ ہو جاتا۔اصحاب وجد و حال کی کیفیات کے انعکاس سے آنسو جاری ہو جاتے یا مقام جذبہ کی حرارت و بے تابی سے گریہ حاصل ہوتا:

بلبلی برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت
واند راں برگ و نوا خوش نالہای زار داشت
گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست
گفت ما را جلوۂ، معشوق دراین کار داشت

(ترجمہ) بلبل خوش رنگ پھول کی پتی چونچ میں لیے ہوئے تھی اور اس حالت میں آہ و زاری کر رہی تھی، میں نے اس سے کہا عین حالت وصل میں نالہ وفریاد کا کیا معنی؟ اس نے کہا جلوہ معشوق نے ہمیں اس کام پر مامور کیا ہوا ہے۔

وہ وصل جو لطیفہ قلب کو اپنے اصل سے ہوتا ہے وہ شوق کی بے تابیوں کا مقتضی ہوتا ہے جو ''جمال شاہداں'' ''استماع نغمات اور نالہ ہای ذوق کا'' باعث ہوتا ہے۔اور کچھ عرصہ اسی ذوق و شوق میں گزرا، سکر و مستی نے ماسوا (کے تصور سے) بے خبر کر دیا۔یہاں تک کہ لطیفہ قلب کی'' سلطنت'' انجام کو پہنچی اور لطیفہ دماغی سے سابقہ پڑا۔آتش شوق ٹھنڈی پڑ گئی۔آہ و نالہ کی مجال بھی نہ رہی۔سکوت (اطمینان) اور بے ذوقی پیدا ہوئی تو میں نے اپنے حال کی شکایت حضرت سید سے کی۔تو انہوں نے بڑے تاسف سے فرمایا اب وہ کیفیتیں کہاں؟ یہی بے مزگی مبارک ہو۔اس مقام

Marfat.com

میں دیگر حالات پر فائز ہوا۔ چنانچہ لطیفہ قلب کو جذبات، نگرانی اور انتظار خود بخود میسر آ گئے۔ لطائف اربعہ اور لطیفہ نفس بھی حاصل ہو گئے۔ اور فنائی نفس، تہذیب اخلاق، استہلاک، اضمحلال، زوال عین، اثر اور فنائے انا حاصل ہوئے۔ صفات و کمالات کو اصل سے منسوب پا کر اپنے کو عدم محض میں مشاہدہ کیا اور اس مقام کے علوم و معارف حاصل ہوئے۔ نسبت کے انوار نے وسیع ہو کر بدن کا احاطہ کر لیا۔ جو خطرات لطیفہ دماغ سے قلب پر گرتے تھے وہ بھی زائل ہو گئے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر لطیفہ کی تسلیک جدا جدا فرمایا کرتے تھے پھر حضرت مجدد نے لطیفہ قلب کی تسلیک و تہذیب کے بعد لطیفہ نفس مقرر فرمایا ہے۔ ان دونوں لطائف کے ضمن میں لطیفہ روح، لطیفہ سر لطیفہ خفی، لطیفہ اخفی نور و صفائی اپنے اصل سے فنا و بقا حاصل کرتے ہیں (۲)۔

آپ فرماتے تھے کہ ہم نے حضرت سید قدس سرہ سے چار سال تک استفادہ کیا۔ ہمیں اجازت تعلیم طریقہ اور تبرک خرقہ شریفہ عنایت فرمایا۔ اور عقیدہ اہل سنت و جماعت، سنت کے مطابق عمل اور بدعت سے اجتناب کرنے کی وصیت کی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ گلشن (۳) خلیفہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہما نے مجھ سے پوچھا تمہارے شیخ نے تمہیں کس مقام کی بشارت دی تھی اور سیر و سلوک باطن میں انہوں نے تمہیں کہاں تک پہنچایا تھا۔ اس پر آنحضرت میرے بارے میں جو کچھ فرمایا کرتے تھے اور حالات و واردات مقام کا ادراک میں نے کیا تھا وہ بیان کر دیا تو حضرت شاہ گلشن کو تعجب ہوا۔ اور انکار کرتے ہوئے فرمایا تمہارے پیر تو بڑے بلند دعوے کرتے ہیں۔ لیکن یہ نسبت تو مشہور مقابر میں بھی نہیں پائی جاتی۔ تو میں نے اس کی شکایت حضرت سید سے کی، کہ حضرت شاہ گلشن تو آپ کا انکار کرتے ہیں۔ (یہ سن کر) آپ نے فرمایا تم وہاں کیوں گئے؟ ان کا علم خدا کا علم تو نہیں جو ہر چیز کو محیط ہے۔ یا میں کوئی پیغمبر تو نہیں ہوں کہ میرا انکار کفر کا موجب بن جائے اور میں نے ولایت کا دعویٰ بھی نہیں کیا کہ اس انکار سے فسق لازم آئے..... اس طرح شاہ گلشن سے میری ملاقات تو ترک ہو گئی۔ کیوں کہ (مشائخ کا قول ہے) جو تیرے پیر کے بارے میں برا خیال کرے اور تو اسے اچھا سمجھے تو تجھ سے کتا بہتر ہے۔

Marfat.com

ایک سال کے بعد شاہ گلشن سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔انہوں نے فرمایا کہ تم مجھ سے ناراض ہو؟ کیوں کہ میں نے تمہارے پیر کا انکار کیا تھا۔میں نے اثبات میں جواب دیا۔تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیر کا کمال ہم پر ظاہر کر دیا ہے۔کہ ایک روز میں بازار میں بیٹھا تھا ایک پالکی سوار وہاں آیا۔(اس کے آنے سے) تو تمام بازار منور ہو گیا۔کسی نے کہا یہ تو مرزا جان جانان کے پیر ہیں۔میں ان کا تعاقب کرتا ہوا ان کے گھر کے اندر چلا گیا۔تو ان کے گھر کو خانہ خدا کی مثل انوار وصفا سے لبریز پایا، دیواروں اور زمین سے کیفیات الٰہیہ موجزن تھیں کہ میں نے اکثر قبور کو بھی اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔

میں نے حضرت سید کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آج شاہ گلشن نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔جیسا کہ انکار درویشان سے ان پر اثر نہیں ہوا تھا، اسی طرح کلمہ مدح اور اقرار بھی آپ کے لیے خوشی کا باعث نہ بنا۔کیوں کہ آپ کا نفس قدسی عوام کی مدح اور سوءظن سے پاک تھا۔رضا و تسلیم آپ کی خوبی تھی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سید قدس سرہ کی وفات کے بعد میں نے آپ کے مزار مقدس سے اقتباس انوار کا طریقہ اختیار کیا۔اور چھ سال تک زیارت مزار کے لیے جاتا رہا۔آپ کی توجہ سے باطنی ترقی ہوئی۔سلوک باطن، سیر صفات، شیونات اور اصول سے گزر کر معاملہ "تجلیات اسم ہو الباطن" تک پہنچ گیا۔اور نمایاں تغیرات، احوال عجیبہ نسبت باطن میں مشاہدہ کرنے لگا۔

چنانچہ علی کثیری (۴) خلیفہ حضرت محمد صدیق (۵) رحمتہ اللہ علیہما میرے بارے میں فرماتے تھے کہ حضرت سید کے مزار کی ملازمت سے تمہاری نسبت میں نیا رنگ (رونقی دیگر) آیا ہے اور ترقی ہوئی ہے۔میں نے کہا میں بھی اپنے حالات میں ترقی محسوس کرتا ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سید نے خواب میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے کمالات بے انتہا ہیں۔اس لیے اپنی عمر طلب حق میں صرف کرنی چاہیے۔قبور سے استفادہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں جا کر مقامات قرب حاصل کرنے چاہیے۔چنانچہ اس سلسلے میں

Marfat.com

آپ کا حکم متعدد مرتبہ صادر ہوا۔ اس لیے میں نے آپ کے حکم کے مطابق بزرگان وقت کی طرف رجوع کیا۔

حواشی

۱۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر ۱۴/۱۱۱، باب ۳۷۔

۲۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:

مقامات مظہری، فصل مکاتیب (مکتوب ۲۴)۔

شاہ ابو سعید مجددی : ہدایت الطالبین مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۴۴ھ۔

شاہ احمد سعید مجددی : اربع انہار، دہلی

شاہ غلام علی دہلوی : ایضاح الطریقۃ، لاہور۔

شاہ ولی اللہ : الطاف القدس مرتبہ عبدالحمید سواتی، گوجرانوالہ، ۱۹۶۴ء۔

۳۔ حضرت شاہ گلشن متوفی ۱۱۴۰ھ کے حالات شعراء کے تذکروں میں ملاحظہ کریں، چند نام یہ ہیں:

ازاد بلگرامی : سرو آزاد، ص ۱۹۸۔۱۹۹

سرخوش : کلمات الشعراء، ص ۹۶۔۹۷

حسینی : تذکرہ حسینی، ص ۲۸۴

خوش گو : سفینہ خوش گو، ص ۱۶۵۔۱۷۰

Marfat.com

۴۔ مقامات مظہری کی دونوں اشاعتوں میں یہ نام علی کشمیری طبع ہوا ہے جو سہو کتابت ہے۔معمولات مظہریہ، ص ۱۵ میں یہ نام علی کثیری ہے جو اس لیے درست ہے کہ یہاں واضح طور سے ان کے نام کے ساتھ ''شیخ العرب'' تحریر ہے۔

۵۔ حضرت شیخ محمد صدیق سرہندی (ف ۱۱۳۱ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی حج کے بعد دہلی میں مقیم ہوگئے اور تبلیغ وارشاد میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بادشاہ فرخ سیر آپ کا معتقد تھا۔تفصیل کے لیے دیکھیے:

(۱) صفر احمد: مقامات معصومیہ، قلمی، ورق ۶۴۹

(۲) کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۲/۲۳۰۔۲۳۳

(۳) احمد، ابوالخیر مکی: ہدیہ احمدیہ، کانپور، ۱۳۱۳ھ

(۴) عبدالحیٔ: نزہۃ الخواطر ۶/۳۲۲۔۳۲۳

Marfat.com

چھٹی فصل

آپ کا حضرت حاجی محمد افضل سے استفادہ

فرماتے تھے کہ میں نے حضرت شاہ گلشن رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی طلب کا اظہار کیا۔تو فرمانے لگے۔تمہیں شیخ وقت ہونا ہے۔اور میں آداب طریقہ کا مقید نہیں ہوں۔کبھی سماع سن لیتا ہوں اور کبھی نماز بے جماعت بھی ادا کرتا ہوں۔اس لیے تمہیں کسی دوسری جگہ جانا چاہیے۔پس میں حضرت محمد زبیر (۱) نبیرہ وخلیفہ حضرت حجتہ اللہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے میرے حال پر بہت مہربانی کی۔اپنے فرزند سے کہا کہ ایسے حضرات جو آداب ظاہر اور انوار باطن سے آراستہ ہوں ان سے ملاقات لازم ہے۔میں نے ان کی قدم بوسی کی تو فرمایا کہ تم ہم میں سے ہو اس طریقہ میں صحبت شرط ہے۔لیکن تمہاری رہائش دور ہے اس لیے تم ہر روز نہیں آسکتے۔وہ نسبت جو تم نے حضرت (سید نور محمد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ) سے حاصل کی ہے وہی محکم ہے۔اگر تم اس کی بہت حفاظت کرو گے تو یہ کفایت کرے گی۔

پس میں نے حضرت حاجی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں توجہ کے لیے درخواست کی تو فرمایا کہ تم نے بصیرت سے منازل سلوک طے کی ہیں اور تمہیں مقامات کا کشف حاصل ہے۔اور ہمیں کشف اور مقامات کا علم نہیں ہے۔اس لیے استفادہ بطریق احسن نہیں ہو سکے گا۔

آپ فرماتے تھے بظاہر حضرت سے ہم نے استفادہ نہیں کیا لیکن درس حدیث کے دوران آپ کے باطن شریف کے فیوض سے مستفیض ہوا۔اور نسبت کے اظہار میں قوت پیدا ہو گئی۔

Marfat.com

حضرت حاجی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ کو درس حدیث کے دوران نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور حاصل ہوتا تھا۔اور انوار و برکات کثرت سے ظاہر ہوتے تھے۔گویا معنوی طور پر حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہو جاتی۔اسی اثنا میں توجہ والتفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مشہود ہوتیں اور نسبت کمالات نبوت اپنی وسعت کی انتہا اور کثرت انوار سے جلوہ گر ہوتی۔اوراس حدیث شریف کہ **العلماء هم ورثة الا نبیاء** (۲) علیہم السلام (علماء انبیای کرام کے وارث ہیں) کے معنی واضح ہو گئے۔آپ شیخ الحدیث اور از روئے صحبت میرے پیر ہیں۔میں نے آپ کی خدمت میں رہ کر بیس سال تک آپ سے ظاہری و باطنی فوائد حاصل کیے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد زبیر کی وفات کے بعد جو کہ قطب ارشاد تھے، شیخ محمد اعظم خلیفہ حضرت حاجی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ مرتبہ قطبیت حضرت خواجہ محمد زبیر سے مجھ میں منتقل ہو گیا ہے۔اور ارشاد کی نہر جو ان کے سینے میں جاری تھی اب مجھ میں رواں ہوگئی ہے۔حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ ان کا منہ تو دیکھو! وہ مرتبہ تو مرزا جان جاناں کو عنایت ہوا ہے جو کہ اس وقت ان کے طریقہ کے مدار ہیں۔ان کی خدمت میں طالبوں کی کثرت رجوع اس مدعا کی دلیل ہے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان کے اصحاب مقامات ارجمند پر فائز ہیں اوران کا افاضہ ہر روز ترقی پذیر ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت حاجی محمد افضل کے حضور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صحرا جو کہ آگ سے بھرا ہوا ہے۔اور کشن اس آگ کے اندر ہے اور رام چندر آگ کے کنارے کھڑا ہے کسی شخص نے اس خواب کی تعبیر میں کہا کہ کشن اور رام چندر جو کہ کفار کے بڑے تھے انہیں دوزخ کی آگ میں عذاب ہو رہا ہے۔تو میں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر اور ہے وہ یہ کہ سابقین میں سے کسی معین شخص پر کفر کا فتویٰ دینا جس کے بارے میں شرع خاموش ہو۔جائز نہیں ہے۔کتاب وسنت ان دونوں کے احوال سے ساکت ہیں۔اوراس آیۃ شریفہ "**وان من امة الا خلا فیها نذیر**" (۳) (ہر امت میں کوئی نہ کوئی خوف خدا دلانے والا ہوا ہے) سے ظاہر ہے کہ اس قوم (جماعت) میں بھی کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا گزرا ہے۔ایسی صورت میں ان

Marfat.com

کے ولی یا نبی ہونے کا احتمال ہے (۴)۔

تخلیق کائنات کے وقت رام چندر کو جن پیدا کیا گیا۔اس وقت عمر دراز اور طاقت بہت زیادہ ہوتی تھی۔وہ اہل زمانہ کو سلوک کی نسبت سے تربیت کرتا تھا۔اور کشن ان میں سے آخری بزرگ ہے۔اس کے زمانے میں پہلے کی نسبت عمر کم اور طاقت میں ضعف آ گیا تھا۔اور وہ اہل زمانہ کو نسبت جذبی سے ہدایت کرتا تھا۔غناو سماع جو اس سے بکثرت منقول ہیں،اس کے ذوق وشوق نسبت جذبہ کی دلیل ہے۔پس حرارت نسبت عشق ومحبت جو صحرا میں آتش کی مانند نمودار ہوئی وہ کشن کے استغراق محبت کی کیفیت تھی۔اس لیے اسے آگ کے اندر دکھایا گیا ہے۔اور رام چندر جو کہ راہ سلوک پر تھا اسے اس کے کنارے پر دکھایا گیا ہے۔واللہ اعلم۔

حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اسے بہت پسند کیا اور اس تعبیر سے خوش ہوئے.........فقیر راقم (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ابو صالح خان متھرا گئے تو انہیں ایک ایسی ضرورت پیش آئی جو سات روپے میں پوری ہو سکتی تھی۔ایک شب وہ نماز تہجد میں مصروف تھے ایک شخص جس کی شکل ہندوؤں کی بیان کردہ ہیئت کشن کے مطابق تھی ظاہر ہوا اور سلام کر کے رقم پیش کی۔میں نے کہا (اشارہ کیا) ٹھہر! میں نماز سے فارغ ہو جاؤں۔نماز کے بعد میں نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کشن اور یہ سات روپے آپ کی نذر ہیں کہ آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں۔انہوں نے جواب دیا میں محمدی (مسلمان) ہوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیغمبر،میرا وسیلہ اور میری حاجات کی برآری کے لیے کافی ہیں۔میں بیگانوں سے ہدیہ قبول نہیں کرتا۔کشن نے روتے ہوئے کہا کہ نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوصاف،اخلاص اور آپ کی اتباع کے بارے میں میں نے جو سنا تھا اس سے زیادہ میں نے (آج) مشاہدہ کیا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حاجی صاحب کی نسبت شریفہ میں وحدانیت کا ظہور (بے رنگی) اور لطافت (ایسی) تھی۔کہ ارباب ولایت اس کے ادراک سے عاجز تھے۔

Marfat.com

ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔تو فرمایا کہ آج میری محفل میں حضرت خواجہ محمد زبیر رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا (کہ اتنے میں) ان کے اصحاب میں سے ایک اور شخص بھی آ گیا۔ دونوں نے مراقبہ کیا اور آپس میں گفتگو کی کہ میرے اور تمہارے باطن میں نسبت اور کیفیات ظاہر ہیں۔لیکن حضرت حاجی صاحب کے باطن پر ہم نے نظر عمیق ڈالی تو کچھ بھی ظاہر نہ ہوا۔ میں (حضرت مظہر) نے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے حضرت محمد زبیر کے پیر اور حضرت شیخ عبدالاحد (رحمتہ اللہ علیہما) سے سالہا سال تک نسبت باطنی کا کسب کیا ہے (اس لیے آپ میں) جو نسبت ''ہبات علوی'' اور لطافت پیدا ہوئی ہے۔کمزور نسبت والے ان مقامات عالیہ کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟ اور معاملہ کی حقیقت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ ان لوگوں کو (عام) نسبت ذوق وشوق کی حرارت کا احساس ہو سکتا ہے۔پس کارخانہ نسبت خاندان احمدیہ (مجددیہ) صوفیہ کے متعارف طریقہ سے ماوراء ہے۔اور کمالات الٰہی کا ظہور ان میں پراگندہ ہے اور ان کی عقل کے احاطہ سے مبرا ہے۔جیسا کہ (قرآن پاک میں) آیا ہے۔

لا یحیطون به علما (۵) (ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا)۔

میری اس تقریر پر خوشی کا اظہار فرمایا۔آپ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب پر فنا ونیستی غالب تھی۔لوگوں کی لغزشوں کی معقول تاویل کر کے انہیں معذور قرار دیتے تھے۔

مجھے یہ نصیحت حضرت سے ہی حاصل ہوئی ہے۔اور اس قسم کے بہت سے فوائد کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ حضرت خواجہ محمد زبیر رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء)۔

۲۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۶۰ الفظ ''ہم'' متون حدیث میں نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو: ابوداؤد (علم ۱)۔ ابن ماجہ (مقدمہ ۱۷)۔ دارمی (مقدمہ ۳۲)۔ مسند احمد بن حنبل ۵/ ۱۹۶ (بحوالہ المعجم المفہرس ۴/۳۲۱)۔

۳۔ القرآن (فاطر) ۳۵/۲۴، یہاں متن مقامات مظہری میں سہو کتابت سے ''امتہ'' کی بجائے ''قریۃ'' لکھا گیا ہے جبکہ اس قسم کی کوئی آیت نہیں ہے۔

۴۔ یاد رہے یہاں حضرت مظہر نے رام چندر اور کشن کے ولی یا نبی ہونے کا قیاس کیا ہے۔ عصر حاضر کے بعض محققین خصوصاً ڈاکٹر محمد عمر نے نامعلوم اس قیاس کو حضرت مظہر کا عقیدہ قرار دیتے ہوئے کیوں لکھ دیا ہے کہ آپ انہیں نبیوں کا درجہ دیتے تھے۔ (برہان، دہلی، جون ۱۹۶۸ء ص ۳۸۳)۔

۵۔ القرآن (طٰہٰ) ۲۰/۱۱۰۔

Marfat.com

ساتویں فصل

حضرت مرزا مظہر کا حضرت حافظ سعد اللہ سے استفادہ

آپ فرماتے تھے کہ میں نے جناب حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ کا فیض حاصل کرنے کے لیے درخواست کی تو استخارہ کرنے کا حکم دیا۔ استخارہ سے ''ہوالمراد'' معلوم ہوا۔ پس میں نے صحبت کا التزام کیا اور کفش برادری کی خدمت اختیار کی۔ اس خدمت کی برکت سے بہت فوائد حاصل ہوئے۔ اور ہر روز باطنی انوار میں ترقی محسوس کرتا تھا۔ اور نسبت میں وسعت زیادہ ہوگئی۔ حضرت حافظ صاحب کبر سنی کے ضعف کی وجہ سے جب کہ آپ کی عمر اسی سال سے زیادہ ہوگئی تھی، طالبوں کے حال پر توجہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب صبح کے وقت کلام اللہ کا اک سیپارہ پڑھتے تھے۔ اور استفادہ کرنے والے ان کے گرد حلقہ بنالیتے تھے۔ اور قرآن مجید کے سننے سے ترقی کرتے تھے۔ اس طرح میں نے بارہ سال تک آپ کی صحبت مبارک کے فیوض سے استفاضہ کیا۔ اور اپنے حال میں بے شمار عنایات کا مشاہدہ کیا (یہاں تک کہ) آپ اپنے مریدین کے (باطنی) احوال مجھ سے پوچھتے تھے۔ میں جو کچھ عرض کرتا اس کی تصدیق فرماتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کی تربیت کے لیے مجھے حکم فرماتے کہ انہیں مسائل شریعت وطریقت کی تلقین کرو۔

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ کے ہاں صلحاء کا مجمع تھا۔ حضرت خواجہ محمد ناصر (عندلیب) رحمتہ اللہ علیہ بھی آئے ہوئے تھے۔ احوال نسبت کی دریافت کے لیے حضرت نے ان کے احوال پر توجہ کی تو میں نے خواجہ حافظ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

ہر کس کہ دید روی تو پوشیدہ چشم من
کاری کہ کرد دیدہ یا بی بصر نکرد(۱)

تو فرمایا کہ ان کی نسبت انتہائی لطافت وقوت کے ساتھ جلوہ فرما ہے۔ اور ان کے کمالات انوار سورج کی مثل ظلمت کو دور کرنے والے ہیں۔ جس کے بیان کی حاجت نہیں ہے۔

حضرت میرزا صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے ایک امیر جو کہ ہمارا ارادت مند تھا، کے لشکر کی نگہبانی کے لیے جسے دشمنوں کے ساتھ مہم در پیش تھی، دعائے حزب البحر اس کے لشکر کی حفاظت کے لیے پڑھی تا کہ اسے فتح حاصل ہو سکے۔ اور حضرت حافظ صاحب اور پیران کبار کی باطنی امداد سے لشکر محفوظ اور فتح مند رہا۔ اور دشمن پشیمانی کے ساتھ فرار ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سے میرے استفادہ کے بعد خلق کثیر نے رجوع کیا۔ امراء و اغنیاء بڑی کثرت سے حاضر خدمت ہوتے تھے۔

نواب خاں فیروز جنگ بھی آپ سے بیعت ارادت رکھتے تھے۔ وہ کسب فیض کے لیے ہر روز جمعیت حلقہ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں بہت درویش جمع ہوتے تھے۔ اسی (۸۰) افراد ہر روز آپ کے مطبخ سے کھانا کھاتے اور وظیفہ خوار تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت اظہار کلمتہ الخیر اور سفارش (سفارشی رقعات بنام امراء) کرنے میں بہت مصروف رہتے تھے۔ (یہاں تک کہ) حاجت مندوں کی حاجت برآری کے لیے امراء کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی ارادت مند حضرت کی اجازت کے بغیر کسی مزار کی زیارت کے لیے چلا جاتا تو آپ کو بہت غیرت آتی تھی اور وہ اپنے باطن میں فتور محسوس کرنے لگتا اور جب تک عذر نہ کرتا اس کی نسبت درست نہیں ہوتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے ایک روز عرض کیا اس طریقہ میں ترقی کا مدار

Marfat.com

مرشد کی توجہ پر ہے۔ اور آپ نے سالہا مجھے صرف ایک ہی توجہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن میرے دل میں ہمیشہ اس سعادت (مزید ترقی) کی آرزو رہی ہے۔ میری جرات پر آپ میں بڑا تغیر رونما ہوا اور میرے ظاہر و باطن میں خاصا تغیر پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں تین ماہ تک بیمار رہا آخر جب آپ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں رو بہ صحت ہوا اور میری نسبت بحال ہوئی۔

آپ (حضرت مرزا مظہر صاحب) فرماتے تھے چوں کہ بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے طالبوں کے حال پر توجہ نہیں فرما سکتے تھے۔ اس لیے میں نے شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد قدس سرہ کی طرف رجوع کیا۔ اور حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہا حافظ صاحب کے خلیفہ شیخ صبغتہ اللہ نے یہ خبر پہنچا دی۔ آپ کے دل میں (میرے بارے میں) ملال پیدا ہو گیا۔ فرمایا کہ تم نے یہاں فیوض و برکات و تاثیرات میں کیا دیکھ کر دوسری جگہ رجوع کیا؟ میں نے عرض کیا۔ کہ میرا مقصود ذات خدا اور نسبت علیا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور ان کا حصول توجہات علیہ پر موقوف ہے۔ اور آپ جسمانی ضعف و ناتوانی کے سبب ایسا نہیں کر سکتے اس لیے میں نے آپ کے بھائیوں میں سے ایک کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور میرا اخلاص و بندگی راسخ ہے۔ لیکن اس عرض داشت کے باوجود آپ کا ملال رفع نہ ہو سکا۔ آپ کی وفات کے بعد میں آپ کے مزار پر حاضر ہوا تو انہیں ناخوش پایا (یہاں تک کہ) مجھ سے روگرداں ہو گئے۔ کئی سالوں کے بعد صبغتہ اللہ نے مجھے بشارت دی کہ حضرت نے مجھے خواب میں بتایا ہے کہ ہم مرزا صاحب سے راضی ہیں جو کچھ انہوں نے اختیار کیا وہی خدا کی مرضی تھی۔ تو میں شکر کے سجدے بجا لایا کہ اہل حقوق کی رضامندی اللہ تعالیٰ سبحانہ کی نعمت عظمیٰ ہے۔

فقیر راقم (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حضرت محمد زبیر کے اصحاب میں سے ایک نے ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ محمد عابد رحمتہ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا تو اس نے آپ کی روح کو ناخوش پایا بلکہ انہوں نے اس پر تلوار اٹھائی۔ اس نے حضرت شیخ کی پناہ چاہی تو حضرت محمد عابد رحمتہ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا کہ ناخوشی کس بات پر ہے؟ کہ طلب حق کے لیے ایک شخص نے آپ کے خاندان ہی کے ایک فرد سے رجوع کیا ہے۔ اسے معذور جاننا چاہیے۔

Marfat.com

شیخ جلال پانی پتی (۲) رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے مجھ سے بیعت کی۔تو اس نے خواب میں کہا کہ حضرت (جلال پانی پتی) فرماتے ہیں کہ تو نقشبندی کیوں ہو گیا ہے اور میرا طریقہ کیوں چھوڑ دیا ہے؟

یہ محض مزاج کی رنجشیں ہیں۔ حالانکہ بعض مرشدوں نے اپنے مستفیدوں کو دوسرے بزرگوں کے پاس بھیجا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت نے اپنے پیر کے حکم سے اکابر سے استفادہ کیا ہے۔جس کسی نے جس بزرگ کے پاس نفع زیادہ دیکھا یا اشغال طریقہ سیکھے اور کوشش کی اور وہ اپنے پیر کی خدمت بجا لایا،تو اگر اسے مقصود حاصل نہ ہوا یا بعد مسافت اور دوری کی وجہ سے طالب استفادہ سے معذور ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ دوسرے شیخ کے پاس جائے۔اور فیض الٰہی سے محروم نہ رہے۔

فرماتے تھے کہ ایک شب خواب میں، میں نے بہشت کو دیکھا ناگاہ وہاں انبیا علیہم السلام کی جماعت نمودار ہوئی۔اور حضرت حافظ صاحب ان اکابر کے آگے آگے جا رہے تھے۔ مجھے تعجب ہوا کہ آپ کے اس طرح آگے چلنے کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے منیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف فرما ہیں اور وہ آنجناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں۔

حواشی

۱۔ حافظ: دیوان (طبع بمبئی،ص۷۹) میں یہ شعر اس طرح ہے:

ہر کس کہ دیدہ روی تو بوسید چشم من
کاری کہ کرد دیدہ من بی نظر نکرد

(ترجمہ) جس نے تیرے چہرے کو دیکھا اس نے میری آنکھ چوم لی، آنکھ نے وہ کام کیا جو میں کم نظر نے نہ کیا۔

Marfat.com

۲۔ شیخ محمد بن محمود جلال الدین محمود پانی پتی (ف ۷۶۵ ھ) ملقب بہ کبیر الاولیاء، شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے جانشین تھے۔ انہیں بڑی مقبولیت ہوئی (معارج الولایت، قلمی، ورق ۱۹۴ ب)۔ ان کے مشہور خلفاء میں شیخ احمد عبدالحق ردولوی قابل ذکر ہیں۔ حضرت مظہر کے نامور خلیفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، انہی شیخ جلال پانی پتی کی اولاد میں سے تھے (حدیقۃ الاولیاء، ص ۸۶۔ ۸۷۔ سیر الاقطاب، ص ۱۹۷۔ ۲۱۵)۔

Marfat.com

آٹھویں فصل

آپ کا حضرت شیخ محمد عابد سے استفادہ

آپ فرماتے تھے اس مقام کے ولایات ثلاثہ، کیفیات، علوم اور واردات فضل الٰہی سے حضرت سید (نور محمد بدایونی) قدس سرہ سے حاصل ہو گئے اور کمالات ثلاثہ وحقائق سبعہ وغیرہ کا سات سال تک حضرت شیخ سے کسب کیا۔ اس کے بعد اول سے آخر تک دوسری مرتبہ ایک سال کی سیر مرادی میں جمیع مقامات سے گزر ہوا۔ اور ہر مقام کی کیفیات و حالات کو نئی قوت ملی۔ اور مقامات عالیہ مجددیہ میں جو ذکر کیفیات ہے، حاصل ہوا۔ فرماتے تھے کہ واردات توحید کے ظہور سے اذواق و اشواق کا حاصل ہونا ولایات میں تھا۔ ان مقامات میں تمام احوال و مواجید زائل ہو گئے اور عشق و محبت کا جوش وخروش جو کہ تجلیات صفات کا مقتضی ہے، تجلیات ذاتی میں فنا ہو گیا۔ فقر و عبودیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور نسبت عینیت و اتحاد با رابطہ ظلّیت جو کہ دنیا کو اس کے بنانے والے کے ساتھ ثابت کرتے ہیں، حضرت ذات پاک کے غایت تنزیہ سے مسلوک ہو گئی۔ یہ تمام شعبدے سکر حال کے غلبے کی وجہ سے تھے۔ اس مرتبے میں نسبت کے بغیر (مقام) بندگی حاصل نہیں ہوتا۔ **ماللتراب ورب الارباب** (مٹی اور رب الارباب میں کیا نسبت!)۔

اس مقام کے حقائق و معارف (دراصل) عقائد حقہ اسلام، شریعت اور احکام ہے اور اس میں یقین، اتصال بے کیف، احوال بے رنگ اور لطائف نسبت کی فوری ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات میں بیان فرماتے ہیں کہ ان مقامات کے ہر مرتبے میں بے کیفی و بے رنگی حاصل ہوئی اور مقامات سافلہ میں فیوض کا ورود بڑے بڑے قطرات والی بارش کی مثل تھا جو اس مقام پر لطیف ہو گیا اور آخر میں شبنم کی شکل اختیار کر گیا۔

آنحضرت (شیخ محمد عابد) کی توجہات کی برکات میں چونکہ نہایت بیرنگی ہے۔ اس لئے ادراک میں بہت کم آتی ہیں۔ بلکہ احوال کے آخر میں آپ کی صحبت شریف میں خاص اسلوب کی صفائی حاصل ہو گئی اور کسی قسم کا ذوق اور کیفیت باقی نہیں رہی۔ کیفیات کی عدم دریافت کے بارے میں میں نے حضرت سے سوال کیا تو فرمایا کہ اس کے بارے میں اندیشہ کو راہ نہیں دینی چاہیئے اس میں فیضانِ الٰہی مسلسل پہنچتا رہتا ہے۔ اگر چہ اپنی نہایت بے رنگی کی وجہ سے ادراک میں نہیں آسکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک حوض پرنالے سے بھر رہا ہو جب تک وہ خالی رہے گا آواز آتی رہے گی اور پانی کا احساس ہوگا اور جب بھر جائے اور پانی پرنالے تک پہنچ جائے گا تو پھر اس میں جو پانی گرے گا اس کی آواز نہیں آئے گی۔

آپ فرماتے تھے حضرت شیخ کی توجہ سے (میری) باطنی نسبت میں اتنی وسعت پیدا ہوئی کہ نظر کشفی اس کے ادراک سے عاجز تھی اور تسلیک مقامات طریقہ کی ایسی قوت حاصل ہوئی تھی جس کا اظہار محض خود بینی اور فخر کرنا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ حضرت شیخ میرے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے کہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہوسکی تھی، مجھے اپنی ضمیت سے سرفراز فرمایا تھا۔ اور مجھے اپنے فیوض و برکات میں شریک کر کے ایک روز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ رات ہم پر جن کمالات جدیدہ اور فیوض تازہ کا احسان کیا ہے ان کو سابقہ تمام کمالات و واردات پر ترجیح حاصل ہے۔ میں نے عرض کیا ابھی رات باقی تھی کہ ان تمام تفصیلات الٰہی جو آپ کے باطن پر ہوئے بندہ کو بھی آپ کے توسل اتحاد و محبت سے اپنے باطن میں عجیب احوال کا احساس ہوا۔ فرمایا تم سچ کہتے ہو تمہیں میرا ضمنی بنایا گیا ہے، قدرت کا ہر عطیہ و کرامات جس سے مجھے نوازہ گیا ہے، اس کا بہت بڑا حصہ اور حظ کامل تمہیں بھی حاصل ہے۔

Marfat.com

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو چند اعزاز سے ممتاز کیا تھا۔ ایک یہ کہ کبریٰ کی ضمیت جو کہ بہت عالی مقام ہے اور یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مختص ہے۔ چنانچہ یہ حدیث شریف ان معانی پر دلالت کرتی ہے:

ماصب اللہ فی صدری شیآ الاصببته فی صدر ابی بکر (۱)

(اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی میرے سینے میں ڈالی، میں نے وہ ابوبکر کے سینے میں ڈال دی)۔

دوسرے یہ کہ جو کوئی بھی حضرت کی قبر کے جوار میں دفن ہوگا جہاں تک حضرت کی نظر کام کرے گی وہ بخشا جائے گا۔ سوم جو کوئی حضرت کو دیکھے گا وہ بھی بخشا جائے گا۔ چہارم آپ کی سیر کو مرادی بنادیا گیا تھا۔ پنجم یہ الہام ہوا کہ اس وقت آپ کے حلقہ پر تجلی ذاتی فائض ہے۔ میں (میرزا مظہر) نے عرض کیا کہ الحمداللہ فقیر بھی اس حلقہ میں حاضر ہے تو فرمایا کہ تمہاری سیر کو بھی مرادی بنادیا گیا ہے۔ تمہارے حلقہ پر بھی تجلی ذاتی وارد ہے۔ اس عطیے کا شکر بجالانا چاہئے۔

آپ فرماتے تھے کہ میں نے خاندان قادری میں اجازت کے لئے عرض کی تو فرمایا ہم تمہیں اس خاندان کی اجازت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلواتے ہیں۔ اور جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے آپ کے حکم کے موجب مراقبہ کیا تو دیکھا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ عالی میں اصحاب عظام اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت غوث الثقلین (رحمتہ اللہ علیہ) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ نے جناب مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مرزا جان جاناں خاندان قادریہ کی اجازت کے امیدوار ہیں۔ فرمایا کہ اس امر میں سید عبدالقادر سے رجوع کرو۔ پس انھوں نے حضرت شیخ کے التماس کو قبول کر کے بندہ کو خرقہ تبرکاً عطا کیا اور اجازت سے ممتاز کیا اور مجھے اپنے باطن میں نسبت شریفہ قادریہ کے حالات و برکات کا احساس ہوا اور میرا سینہ اس کے انوار سے لبریز ہو گیا۔ نقشبندی نسبت میں اضمحلال (وارفتگی) اور ربودگی (شیفتگی) بہت ہے اور قادری نسبت میں صفا اور انوار کی چمک ہے۔

Marfat.com

آپ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نے مجھے طریقہ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کی اجازت سے بھی سرفراز فرمایا تھا اور خواجہ قطب الدین قدس سرّہ کی نسبت سے ہمیں نسبت چشتیہ ملی ہے۔ فرماتے تھے کہ بعض اوقات خاندان چشتیہ کی نسبت کا جب ظہور ہوتا ہے تو سماع اچھا لگتا ہے اور عشق ومحبت کا سوز وگداز جو کہ اس کے اکابر کی نسبت کا لازمہ ہے۔ میرے باطن کے رنگ پر غالب آجاتا ہے۔ ایک شب فقیر راقم (شاہ غلام علی) عشاء کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور خلوت تھی کہ غایت کیفیات وحالات میں حضرت (میرزا مظہر) تنہا گنگنارہے تھے۔ اور انتہائی گریہ طاری تھا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا کہ اس وقت چشتی بزرگان رحمۃ اللہ علیہم کا ظہور تھا۔

فرماتے تھے حضرت حافظ سعد اللہ کی وفات کے بعد نواب خان فیروز جنگ نے آرزو کی کہ وہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر استفادہ کرے۔ بندہ (حضرت مظہر) نے حضرت کی خدمت میں یہ معروضہ پیش کیا تو نہایت رنجیدہ ہوکر فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہماری خانقاہ بھی حضرت حافظ سعد اللہ کی مثل بے برکت ہوجائے۔ اہل دنیا کا قدم منحوس ہے اور باطن کے لئے بے برکتی کا باعث بن جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک روز کسی نے آپ کے حضور میں کہا کہ فلاں دنیا دار بڑا دولت مند ہے۔ فرمانے لگے یہ لوگ بھی محتاج ہی ہیں۔ دولت ونعمت سرمدی صرف ''ارباب نسبت مع اللہ'' ہی کو حاصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الغنیٰ غنی النفس (۲) (اصل دولت مندی نفس کی بے نیازی ہے)۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ صاحبہ وبارک وسلم۔

حواشی

۱۔ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، طبع سکھر، پاکستان ۶۳۴/۴۔

۲۔ مسلم (باب فضل قناعت) ۳۵۶/۱۔ نیز ملاحظہ ہو:
بخاری (رقاق ۱۵) ترمذی (زہد ۴۰) .... المفہر س ۱۷/۵

Marfat.com

نویں فصل

ان مقدمات کا بیان جو اہل زمانہ پر آپ کی علوشان واضح کرتے ہیں

آپ فرماتے تھے کہ فارسی قواعد وغیرہ کے رسائل میں نے اپنے والد ماجد سے پڑھے اور کلام اللہ قاری عبدالرسول سے اور علم تجوید وقرأت کی بھی ان سے سند لی۔ مروجہ علم معقول ومنقول کی تحصیل اس وقت کے علماء سے کی۔ والد ماجد کی وفات کے ناگزیر واقعہ کے بعد حضرت حاجی محمد افضل رحمتہ اللہ علیہ سے کئی علوم کی کتب مبسوطہ پڑھیں۔ علم وحدیث وتفسیر کے اسناد بھی آپ ہی سے حاصل کیں۔ تحصیل علوم کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنا وہ متبرک کلاہ جو کہ آپ نے پندرہ سال تک اپنے عمامہ کے نیچے پہنا تھا، مجھے عنایت فرمایا۔ رات کے وقت میں نے اس کلاہ شریف کو سخت گرم پانی میں ڈالا اور صبح سویرے جب کہ اس کا رنگ شربت مغز فلوس (املتاس کا گودا) سے بھی زیادہ سیاہ ہوگیا تو میں نے پی لیا۔ جس کی برکت سے ذہن رسا اور طبع ذکاء پیدا ہوگئی، کہ کوئی مشکل کتاب، مشکل نہ رہی۔ مدت دراز تک طالبوں کو علم ظاہری کا درس دیا۔ آخر جب باطنی نسبت کا غلبہ ہوا تو کتاب کا شغل ترک کردیا۔

فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے غیب سے پکارا مجھے تم سے بہت کام لینا ہیں۔ ہدایت خلق اور اشاعت طریقہ سے تمہارا وجود وابستہ ہے۔ اسی لیے افادہ کے وقت باطنی

Marfat.com

نسبت کے انوار سے صریح طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اس کام کے لیے غیب سے تائید و قوت پہنچ رہی ہے۔ اور میرا وجود درمیان نہیں ہے:

دو دہان داریم گویا ہمچو نے
یک دہان پنہاں است در لب ہای وی

فرماتے تھے کہ فقیر ''ابراہیمی المشرب'' تھا (علیہ السلام) حضرت شیخ نے باطنی تصرف سے ''محمدی المشرب'' (علیہ السلام) بنا دیا۔ فرماتے تھے کہ ان ایام میں جب کہ آپ نے مجھے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی اور اس مقام عالی کے انوار میں جب فنا حاصل ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مقابل تشریف فرما ہیں پھر دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری جگہ تشریف فرما ہیں، اور پھر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست مبارک پر میں بیٹھا ہوا ہوں پھر دیکھا کہ ہر دو نشستوں پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، پھر دیکھا کہ ان دونوں جگہوں پر میں ہی بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ فنا و بقا جو ''حقیقۃ الحقائق'' علی صاحبہا الصلوات و التسلیمات میں آپ کو حاصل ہوئی آپ (حضرت مرزا مظہر) کے علو شان پر دلالت کرتی ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک دن میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر تھا میرے بارے میں فرمانے لگے۔ دو آفتاب ایک دوسرے کے مقابل نکلے ہیں۔ ان کے انوار کی غایت چمک کی وجہ سے ایک دوسرے میں امتیاز باقی نہیں رہا اگر یہ طالبان خدا کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں تو ایک دنیا کو منور کر دیں۔

فرماتے تھے کہ ایک روز انتہائی تواضع (انکساری) کے عالم میں میرے زانو کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا کہ میرے اصحاب میں ان کی مثل کوئی نہیں ہے۔ ایک روز (حضرت شیخ) فرمانے لگے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں جو نہایت محبت ہے اس کی وجہ سے طریقہ کی ترویج تم سے ہوگی جناب الٰہی سے تمہیں شمس الدین حبیب اللہ کا لقب عطا ہوا ہے۔

فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نے اپنے بعض اصحاب برائے تربیت میرے حوالے کر رکھے

Marfat.com

تھے۔میں انہیں مقامات طریقہ کی نہایات تک پہنچا کر حضرت کی خدمت میں لے گیا۔تو فرمایا کہ ان کے حالات و کیفیات مقام جو انہوں نے تم سے حاصل کیے ہیں صحیح ہیں اور اس طریقہ کے امام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر کے موافق ہیں۔فالحمدللہ وسلمکم اللہ۔

فرماتے تھے کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم، خصوصاً حضرت سید (نور محمد بدایونی) اور حضرت شیخ (محمد عابد سنامی) کی محبت و رسوخ عطا کیا۔اگرچہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت (مزار مبارک) کا شرف حاصل نہیں ہوسکا۔لیکن بہت شکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نائبین کی صحبت کی سعادت حاصل ہوگئی۔اور ثمرہ حیات خاطر خواہ حاصل ہوا۔ان اکابر نے از روئے بندہ نوازی فقیر کی توقیر و عزت بندہ کی حیثیت سے زیادہ کی ہے۔

ایک روز حضرت سید (نور محمد بدایونی) نے میرے جوتے سیدھے کیے،فرمایا کہ تمہیں جناب الٰہی میں قبول تمام حاصل ہے۔حضرت حاجی محمد افضل میری تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے،کہ میں تمہاری نسبت کی تعظیم کرتا ہوں۔دوبارہ فرمانے لگے۔ **کثر اللہ امثالکم** (تم جیسوں کو خدا اور زیادہ کرے) حضرت حافظ سعد اللہ میری بہت تکریم کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم تمہیں اپنے قبلہ گاہ (مرشد) کی بجائے خیال کرتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ ایک بار ایک صاحب زادہ (میر اسد اللہ) سرہند جارہے تھے،تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ میرا سلام نیاز حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کہہ دیں۔اُنہوں نے آکر اطلاع دی کہ جب آپ کا سلام مزار مبارک پر جاکر عرض کیا تو حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنا سر سینہ تک مزار سے باہر نکال کر کمال انبساط و اشتیاق سے فرمایا کہ کون میرزا! جو ہمارا دیوانہ و شیفتہ ہے! علیک وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔صاحب زادہ صاحب نے کہا کہ مجھے کبھی حضرت مجدد قدس سرہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا،لیکن آپ کے واسطہ سے مجھے یہ سعادت نصیب ہوگئی۔اور وہ میری تعظیم پہلے سے زیادہ کرنے لگے کہ آپ کو ہمارے جد امجد کا بہت زیادہ قرب و منزلت حاصل ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کشف صحیح عطا کیا ہے کہ روئے زمین کے حالات مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور وہ (احوال) ہاتھ کی لکیروں کی طرح ہم پر عیاں ہیں۔اس وقت حضرت مرزا جان جاناں کی مثل دنیا کے کسی اقلیم اور شہر میں کوئی نہیں ہے، جسے مقامات سلوک کی آرزو ہو وہ ان کی خدمت میں جائے (۱)۔ چنانچہ ان کے حکم سے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں ان کے اصحاب استفادہ کے لیے رجوع کیا کرتے تھے۔اور انہوں نے میرزا صاحب کے لیے اپنے مکاتیب شریفہ میں اس طرح القاب لکھے ہیں:

متع المسلمین بافادات قیم الطریقۃ الاحمدیہ وروی ریاض الطریقہ بتوجہات نفس الزکیہ (۲)۔

(یعنی) خدائے بزرگ اس قیم طریقہ احمدیہ اور داعی سنن نبویہ کو دیر تک مسلمانوں کو نفع پہنچانے اور مستفید کرنے کے لیے زندہ رکھے۔اور خدائے عزوجل اس قیم طریقہ احمدیہ خصوصاً اور طریقہ صوفیہ عموماً جو تجلی انواع فضائل سے آراستہ ہے کو دیر تک سلامت رکھ کر مختلف برکات سب لوگوں پر نازل کرے۔آمین۔

حاجی محمد فاخر (۳) جو کہ حدیث کے اکابر علماء میں سے تھے کہتے تھے کہ حضرت مرزا مظہر متابعت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شان عظیم کے مالک ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک شب دیکھا کہ عراقی گھوڑا مع ساز و یراق (کامل ساز و سامان) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے مبارک پر کھڑا ہے۔میں نے پوچھا کے یہ گھوڑا کس کا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔جب میں اندر سے باہر آیا تو پھر کسی نے کہا کہ وہ گھوڑا میرزا جان جاناں کا ہے۔میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ حضرت مظہر کا طریقہ اتباع سنت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم (پر مبنی) اور جادہ صراط مستقیم میں راسخ قدم ہے۔

مولوی ثناء اللہ سنبھلی نے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ کیا میرے پیر و مرشد میرزا صاحب کا طریقہ ترویج طریقت و تبلیغ احکام شریعت مقبول و محمود ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے فرمایا "ہاں"۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس مقدمہ کی تائید کی۔

شیخ محمد اعظم خلیفہ حضرت محمد افضل رحمۃ اللہ علیہما فرماتے تھے کہ مجھے حضرت میرزا صاحب کے بارے میں یہ الہام ہوا ہے۔ "هذا رجل له شان عظيم ولا يقاس عليه رجل آخر" (یہ ایک مرد عظیم الشان ہیں جن کی بزرگی کے برابر کوئی نہیں ہے) حضرت خواجہ میر درد فرماتے ہیں کہ میں آپ کے اصحاب میں سے جس کو دیکھتا ہوں وہ عزیزوں کی نسبت سے بہرہ یاب ہے۔ لیکن ان کے درجات وحالات ومقامات مختلف ہیں۔

حضرت شیخ عبدالعدل زبیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت طالبان خدا کا آپ کی خدمت میں اس قدر اجتماع ہوتا ہے کہ کسی دوسری جگہ نہیں ہوتا۔ اور اس وقت آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نائب ہیں۔

حواشی

۱۔ نعیم اللہ بہرائچی: انفاس الاکابر۔ مطبوعہ مطبع اسدی لکھنو ۱۲۹۱ھ، ص ۲۴۔

۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی: مکتوبات مشمولہ کلمات طیبات (مجتبائی)، ص ۱۵۹، مکتوب نمبر ۳۔

۳۔ شیخ محمد فاخر متخلص بہ زائر الہ آبادی (متوفی ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء) اس عہد کے نامور عالم متقی، محدث، شیخ محمد افضل الہ آبادی کے مرید اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، جن میں سے درۃ التحقیق، قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین وغیرہ مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

آزاد بلگرامی: سرو آزاد، ص ۲۱۰۔۲۱۹۔

محمد حسین مرادآبادی: انوار العافین، ص ۴۶۵۔

عبدالحئی: نزہۃ الخواطر ۶/۳۴۰۔

رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند، ص ۴۵۷۔

Marfat.com

دسویں فصل

حضرت مرزا مظہر کی تاثیرات صحبت شریفہ و توجہات علیہ کا بیان

حضرت مرزا مظہر رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس انوار خدا سے محیط اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا مجمع تھی۔ وہاں نقشبندی نسبت کا حضور و استغراق تھا جس میں دل از خود شیفتہ ہوتے اور قادری حالات کی چمک و صفائی کا اس محفل پاک میں ظہور ہوتا تھا۔ اور (نسبت) چشتیہ کے اذواق و اشواق سے اس بزم معلیٰ میں محبت خدا بڑھتی تھی۔ نسبتہائی جدید یہ احمد یہ (نقشبندیہ) کی لطافت و بے رنگی اس مجمع مقدس میں وقت کو تازگی اور صفائی بخشتی تھی۔ آپ کا سکوت و مراقبہ ماسوا اللہ کے نقوش دلوں سے محو کرتا تھا۔ آپ کی گفتگو کا موضوع شریعت و طریقت اور باطنی نسبت کی کیفیات کے فوائد کا بیان تھا۔ نیز حدیث اور تفسیر کے ذکر نے قلوب میں صفائی و طمانیت کا اضافہ کر دیا تھا۔ اور ان مذکورات میں تجلی ذاتی کی نسبتوں کا پرتو تھا۔ انشاء و شعر نے ذوق بخشا، کیوں کہ اس باب میں جو ذکر ہوا تمام اسی ذوق اور حال کا بھید تھا۔ مذکورات محبت باطن مبارک میں تبدیلی کا باعث بن کر شوق کے آنسو آنکھوں سے جاری کرتے تھے۔ افسردگی، حرارت میں بدل جاتی تھی۔ صلحاء کی حکایات کا تذکرہ دلوں کو کیفیات الٰہی سے سرشار کر دیتا تھا۔ علمی مسائل میں واضح تحقیقات کر کے لوگوں کی تسلی کرتے تھے۔ صوفیہ علیہ کے حقائق و معارف کی مکمل توضیح کے ساتھ تقریر کرتے تھے اور اسرار کی باریکیاں سامعین کو دل نشین کراتے۔

Marfat.com

آپ ہر دقیقہ کا شافی بیان کر سکتے تھے اور عقدہ لاینحل کی کافی کشائی فرماتے تھے۔ ان تمام کمالات کی وجہ سے جو آپ کی ذات قدسی صفات میں جمع ہو گئے تھے، مقبول الٰہی ہو کر آپ دنیا کے مقتدا بنے۔ اور اپنے چاروں مشائخ کے انتقال کے بعد ان عزیزوں کی مسند خلافت کو اپنے وجود مسعود سے آراستہ کیا۔ اس طریقہ علیہ کی ترویج اور قیام آپ کی ذات مبارک کی وجہ سے ہوا۔ ہر طرف سے طالبان خدا نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت شیخ (محمد عابد سنامی) کے کبار اصحاب اور اس زمانہ کے مشائخ سے فیض یافتہ (۱) لوگوں نے حضرت مظہر سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ علماء و صلحاء کسب فیوض الٰہی کی لیے آپ کے خانقاہ میں جمع ہونے لگے۔ اور آپ کے کمالات کا شہرہ ساری دنیا میں ہو گیا۔ ابتدائی احوال میں آپ کی توجہ شریف کے اثر سے لوگوں میں بے تابی پیدا ہوتی تھی۔ اور کمال استغراق سے بے خود ہو کر گر پڑتے۔ اور حرارت شوق دلوں کو راہ سلوک دکھاتی۔ جذبہ محبت سے مقامات طے کرتے۔ آخری ایام میں آپ کے باطن میں لطافت و بے رنگی زیادہ ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مستفیضان اپنے باطن میں جمعیت و اطمینان پا کر قرب کے درجات میں ترقی کرتے تھے۔ اور اسرار طریقت کی دریافت میں امتیاز حاصل کر لیا تھا۔ ان میں سے بعض پر عالم مثال واضح ہوا اور بعض کو عالم ارواح سے مناسبت ہو گئی۔ بعض کو کشف کونی، بعض کو کشف قبور، بعض کو اشراف خواطر (۲) حاصل ہوا۔ بعض کو انوار کے مشاہدہ میں استغراق حاصل ہوا۔ بعض پر توحید و معرفت کے اسرار واضح ہوئے۔ بعض کو ان تمام مراتب سے مناسبت ہو گئی۔ کوئی ایسا بھی تھا کہ جو اپنی سیر مقامات الٰہیہ اور جو کچھ طریقہ احمدیہ میں مروج ہے اسے عیاں کرے۔ اور ہر مقام کے علوم و معارف اور حالات و واردات جدا جدا بیان کرے۔

اگرچہ حضرت کے اکثر مستفید مقامات طریقہ کا کشف نہیں رکھتے لیکن تمام (مستفیدان) ہر مقام کے حالات اور کیفیات و واردات اپنے باطن میں ذوق و وجدان کے ساتھ پاتے ہیں۔ اور مرتبہ فناء و بقاء سے مشرف ہیں۔ مشاہدہ حق میں ان کو استغراق حاصل ہے۔ اور نسبت باطن کی وسعت اور جمعیت باطن میں ترقی اور دل و دماغ سے نفی خواطر میں ترقی کرتے ہیں۔ آپ کے

Marfat.com

طالبوں کو اوائل حال ہی میں تصفیہ وتزکیہ حاصل ہو جاتا۔ وہ اطاعت میں لذت وحلاوت اور بدعت و گناہ سے نفرت کرنے لگتے۔ ظاہر و باطن کے آداب اور آپکی صحبت کے انوار و برکات سالکوں میں جو تہذیب نفوس پیدا کرتے تھے، وہ قدیم بزرگوں کے طالبوں کو شاید ہی حاصل ہو۔

مشائخ کرام آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ وہ فیض جو صرف آپ کی صحبت سے طالبان حق کو حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے مشائخ کی صرف ہمت توجہ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر مورد الطاف ہوا وہ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گیا تو انہوں نے کہا کہ تو نے تو حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ حاصل کیا ہے۔ کیوں کہ اس طریقہ کی نسبت کے انوار تیرے باطن میں موجود ہیں۔ اس نے کہا نہیں! میں تو صرف ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا:

آہن کہ بہ پارس آشنا شد　　　فی الفور بہ صورت طلا شد

ترجمہ:۔ لوہے کو جب پارس سے آشنائی ہو جاتی ہے تو وہ فوراً سونا بن جاتا ہے۔

اسی طرح آپ کا ایک خادم جو حلقہ ذکر میں حاضر نہیں تھا، حضرت شیخ (محمد عابد سنامی) کے حضور میں حاضر ہوا۔ فرمایا کہ حضرت میرزا کی صحبت کے انوار و آثار تم میں پائے جاتے ہیں خدا کا شکر بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مظہر کو ارشاد اور القا نسبت باطنی میں کمال قوت کرامت فرمائی تھی۔

دور دراز کے ممالک کے سالکان راہ (طریقت) آپ کی غائبانہ توجہات سے ترقی کر جاتے تھے۔ وہ حالات جو حاضرین حضور پر نور پر وارد ہوتے تھے وہی حالات ممالک بعیدہ کے طالبان پر منکشف ہونے لگتے، چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ شاہ بھیک کابل میں دہلی سے آپ کی توجہات غائبانہ سے مقامات عالیہ اور واردات سامیہ کو پہنچے۔ اور اسی طرح دوسرے عزیز اپنے مقاصد پر فائز ہو چکے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر بہ تقاضائے عمومی سالک کے ان لطائف کو جنہیں اس نے تا حال انجام تک نہ پہنچایا ہوا سے اس مقام سے عالی تر مقام پر بطریق طفرہ (یعنی ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام پر پہنچانا، صراح) واصل کرتے۔ اس مقام کے حالات وکیفیات اسی وجہ

Marfat.com

سے اس میں القا فرماتے تھے۔ تا کہ ہر مقام میں مناسبت پیدا کر کے بکثرت ذکر و مراقبہ سے کام انجام کو پہنچے اور مقامات عالیہ کے انوار و برکات سے بہرہ یاب ہو سکے۔

چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت محمد احسان مقام جذبہ کی شورش و بے تابی کی وجہ سے ارباب حلقہ و ذکر کی معیت وطمانیت میں تشویش پیدا کرتے۔ آپ نے انہیں اعلیٰ مقام پر جو اطمینان و تسکین باطن کا مقتضی تھا طفرہ فرمایا تو اس اضطراب وشورش کو فوراً تسکین میسر آئی۔ اور ان کی باطنی نسبت پر دوسرے طریقے سے حالات وارد ہونے لگے۔

آپ اپنی ہمت عالی سے تمام اوقات اس امر میں مصروف تھے کہ طریقہ احمدیہ (نقشبندیہ) دنیا میں مروج ہو اور دنیا کو نسبتا ی جدیدہ جو کہ طریقہ مجددیہ کے خصائص میں سے ہے منور کریں۔ فی الواقعہ آپ کی توجہات علیہ سے اکثر سالکان کو وہ حالات و مقامات میسر آئے اور انہوں نے ان متعارف واردات واحوال سے گزر کر مقامات عالی میں ترقی کی۔ طالبان خدا کو حضرت سے جس قدر اخلاص تھا اتنا ہی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا موجب اور زیارت کا سبب بنتا۔ اور اسی اخلاص ومحبت کی وجہ سے مقامات جذب واصطفاء کی راہ میں ترقی ہوتی۔ ہزار ہا لوگ آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کر کے دوامی ذکر خدا میں مشغول ہوئے۔ تقریباً دوسوافراد تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے راہ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

پچاس افراد صرف انبالہ کے مقامات احمدیہ کی نہایت کو پہنچ کر ارباب طریقت کے مقتدا بنے اس (سلسلہ) میں طریقہ کی اجازت، مرتبہ دوام حضور، فنائے قلب، تہذیب اخلاق حاصل کیے بغیر اور اتباع سنت پر ثابت قدم رہے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور مقام اجازت کا یہ ایک ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس کا درمیانی (اوسط) مرتبہ لطیفہ نفس کی فنا، لفظ انا کی سالک کے وجود پر اطلاق کا زوال اور انوار نسبت کا تموج ہے۔ اور اعلیٰ مرتبہ، لطیفہ قلب ونفس کی فنا و بقاء شرف حاصل کرنے کے بعد عالم خلق کے لطائف کی تہذیب ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ میں طلب کی تپش کی تسکین، باطن کو کمال درجہ کا اطمینان اور اتباع "ھوا لما جاء بہ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم"

Marfat.com

(یعنی خواہش کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع ہونا)۔ کا اتباع حاصل ہوتا ہے۔ اس میں سے کسی ایک مرتبہ کے حصول کے بغیر اجازت دینا مجاز کو مغرور اور مستفید کو محروم کرنا ہے۔ العیاذ باللہ منہ۔

آپ کے خلفاء مختلف شہروں میں اس طریقہ کے مطابق مصروف ارشاد ہیں۔ اس میں سے بعض کا ذکر عنقریب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپکی ذات شریف کو اس طریقہ کے مقامات کی تسلیک کے (منصب) سے سرفراز فرمایا، کہ آپ تیس سال تک اپنے مشائخ سے انوار و برکات طریقت وحقیقت حاصل کر کے کمال و تکمیل کے انتہائی مرتبہ پر فائض ہوئے۔ اور تیس سال سے زیادہ سالکان راہ مولیٰ کی تربیت میں مشغول رہ کر دنیا پر نیک آثار چھوڑ گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حواشی

۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد امجاد میں سے بہت سے صاحب زادگان حضرت مظہر سے منسلک ہو گئے تھے۔ جن میں سے بعض کے حالات کتاب حاضر کے باب خلفاء حضرت مظہر میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ کشف قلوب (ر۔ک۔ ضمیمہ فرہنگ اصطلاحات)۔

Marfat.com

گیارہویں فصل

حضرت کے ترک وزہد اور دیگر اوصاف کا بیان

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عقل کامل اور اعلیٰ اصابت رائے عطا فرمائی ہے امور سلطنت اور انتظام مملکت کا تدبر اور ہر کسی کے حال کے مطابق ہر اچھے طریقہ سے اسے تعلیم دے سکتے ہیں۔ اس لئے اس وقت کے امراء مجھ سے مہمات کے سلسلے میں صلاح ومشورہ لے کر عمل کرتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ والد کی تربیت کی برکت سے ہم ایک ہی نظر سے ہر کسی کو پہچان لیتے ہیں کہ اس میں آدمیت کا جوہر اور حوصلہ کس قسم کا ہے؟ اور لوگوں کی جبینوں پر ہم نور طریقت سے حرف سعادت یا شقاوت پڑھ لیتے ہیں کہ بہشتی ہے یا دوزخی۔

آپ کی ذات مبارک کمال درجہ کے زہد وتوکل سے متصف تھی۔ دنیا واہل دنیا سے بہت استغنا تھا۔ ان کے ہدیے بہت کم قبول فرماتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ محمد شاہ بادشاہ نے وزیر قمر الدین خان (۱) کی زبانی کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملک عطا کیا ہے۔ آپ جو چاہیں بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔ آپ نے جواباً فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "قل متاع الدنیا قلیل" (۲) گویا سات ولایتوں کی دولت کو قلیل فرمایا ہے۔

Marfat.com

تمہارے پاس اس قلیل کا صرف ساتواں حصہ یعنی ایک اقلیم ہندوستان ہے۔ تمہارے پاس دینے کے لئے رکھا ہی کیا ہے؟ کہ فقرا کا سر ہمت جھک سکے۔

ایک امیر نے حویلی اور خانقاہ بنوا کر فقراء کے لئے وجہ معاش مہیا کی، اس نے حضرت سے عرض کیا تو اس کی درخواست قبول نہ ہوئی۔ فرمایا کہ چونکہ مکان چھوڑنا ہی ہے اس لئے مکان کا اپنا یا پرایا ہونا برابر ہے۔ اور روزی جو علم الہٰی میں مقدر ہے وقت مقررہ پر مل کر ہی رہے گی۔ فقراء کے لئے صبر وقناعت کا خزانہ کافی ہے۔

ایک مرتبہ سخت سردی کے موسم میں آپ کندھے پر پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ وہاں نواب خان فیرز جنگ بھی موجود تھا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہوگیا۔ اس نے اپنے ایک مصاحب سے کہا کہ ہم گناہ گاروں کی کتنی بدبختی ہے کہ جس بزرگ سے ہماری ارادت و بندگی ثابت ہے وہ ہمارا نیاز مندانہ تحفہ قبول نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا:

به چشم آبله آمد برهنه پائی ما　　　　ہزار حیف کہ گل کرد بینوائی ما

فقیر نے امراء سے نیاز نہ قبول کرنے کا روزہ رکھا ہے۔ اب جب کہ زندگی کا اختتام ہے اگر روزہ توڑوں تو دس لاکھ روپیہ درکار ہوگا تب جا کر میرے ہمسایوں کی عورتوں کا چولھا گرم ہوگا۔

نواب نظام الملک (۳) تیس ہزار روپے نقد بطور نیاز لایا۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ تو پھر کہا کہ حاجت مندوں میں ہی تقسیم فرمادیں، آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا خانساماں نہیں ہوں یہاں سے باہر جا کر اس کی تقسیم شروع کردو گھر پہنچنے تک ختم ہو جائے گا۔

اسی طرح افغانوں کے ایک سردار نے تین سو اشرفیاں بھیجیں۔ تو آپ نے رد کردیں۔ اور فرمایا کہ اگرچہ ہدیہ رد کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن اسے لینے کو واجب بھی قرار نہیں دیا گیا۔ اگر ہدیہ حلال ہونا متیقن ہو تو اس کا لے لینا باعث برکت ہے۔

فقیر اپنے ان اصحاب سے جو اخلاص اور احتیاط کے ساتھ تحائف لاتے ہیں قبول کر لیتا ہے۔ لیکن امراء واغنیاء، جن کی دولت اکثر مشتبہ ہوتی ہے اور لوگوں کے حقوق ان سے متعلق ہوتے

Marfat.com

ہیں قیامت کے دن جن کے حساب سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہے۔ چنانچہ بروایت ترمذی حدیث شریف میں ہے: **لا یزول یوم القیامة قد ما ابن آدم حتی یسال عن خمس عن عمره فیما افناه و عن شبابه فیما ابلاهٔ و عن ماله من این اکتسبه و فیما انفقه و ماذا عمل فیما علم** (۴)۔

اس لئے تحائف قبول کرنے میں تامل لازم ہے۔ ایک امیر نے آموں کا ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجا آپ نے اسے رد کر دیا۔ اس نے دوبارہ بصد التجا بھیجے۔ آپ نے دو آم لے لیے باقی تمام واپس کر دیے کہ میرا دل ان کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اسی وقت ایک باغبان آپ کے حضور شکایت لے کر آیا کہ فلاں امیر نے میرے آم جبراً لے لیے ہیں، اور ان میں سے کچھ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں اس مظلوم کی حمایت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ عاقبت نااندیش، مغصوبہ ہدیوں سے فقیر کا باطن تاریک کرنا چاہتے ہیں۔ تاب اللہ علیہم۔

امراء کا کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ان لوگوں کے طعام کی ظلمت باطن کو مکدر کر دیتی ہے۔ اس سلسلے میں فرمایا ہے **شر الطعام طعام الاغنیا** (بدترین طعام امراء کا کھانا ہے) بلکہ آپ کو تو غرباء کی ضیافت قبول کرنے میں بھی تامل ہوتا تھا کیونکہ یہ لوگ بے سروسامانی کی وجہ سے سود پر قرض لے کر ضیافتیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ روزہ افطار کرنے کے وقت بے گانہ طعام دوستوں میں تقسیم کیا اور اس میں سے کچھ خود بھی کھالیا۔ نماز تراویح کے بعد فرمایا عزیزو! اپنے باطن کا حال تو بیان کرو کہ اس روٹی کے ٹکڑے نے باطنی نسبت پر کیا اثر کیا ہے۔ میں (شاہ غلام علی مولف ہذا) نے عرض کی کہ حضرت نے بھی تو تناول فرمایا ہے پہلے آپ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا میرا باطن تو اس سے تباہ و سیاہ ہو گیا تھا۔ نماز اور قرآن سننے کی برکت سے بحال ہوا ہے۔ میں نے پھر عرض کی کہ بے شک مشتبہ لقمہ نے آپ کے مبارک باطن اور دریائے انوار میں تغیر پیدا کر دیا تھا۔ ہم جیسے تنگ باطن کی خرابی احوال کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمانے لگے کہ لقمہ توفیق رفیق اور نور اطاعت میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ نے فقر کو

Marfat.com

دولت مندی پر ترجیح دی تھی اور صبر وقناعت کو پسند کر لیا تھا تسلیم و رضا کو اپنی مرضی کی خاصیت کے مطابق بنا کر قضائے موافق و ناموافق کے مطابق بنا لیا تھا۔ اور دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق الھم اجعل رزق آل محمد کفافا (۵) (اے اللہ آل محمد کی روزی بقدر ضرورت بنا) بشریت کے لئے جو کچھ ضروری ہے اسی پر کیفایت کرتے اور اپنے اصحاب کے لئے بھی یہی دعا کرتے تھے کہ وہ اس قدر دولت مند نہ ہوں کہ فضول خرچی کرنے لگیں اور نہ اس قدر مفلس ہوں کہ نوبت قرض تک پہنچے۔ آپ ان میں سب سے زیادہ بے سروسامان فرد تھے۔ اور موت کی تیاری وقت سے پہلے کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ عبودیت کے مراتب اور حلقہ ذکر کے بعد باقی وقت انتظار میں گزرتا ہے۔ اب دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ اور نہ ہی دل کو لگاؤ رہا ہے۔ موت تو تحفہ الٰہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موجب ہے۔ ہر عمل میں آپ حدیث شریف کی طرف راغب ہوتے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے اوقات اور اعمال سنت حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت فقہ کے مطابق درست کر لئے ہیں۔ جو کوئی ہمیں خلاف شرع عمل کرتے دیکھے اس پر وہ ہمیں منع کرے۔ لوگوں کو سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سلام کرنے کی تاکید کرتے۔ اور سر پر ہاتھ رکھنے یا جھکنے سے منع کرتے تھے۔ فرماتے تھے ہمیں خلوت پسند ہے اور اپنے مشائخ سے محبت و اخلاص، خصوصاً حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں نہایت راسخ تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے اپنے پیروں سے غالب محبت کی وجہ سے ملا ہے۔ تیرے اعمال ہی کیا ہیں؟ کہ بارگاہ کبریا کے قرب کا موجب بنے۔ مقبول اور مقرب حضرات کی محبت ہی قبول خدا کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔ آپ کریم الاخلاق تھے۔ ہر ایک سے تواضع اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ اہل فضل وتقویٰ کی تعظیم ان کے مراتب کے مطابق کرتے تھے۔ کسی کافر کی تعظیم کے لئے خواہ وہ امیر ہو یا غریب ساری زندگی نہ اٹھے۔ ایک مرتبہ سنا کہ کافر مرہٹوں کا سردار آپ کی زیارت کے لئے آ رہا ہے۔ آپ نے ایک شغل کے لئے اپنی مجلس برخاست کی اور اپنے حجرے میں چلے گئے۔ جب وہ آیا اور بیٹھ گیا تو پھر وہاں سے باہر آئے

Marfat.com

اور یہ محسوس کیا کہ اب وہ جانے کے لئے آمادہ ہو رہا ہے، آپ پھر حجرے میں چلے گئے۔ اس لئے کہ اگر اس کی تعظیم نہ کرتے تو وہ ناراض ہوتا۔ اور اگر اہل دنیا کی تعظیم کریں تو دین کو نقصان پہنچتا ہے۔

انوار طریقہ کی اشاعت اور طالبوں کے حال پر توجہ دینے میں آپ بڑی کوشش کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس امر میں تاکید فرماتے تھے کہ اس طریقہ کی برکت سے دل میں نور اور اطاعت میں حضوری پیدا ہوتی ہے۔ جو اطاعت حضور اور آگہی میں کی جائے اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔ اس طریقہ کے انوار سے نماز بے خطرہ ادا کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ سخت بیمار ہوئے کہ مسند سے اٹھنے کی تاب نہ رہی اصحاب نے مسند کے گرد ہی حلقہ بنا کر مراقبہ کیا ناگہاں آپ نے یہ شعر پڑھا:

خضر از حسد بمیرد چو بر وی یار باقر
کند آخرین نگاہ و رہ پائیدار گیرد

ترجمہ: خضر کو رشک ہو گا جب مجھ پر محبوب حقیقی نظر کرم دائمی فرمائے گا۔ (ترجمہ از ناشر)

جس نے بہت تاثیر پیدا کی۔ مسند سے نیچے آئے اور طالبوں کے افادہ میں مشغول ہو گئے، کہ گویا کوئی ضعف اور بیماری ہی نہیں ہے۔

ایک بزرگ آپ کو محبت، بغض، طے ارض، دست غیب اور تسخیر سلاطین کے اعمال کی اجازت اور ادائے زکوٰۃ کی شرط کے بغیر ایک سیر خالص سونا آپ کو دیتا تھا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ کیونکہ اس طرح باطنی نسبت کے ریا سے آلودہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور دنیاوی اسباب کے لگاؤ کا شبہ ہوتا ہے۔ آپ کے طالبوں میں سے اگر کوئی ان اعمال کی طرف راغب ہوتا یا کیمیا سیکھنے کی کوشش کرتا تو آپ بہت ناراض ہوتے، فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ درجہ توکل و استغنا اور ماسوا سے اتر کر فانی خرافات کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔ جو شخص دنیاداروں سے میل جول رکھتا، اس کی صحبت کی برکات اور طریقہ کے انوار سے ناامید ہو جاتے۔

Marfat.com

فرماتے تھے کہ حاجت وضرورت کے بقدر اہل دنیا سے اختلاط میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ اس میں وہ نیک نیت رہے اور باطنی نسبت کی حفاظت کر سکے۔ فرماتے تھے کہ دنیا پر خدا کا غضب ہے۔ جیسا کہ روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان الدنیا ملعونۃ و ملعون مافیھا الا ذکر اللہ و ما والاہ وعالم او متعلم (۲) (حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ملعون ہیں سوائے اللہ کے ذکر، اللہ کی پسندیدہ چیز اور عالم یا طالب علم کے) اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

سالک کے دل میں خدا اور دنیا کی طلب جمع نہیں ہوسکتی۔ ترک ماسوا اور دنیاوی اغراض سے منہ پھیر لینا چاہیے۔ خواہش رکھنی چاہیے یہاں تک کہ قبول ہو جائے:

فرد

آرزو بہ گزار تا رحم آیدش
آز مودم من چنیں می بایدش

ترجمہ:۔ خواہش کو دل سے نکال دے تا کہ اسے رحم آئے، میں نے یہ آزمایا ہے کہ وہ اس کو پسند کرتا ہے۔

فرد

مئے صرف وحدت کسی نوش کرد
کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

ترجمہ:۔ جس نے خالص وحدت کی شراب پی، اُس نے دنیا وآخرت فراموش کر دیا۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ اعتماد الدولہ قمر الدین خان بہادر ۱۱۳۷ھ/۱۷۲۴ء میں محمد شاہ بادشاہ کا وزیر بنا، بہت سی ملکی مہمات میں سرگرم عمل رہا، اس کا لڑکا انتظام الدولہ حضرت مظہر کا ارادت مند تھا۔ حضرت مظہر کے دو مکاتیب اس کے نام ہیں، دیکھیے: کلمات طیبات مکتوب نمبر۔۶۰۔۶۱۔

۲۔ القرآن، (النساء) ۴/۷۷ (کہہ دنیا کا متاع تھوڑا ہے)۔

۳۔ نواب نظام الملک آصف جاہ اول (۱۰۸۲۔۱۱۶۱ھ) بانی دولت آصفیہ، دکن۔

۴۔ ترمذی (باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص) ۲/۶۷، طبع کراچی۔

متون ترمذی میں حدیث کے الفاظ قدرے مختلف ہیں یعنی:

لا تزول قد ماعبد حتی یسال عن عمره فیها افناه و عن علمه فیها فعل و عن ماله من این اکتسبه و فی ما انفقه و عن جسمه فیها ابلاه۔

(ترجمہ) کسی شخص کے قدم اپنی جگہ سے اس وقت تک نہیں ہل سکیں گے یہاں تک کہ اس سے اس کی عمر کے بارے میں پوچھ لیا جائے گا کہ کہاں صرف کی اور اس سے علم کے بارے میں کہ کہاں خرچ کیا، اور اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں استعمال کیا۔

۵۔ مسلم ۲/۴۰۹۔

۶۔ ترمذی ۲/۵۸۔

Marfat.com

بارھویں فصل

حضرت مرزا مظہر کے ملفوظات

آپ فرماتے ہیں کہ ایمان مجمل یعنی کہ ''میں خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لایا۔ اور نیز جو کچھ پیغمبر خدا سے لائے۔ اور خدا اور رسول کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھتا ہوں''۔ جو نجات کے لیے کافی ہے۔ ہر مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرنا متجر علماء کا کام ہے۔ عام مسلمان اس کے مکلف نہیں ہیں۔

فرماتے ہیں ائمہ اہل بیت سے اظہار محبت اور اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یکساں تعظیم لازم ہے۔ اور یہی صراط مستقیم ہے جو قیامت کے دن پل صراط کی صورت میں نمودار ہوگی۔ جو دنیا میں اس سیدھی راہ سے منحرف نہیں ہوگا وہ قیامت کے دن اس سے استقامت کے ساتھ گزر جائے گا۔

فرماتے ہیں ایک بار ایک بے ادب رافضی نے جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعنہ دیا۔ ہم غیرت دین اور اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی وجہ سے غضب ناک ہو کر اس بے ادب کے سر پر خنجر مارنے کے لیے نکلے۔ وہ ڈر گیا اور فریاد کرنے لگا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مجھے چھوڑ دو حضرت امام رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک سنتے ہی میرا غصہ فرو ہو گیا۔ اور میں نے اس بے ادب کو معاف کر دیا۔

فرماتے ہیں تمام اولیاء اللہ کی تعظیم اور تمام مشائخ رحمۃ اللہ علیہم سے محبت بھی لازم ہے۔ اگر نفع و استفادہ کی خاطر اپنے پیر کی افضلیت کا نظریہ اختیار کر لے تو یہ فرط محبت سے بعید نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کہ جنہوں نے ایک نیا طریقہ رائج کیا اور اپنے طریقے کے مقامات و کمالات بکثرت تحریر فرمائے ہیں۔ اور آپ کے برگزیدہ اصحاب ان مذکورہ مقامات و واردات کو پہنچے ہیں ہزاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں ہے کیوں کہ ان کا اقرار ہزاروں علماء اور عقلا نے متواتر کیا ہے (اس کے باوجود) انہیں اولیاء کی برابری یا ان کی اکابر مشائخ رحمتہ اللہ علیہم پر افضلیت کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔ کیوں کہ وہ اکابر دین آپ (حضرت مجدد قدس سرہ) کے مشائخ میں سے تھے۔

فرماتے ہیں، ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے۔ اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے۔

فرماتے ہیں "السماع یورث الرقته والرقته یجلب الرحمته" (سماع رقت بخشا ہے اور رقت رحمت کا سبب ہے)۔ پس جو چیز رحمت الٰہی کا باعث ہو وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ مزامیر کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مگر خوشی کے مواقع پر دف بجانا مباح ہے اور بانسری کا استعمال مکروہ ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ بانسری کی آواز آئی تو اپنے کان مبارک بند کر لیے۔ عبداللہ بن عمر بھی ہمراہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سماع سے منع نہ فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ اس سماع سے احتراز کرنا ہی کمال تقویٰ ہے۔

چونکہ نقشبندی بزرگوں کا عمل عزیمت پر محمول ہوتا ہے۔ اس لیے وہ رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور سماع سے بھی پرہیز۔ کیوں کہ غنا کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ مختلف فیہ کو ترک کرنا ہی بہتر ہے۔ اور اس طرح کمال تقویٰ سے ذکر خفی اختیار کیا اور ذکر جہر موقوف کر دیا ہے (۱)۔

فرماتے ہیں کہ توحید وجودی کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔ شرع اس باب میں خاموش ہے۔ صوفیہ کرام نے اسے از روئے کشف و وجدان بیان کیا ہے۔ جو احوال محبت کے غلبہ کی

Marfat.com

وجہ سے معذور ہیں۔ رسائل توحید اور معنی ''لا موجود الا اللہ'' کے خیال سے توحید حاصل کرنے کی کوشش ارباب معرفت کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

ایک عالم نے خواب میں دیکھا کہ علماء وصوفیہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہیں۔ علماء نے صوفیہ کے بارے میں بہت سی شکایات کیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ان حضرات نے مسئلہ وحدت الوجود کا پرچار کر کے شرع میں خلل پیدا کیا ہے، بے باکوں نے ریاکاری سے کام لیا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اکابر پر حق سبحانہ کی طرف محبت کا جو غلبہ ہوتا ہے، کی وجہ سے معذور جانتے ہوئے سکوت فرمایا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے عروج حاصل ہوا، اور نور منبسط (جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو) بھی منکشف ہوا۔ اس میں ساری کائنات کے نقوش، منقش تھے۔ اس وقت مجھے حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کا قول یاد آیا۔ **الا شیاء اعراض مجتمعة فی عین واحد** (۲) (کل کائنات کیا علوی کیا سفلی (تمام عالم) اعراض ہیں جو حقیقت واحدہ میں جمع ہیں) مجھے معلوم ہوا کہ اسماء وصفات کے عکسوں نے مرتبہ علم میں جو وجود کا باطن ہے امتیاز پیدا کیا ہے۔ نیز ظاہری وجود میں بھی منعکس ہو کر آثار مقصود کا مصور بن گئے اور در حقیقت خارج میں وہی ایک وجود متحقق ہے۔ اچانک مجھے تنبیہ کی گئی کہ اس مرتبہ کے اوپر بھی ایک مرتبہ ہے۔ چنانچہ اکابر صوفیہ نے فرمایا ہے کہ ''فوق عالم الوجود عالم الملک الودود'' (ملک الودود کا عالم، عالم الوجود کے اوپر ہے)۔

پس اثناء سلوک میں توحید کے معارف پیش آتے ہیں اور وہ علوم جو کہ ظاہر شرع میں بے تاویل ہیں اس کے بعد واضح ہوتے ہیں۔ ان اکابر اولیاء سے جن سے یہ علوم منقول ہیں یقین ہے کہ انہوں نے اس سے بڑھ کر ترقی کی ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے کہ مخلصین کو اخلاص میں ثابت قدم اور ان کی بزرگی میں ترقی ہو تو افاضہ فیوض اور حل مشکلات کے لیے ان کے پیر ومرشد واقعات (مکاشفات وخواب) میں دکھائے جاتے ہیں اور بعض اوقات اس بزرگ کے لطائف اس کی صورت میں متمثل ہو کر ان کے

Marfat.com

کاموں کے پورا ہونے کا وسیلہ بنتے ہیں اور کبھی اس بزرگ کو اس معاملہ کی اطلاع بھی ہو جاتی ہے۔

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کعبہ معظمہ سے کب آئے ہیں میں نے جواب دیا میں کبھی کعبہ گیا ہی نہیں۔ اس نے کہا میں نے آپ سے کعبہ شریف میں ملاقات کی ہے اور ایک شعر کا مصرعہ جو میں بھول گیا تھا آپ ہی نے بتایا تھا۔ پس چاہیے کہ اس قسم کے واقعات خود پسندی اور فخر کا باعث نہ بنیں۔ ہمارا اور تمہارا تو صرف ایک بہانہ ہے، حقیقت میں تمام امور کا کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

او به دلہا می نماید خویش را
او بدوزد خرقہ درویش را

ترجمہ:۔ وہ اپنا آپ دلوں میں ظاہر کرتا ہے اور خرقہ درویش کو سی دیتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی محض بیعت، شجرہ اور کلاہ نہیں ہے بلکہ مرشد کی صحبت میں رہ کر ذکر قلبی، حصول جمعیت اور توجہ الی اللہ کی تعلیم بھی لازم ہے۔

فرماتے ہیں کہ اشغال طریقہ اختیار کرنا غلبہ محبت الٰہی کے حصول کے لیے ہے۔ کبھی فرط محبت محض عنایت الٰہی ہوتی ہے۔ لیکن ذکر دوام با شرائط، طریقہ دوستان خدا میں فرض ہے۔ تمام مرادات کا ترک کرنا اور بکثرت ذکر کرنا چاہیے کیوں کہ دل ذکر کثیر کے بغیر نہیں کھلتا۔ ذکر کرتے وقت اگر کوئی کیفیت یا بے خودی حاصل ہو تو اسے محفوظ رکھنا چاہیے، اور اگر کچھ ظاہر نہ ہو، تو پھر بہت عاجزی اور افتقار کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔ اسی طرح اشغال کا التزام کرنا چاہیے تا کہ کیفیت دوام حاصل ہو جائے۔

فرماتے ہیں اوقات کو ذکر اور عبادت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اپنی قوت مدرکہ کو ماسوا اللہ کی طرف کرنے سے پاک رکھنا چاہیے۔ اپنی توجہ و ہمت اسم مبارک "اللہ" کے مفہوم کے سوا جس پر کہ ہم ایمان لائے ہیں، کسی اور چیز پر صرف نہیں کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ ملکہ حضوری میں راسخ ہو جائے۔ اور دین کامل جو اسلام ایمان اور احسان ہے، حاصل ہو جائے۔ جس وقت دل کی طرف خیال کرے اسے حق سبحانہ کی طرف متوجہ پائے۔ اس اثنا میں اگر دیگر ذوق و شوق اور کیفیات حاصل ہو جائیں تو یہ مزید عنایت الٰہی ہے ورنہ کار اصل مرتبہ حضور و آگاہی کا حصول ہے۔

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ ایسا دل سلیم پیدا کرنا چاہیے جس میں غیر اللہ کا گزر نہ ہو واقعات وخواب چنداں قابل اعتبار نہیں ہیں کیوں کہ ان میں بہت اشتباہات پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی اتباع سنت کا نور، نور ذکر، نسبت مرشد، کثرت درود، خدمت سادات، درس حدیث اور کبھی تصدیق واخلاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک میں نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء کی خدمت میں مناسبت کے روابط ان اکابر کی صورتوں میں متصور ہوتے ہیں۔ اور کبھی اخبار مشہورہ اور مقررات واقعہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ یہ تمام شعبدے دل کو سرور بخشتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں مگر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اولیا کا دیدار احوال، انوار باطن اور توفیق اطاعت کو زیادہ کرتا ہے۔ واقعات نفس الامر کے مطابق ہوتے ہیں جو بڑی کامیابی ہے۔

فرماتے ہیں، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور رویت الٰہی جسے تجلی صوری کہا گیا ہے، خدائے عزوجل کی نعمت ہے خواہ وہ کسی قسم سے ہوں راسخ مناسبت سے بشارت دینے والی ہیں:

ع هنيئا لا رباب النعيم نعيمهم(۳)

(نعمت والوں کے لیے ان کی نعمتیں مبارک ہوں)

فرماتے ہیں کہ غلبہ خواطر کے وقت جناب الٰہی میں التجا وزاری کرنا چاہیے۔ مرشد کی صورت کو توجہ کا مرکز بنا کر اس کے وسیلے سے باطنی امراض کے ازالہ کے لیے التجا کرنی چاہیے۔

فرماتے ہیں افتقار وانکساری کی صفت کا ہونا لازم ہے، اور لوگوں کے ظلم وستم صبر وتحمل سے برداشت کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہیے:

چیست معراج فنا این نیستی
عاشقاں را مذہب و دین نیستی

ترجمہ:۔ فنا کی معراج نیستی (مٹ جانا) ہے، اور عاشقوں کا راستہ اپنے محبوب میں فنا ہونا ہی ہوا کرتا ہے۔

Marfat.com

نگاہ بلند ہونی چاہیے مجازی امور کو تقدیر جانتے ہوئے چون وچرا نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی خطا ہو جاتی اور اہل بیت اسے ملامت کرتے تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اسے کچھ نہ کہو اگر مقدر ہوتا تو کیا وہ ایسا کرتا؟

فرماتے ہیں کہ ان تمام تکلفات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم صفات کے مطابق تہذیب اخلاق کی جائے کیوں کہ ''حضرت صلی اللہ علیہ وسلم'' کا خلق، خلق عظیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ **بعثت لا تمم مکارم الا خلاق** (۴) (میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق تمام کروں)۔

نفی واثبات کے ذکر کی ورزش سے بشری صفات کم ہو جاتی ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بری عادت کا جدا جدا تکرار کلمہ طیبہ میں کلمہ لا سے چند روز تک نفی کرے۔ اور اس کی جگہ خدا کی محبت ثابت کرے یہاں تک کہ وہ بری خصلت زائل ہو جائے۔ نفسانی خواہش کے برعکس مقامات سلوک حاصل کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ بری خصلتیں نیک اوصاف میں تبدیل ہو جائیں۔

فرماتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ بری صفات تصفیہ وتزکیہ کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کا مکمل خاتمہ ممکن نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا تو سچ مان لو لیکن اگر یہ سنو کہ کسی کی جبلت بدل گئی ہے تو باور نہ کرو۔ **"لا تبدیل لخلق اللہ"** (۵) (خدا کی خلقت میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہے)۔

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے میرا غصہ زائل نہیں ہوا۔ مگر اس سے پیشتر کفر میں صرف ہوا ہے اب اسلام کی حمایت میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں فنا اور اطمینان نفس کے بعد تسلیم ورضا سالک کا وصف بن جاتا ہے۔ اور فنائے قلب میں غلبہ محبت کی وجہ سے سبب افعال لوگوں سے مسلوب ہوتے ہیں۔ اور فاعل حقیقی کے سوا سالک کے شہود میں کچھ نہیں رہتا۔

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ کھانے پینے، سونے جاگنے اور اعمال وعبادت میں توسط اور حد اعتدال رکھنا مشکل کام ہے۔ کوشش یہ کرنی چاہئے کہ اپنے اوقات کار حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق منضبط کئے جائیں۔ انبیاء علیہم اسلام کی پیروی ہر کام میں حد اعتدال حاصل کرنے کے لئے ہے۔ ہر کام میں "لیقوم الناس بالقسط" (٦) (تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں) نص قطعی ہے۔

اس باب میں آپ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض کی طرف دوام توجہ سے اس قدر فیوض و برکات سے فائض ہوتے ہیں کہ "باطن" انوار اور کیفیت محبت سے لبریز ہوکر بہنے لگتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اپنے اعمال کی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ محض عنایت کو دیکھنا اس راستہ کے کار گزار کے لئے معاون ہے۔ خواہ کتنا ہی عمل کرے پھر بھی استغنا اور صفت کبریا سے خائف رہے۔

کوتاہی کا عذر اور امید واثق کو قبولیت کا وسیلہ بنائے۔ تھوڑے سے گناہ کو بہت زیادہ خیال کرے۔ قلیل نعمت کو بے شمار خیال کرتے ہوئے شکر ورضا اختیار کرے۔

فرماتے ہیں سالکوں کے لئے ہزار بار درود اور کثرت استغفار لازم ہے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات جو کہ مسائل شریعت، اسرار طریقت، معارف حقیقت، نکات سلوک، حقائق تصوف اور انوار نسبت مع اللہ پر مشتمل ہیں، عصر کے بعد دائمی درس لینا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے سعادت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

دعائے حزب البحر، وظیفہ صبح و شام اور ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرار ہم حل مشکلات کے لئے ہر روز پڑھنا چاہئے۔ تہجد کے نماز میں دس یا بارہ رکعتیں مع سورہ اخلاص اور سورہ یاسین یا جس قدر آسانی ہو سکے پڑھے۔ اشراق کی نماز چار رکعت اور نماز چاشت میں چار یا چھ رکعت اور زوال میں بھی چار رکعت ایک سلام سے، سنت مغرب کے بعد چھ یا بیس رکعت اور عشاء کی سنت کے بعد چار رکعت، سنت عصر اور تحیۃ وضو بھی لازم ہونا چاہئے۔ تلاوت قرآن مجید ایک جزو، کلمہ تمجید اور کلمہ توحید سو سو مرتبہ اور سبحان اللہ وبحمدہ صبح اور سوتے وقت سو مرتبہ پڑھیں حدیث

Marfat.com

صیحہ سے جو موقتہ دعائیں ثابت ہیں ان کا ورد بھی معین کرنا چاہئے۔لیکن ان تمام اعمال میں حضور قلب کا ہونا لازم ہے۔

فرماتے ہیں فنا کا حصول جس کی علامت ماسوا اللہ سے بے شعوری اور خدا کی طرف دائمی توجہ ہے۔اگر چہ اس طریقہ میں جلدی حاصل ہوتی ہے۔لیکن اس مرتبہ کا متحقق ومثبت ہونا جس میں ماسوا اللہ کو بھول جانا اور علاقہ "علمی وجبی" کو دل سے قطع کرنا عرصہ دارز کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

اس طریقہ کے مقامات کے حصول کے لئے میں نے مشائخ کرام رحمتہ اللہ علیہم کی تیس سال خدمت کی اور تیس سال سے زیادہ طالبان حق عز وجل کو طریقہ کی تلقین میں مصروف ہوں، ساٹھ سال ہوئے کہ میں حضرت سید (نور محمد بدایونی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات کی بدولت فنائے قلب سے مشرف ہوا اور اس مدت میں بڑی کوشش سے باطنی شغل کرتا رہا ہوں۔اب فنائے قلبی کے آثار جیسے کہ چاہئے ظاہر ہو رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ کمال فنا کے ظہور سے بارہا یہ یقین ہوا کہ میں اس جہان سے انتقال کرنے والا ہوں، اور اگر اس وقت کوئی آکر سلام کہتا تو ایسا لگتا کہ جیسے کسی نے قبر پر آکر سلام تحیۃ کہا ہے۔ ایک مرتبہ مجھے اس سے افاقہ ہوا تو گمان گزرا کہ میں ابھی زندہ ہوں اور ابھی رخت سفر باندھنے کا وقت نہیں آیا۔

فرماتے ہیں، فنا کے ظہور کے وقت قصور کی دید اس قدر غالب ہوتی ہے کہ اس موقع پر لوگوں کی خدمت اور تعظیم کرنا تعجب کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ ایک دن یہ فقیر (مصنف حضرت شاہ غلام علی) آپ کے حضور میں حاضر تھا۔اور پنکھا کر رہا تھا۔اسی وقت مجھے سختی سے منع کر دیا۔لیکن دوسرے روز خود حکم دیا کہ پنکھا کرو۔فرمایا کہ گزشتہ روز نسبت فنا کا ظہور تھا، میں نے خیال کیا کہ تم تمسخر کے طور پر یہ کام کر رہے ہو۔اس لئے میں نے سختی سے منع کر دیا۔اس وقت نسبت بقا کا ظہور ہے اور میرے باطن پر عظمت وکبریائے الٰہی کی تجلی جلوہ گر ہے اس لئے اگر تمام دنیا اس کی تعظیم کے لیے اٹھے تو پھر بھی اس مرتبہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

فرماتے ہیں، تجلیات الٰہیہ کی شناخت جو ارباب محبت و معرفت کے باطن پر وارد ہو، کی شناخت دشوار کام ہے۔ نظر بصیرت تیز درکار ہے تاکہ تجلیات کی کیفیات جدا جدا معلوم کر سکے۔

فرماتے ہیں کہ مقامات طریقہ کے حصول کے بعد سالک کے احوال مختلف تصویروں والے مرقع کی طرح ہو جاتے ہیں۔ کبھی مقامی نسبت ظہور کرتی ہے۔ اور وہ اپنی کیفیات میں اسے محفوظ کرتی ہے، اور کبھی نسبت مقامی دوسرا پرتو ڈالتی ہے تو اس وقت اس کی کوئی اور ہی حالت ہوتی ہے لیکن جب متوسلان خاندان احمدیہ کی نسبت اپنے کمالات اور عروج کو پہنچتی ہے تو سالک (متوسل) اس کی لطافت و بے رنگی کی وجہ سے ادراک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ لطافت اور صفا تمام مقامات سافلہ کو متاثر کرتی ہے۔ اور کیفیات کو چھپا لیتی ہے۔ اور وہ واقعات و خواب جو اس طریقہ کے اطفال (مبتدی) کے لئے دل خوش کن ہوتے ہیں کم ہو جاتے ہیں۔ وہاں محض لاعلمی اور دشواری ہی ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ خلوت میں بیٹھ کر باطنی نسبت کی حفاظت اور مبدا فیاض پر دائمی توجہ رکھنی چاہئے۔ اپنے اوقات ادائے اعمال ظاہری سے معمور رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ اعمال کا نور جمعیت، صفائی نسبت، حضور اور آگاہی کا سبب ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمیشہ کے مراقبے سے نسبت باطنی میں قوت اور ملک وملکوت کی اطلاع مہربانی کی نظر سے دلوں کو نوازنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذکر تہلیل کی کثرت سے صفات بشریت کی فنا، کثرت درود سے اچھے واقعات، کثرت نوافل سے انکسار اور عاجزی اور کثرت تلاوت سے نور و صفا حاصل ہوتا ہے۔ ذکر تہلیل معنوی لحاظ سے اس طریقہ میں مفید ہے۔ اور صرف لفظ کی تکرار ہی آخرت کے ثواب کا سرمایہ اور برائیوں کا خاتمہ کرتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ جس نفس سے نفی و اثبات کا ذکر تین سو بار سے کم کیا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ جس قدر زیادہ کیا جائے اتنا ہی مفید ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس نفس کو ذکر کی شرط نہیں رکھی ہے بلکہ اس کا صرف مفید ہونا فرماتے ہیں۔ لیکن ذکر دوام، وقوف قلبی اور

Marfat.com

مبدا فیاض پر توجہ کو اپنے طریقہ کا رکن مقرر کیا ہے (۷)۔

فرماتے ہیں کہ پہلے دل کا ذکر ضروری ہے۔ جب ذکر میں کچھ طاقت آجائے اور اسم ذات کی آواز خیال کے کان سے سننے لگے۔ تو پھر ہر نفس میں ذات الٰہی کی توجہ اور آگہی رکھنی چاہیے۔ جب کوئی خطرہ دل میں آئے تو اسی وقت اسے روکنا چاہیے تا کہ نفس کی خواہش اور وسوسے ہنگامہ برپا نہ کریں۔ کیوں کہ ہجوم خواطر فیض کے ورود کے مانع ہوتا ہے، یہی "ہوش دردم" ہے۔

فرماتے ہیں اسم ذات کی کثرت سے جذبہ الٰہی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ نفی واثبات سلوک کے راستے کا فاصلہ طے کرنے کے لیے مفید ہے۔

فرماتے ہیں، باطنی حالات کی کیفیات کا ادراک مرتبہ ولایات میں محظوظ کرتا ہے۔ لیکن کمالات نبوت میں باطن کا وصف لاعلمی اور دشواری کے سوا کچھ نہیں ہوتا اگر چہ مقامات فوق میں لطافت و بے رنگی لازم ہے حاصل کلام یہ ہے کہ کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ نسبت مجددیہ کی لطافت و بے رنگی لوگوں کے انکار کا سبب ہوتی ہے لہذا جب سالک کی سیر کمالات کو پہنچتی ہے تو مجھے تردد ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ طریقہ ہی ترک کر دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر عمر نے وفا کی تو سالکوں کو مقامات سافلہ سے مقامات عالیہ پر پہنچا دوں گا۔ اصل مقصد تو باخدا ہونا اور سنت کا متبع ہونا ہے۔ جو ہر مقام میں حاصل ہے۔

فرماتے ہیں کہ یقین وطمانیت مقامات عالیہ مجددیہ کی طلب کے دوران زیادہ ہوتا ہے، اس کے بعد مقصود سے اتصال بے کیف پیدا ہوتا ہے:

اتصال بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با نوع ناس

ترجمہ:۔ نوع انسانی کے ساتھ رب الناس کا جو اتصال ہے وہ بلا کیف وقیاس ہے۔
اس وقت کوئی ذوق وشوق اور حضور اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں کہ وصول کمالات کی راہ عنقریب بند ہونے والی ہے۔ اور طریق ولایات پامال

Marfat.com

ہو جائیں گے۔ اس آخری زمانے میں مقامات سلوک کے لیے استعداد یں کوتاہ ہوگئی ہیں جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں۔ لیکن تیس سال پہلے طالبوں کی سیر میں سرعت تھی۔ ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا۔ فی الحال اگر میرے اصحاب میں سے کوئی طالب صادق اخلاص وکوشش سے فیوض طریقہ کے کسب کی کوشش کرے تو عرصہ دراز کے بعد وہ ولایت قلبی یا اس سے بالا مقام پر فائز ہوتا ہے۔ لیکن مقامات عالیہ مجددیہ کا حصول سخت دشوار ہے۔

فرماتے ہیں، مقامات میں سالکوں کی سیر میں صحیح کشف جو واقعات کے مطابق ہو بہت کم ہوتا ہے۔ پس بشارات دے دے کر خدا پر بہتان اور سالک کو مغرور نہیں کرنا چاہیے۔ حالات میں تبدیلی، واردات کی آمد اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ، دل جمعی اور اپنے اوقات کی وظائف و عبادات کے مطابق تعمیر اللہ تعالیٰ کی عمدہ نعمتیں ہیں۔

فرماتے ہیں ارباب شوق و ذوق کی تاثیر گرم اور تیز ہوتی ہے۔ اور اہل دل کو بہت محظوظ کرتی ہے۔ اہل اللہ کے تمام طریقوں کی کیفیات وتصرفات میں وہی نسبت شریفہ ارباب طلب میں جذب فرما ہے۔ لیکن اہل اطمینان اور جمعیت کی نسبت جو کہ مرتبہ کمالات نبوت اور اس سے بھی بالاتر ہوتی ہے جو صرف طریقہ مجددیہ کا خاصہ ہے۔ جس میں بہت انوار ہیں۔ اور سالک بہت جلد ترقی کرتا ہے۔ گرم تاثیر جو کہ بے تابی شوق بخشے بہت مفید ہے۔

ظاہر ہے قدیم زمانے میں جمعیت اور طمانیت کا ظہور زیادہ تھا۔ اس لیے اصحاب کو بے تاب حرکات سے منع کرتے تھے۔ کیوں کہ فغان ونعرہ اصحاب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا۔

فرماتے ہیں کہ ضروری مسائل کا پڑھنا یا علماء کی صحبت میں سن کر عمل کی صحت کے لیے یاد کرنا لازم ہے۔ فرماتے ہیں کہ علم حدیث ایسا جامع علم ہے کہ اس میں تفسیر، فقہ اور دقائق سلوک سب شامل ہیں۔ اس علم کی برکات سے نور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیک عمل اور اچھے اخلاق کی توفیق پیدا ہوتی ہے۔ تعجب ان پر ہے جو صحیح حدیث غیر منسوخ جسے محدثین نے بیان کیا ہے۔ اور ان کے

Marfat.com

راویوں کے حالات معلوم ہیں اور جو چند واسطوں سے نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم، جن سے کبھی غلطی ہونا ممکن نہیں پر عمل نہیں کرتے اور فقہ کی روایات جن کے ناقل قاضی اور مفتی ہیں ان کے تحریری احوال وعدل معلوم نہیں ہیں اور یہ دس واسطوں سے زیادہ پر ہی مجتہد تک پہنچتی ہیں پر عمل کرتے ہیں، ان سے خطاء وصواب ہر وقت ممکن ہے۔ ربنا لاتو اخذنا ان نسینا او اخطانا (۸) (اے ہمارے رب اگر ہم بھولیں یا غلطی کریں تو ہم سے مواخذہ نہ کر)۔

فرماتے ہیں نکاح انبیاء علیہم الصلوۃ کی سنت ہے۔ لیکن ان ایام میں رزق حلال نایاب ہے۔ اور جہالت کا دور دورہ ہے اکثر کی اولاد علم وادب سے بے بہرہ ہے۔ عقد نکاح میں بدعات کے رواج سے بہت خلل پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے سالکوں کے لئے ترک وتجرید بہتر ہے۔ کم روزی کھانا، مولیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا، شہر میں مشہور نہ ہونا، کوئی درثہ، اور وارث نہ چھوڑنا۔ بے شک دولت بزرگ وشریف ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اغبط اولیای عندی لمومن خفیف الحا ذ ذو حظ من الصلوۃ احسن عبادۃ ربہ و اطاعتہ فی السرو کان فی الناس لا یشار الیہ بالا صابع و کان رزقہ کفافا فصبر علیٰ ذلک ثم نقد بیدہ فقال عجلت منیۃ قلت بواکیہ قل تراثہ (۹) (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دوستوں میں سے میرے نزدیک زیادہ رشک کے قابل وہ مومن ہے جو کم عیال دار ہو نماز کا حصہ رکھتا ہو، اس نے پوشیدہ طور پر اپنے رب کی عبادت واطاعت اچھی طرح کی ہو اور لوگوں میں غیر معروف ہو، انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کا رزق بقدر ضرورت ہو، اس نے اس پر صبر کیا ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور فرمایا اس کی موت جلد واقع ہوئی۔ کیونکہ کم عورتیں اس پر روئیں اور اس کا ترکہ بھی کم تھا۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل (۱۰)، ترمذی اور ابن ماجہ (۱۱) نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ ملاحظہ ہو: مکتوب حضرت مظہر در مسئلہ ذکر خفی و ذکر جہر۔ مکتوب نمبر ۱۱ (کتاب حاضر، باب مکاتب)۔

۲۔ یہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی (ف ۷۳۶ھ/۱۳۳۶ء) کا قول ہے، جسے حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات (۲/۲) میں نقل کیا ہے۔ آپ اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

امکان و وجوب کی نسبت بھی اس مقام میں متصور نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ امکان اور وجوب ماہیت اور وجوب کے درمیان نسبت کا نام ہے تو جہاں وجود ہی نہ ہو نہ امکان ہوگا اور نہ وجوب۔ یہ معرفت نظر و فکر کے مقام سے وراء ہے.....الخ۔

نیز حضرت مجدد نے معارف لدنیہ (طبع بجنور ۱۳۵۱ھ، ص ۱۸۔۲۰) میں بھی اس موضوع پر مفصل بحث کرتے ہوئے شیخ سمنانی کا یہی قول نقل کیا ہے۔ اس طرح آپ کے رسالہ مبداء و معاد (طبع لاہور ص ۱۵۔۱۶) میں بھی اس قول کی وضاحت ملتی ہے۔

۳۔ یہ مصرع اصمعی کا ہے دیکھیے "**نفحتہ الیمن**" مصنف شیخ احمد بن محمد یمنی شروانی، طبع دیو بند، ص ۳۹۔

۴۔ موطاء امام مالک میں یہ حدیث اس طرح ہے: **بعثت لاتمم حسن الاخلاق** (حسن الخلق ۸) لیکن مدراج النبوۃ میں شیخ عبدالحق نے اسے "مکارم الاخلاق" ہی نقل کیا ہے (مدراج ۱/۲۳۲) طبع سکھر۔

۵۔ القرآن (الروم) ۳۰/۳۰۔

۶۔ القرآن (الحدید) ۵۷/۲۵۔

Marfat.com

۷۔ محمد پارسا، خواجہ: قدسیہ (ملفوظات حضرت خواجہ نقشبند) مرتبہ احمد طاہری عراقی، مطبوعہ تہران ۱۹۷۵ء ص ۴۸۔۴۷۔

۸۔ القرآن (البقراہ) ۲/۲۸۶۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فصل ۱۸ مکتوب نمبر ۱۶، کتاب ہذا)۔

۹۔ ترمذی ۲/۶۰ (زہد ۳۵)۔

۱۰۔ مسند احمد بن حنبل ۵/۲۵۲، ۲۵۵۔

۱۱۔ ابن ماجہ (زہد ۴) نیز ملاحظہ ہو: المعجم المفہرس ۴/۴۵۹۔

Marfat.com

تیرھویں فصل

وہ ہوش افزا نصیحتیں جو آپ نے اپنے اصحاب کو کیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو، حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت دل و جان سے کرو، اپنے احوال کا کتاب وسنت سے تقابل کرو اگر موافق ہیں تو قبولیت کے لائق خیال کرو اور اگر مخالف ہیں تو مردود سمجھو۔ عقیدہ اہل سنت و جماعت کا التزام کر کے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرو اور علماء کی صحبت اختیار کر کے اخروی ثواب حاصل کرو اگر ممکن ہو تو حدیث پر عمل کرنے میں مداومت کرو، ورنہ کبھی کبھی حدیث پر عمل ضرور کرنا چاہیے تاکہ تم اس کے نور سے محروم نہ رہو۔

دل کو دونوں جہانوں کی اغراض سے پاک کرلو۔ تمہارا عمل ہی کیا ہے کہ تم اسے بیچ سکو! کس کی استطاعت ہے کہ وہ اپنے کو اس سے منسوب کرے۔ باطنی صفائی کے لیے خلوت لازم ہے۔ کیوں کہ درویشی کا سرمایہ صفا کی موجودگی ہی ہے۔ دنیاوی اسباب میں سے بہت کم اختیار کرو کیوں کہ قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا۔ عبادت اور ذکر خدا میں سرگرم عمل رہو آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ مشائخ کی محبت میں اپنی عقیدت کو مضبوط کرو کیوں کہ دوستان خدا کی دوستی اللہ کے قرب کا موجب ہوتی ہے۔ اپنے پیر کے حضور غیر کا خیال نہ لاؤ، جب پیر کی صحبت میسر ہو تو نوافل نہ پڑھو۔

Marfat.com

جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی زندگی صبر و توکل سے بسر کرو۔ غیر کا تصور دماغ سے نکال دو، اپنے کام خدا پر چھوڑ دو۔ موت پر یقین اور اسے سچا وعدہ سمجھ کر اسے خلوت کا سرمایہ جانو۔

اگر تمہارے دل میں تردد نہ ہو تو گوشہ نشینی اختیار کرو رزق جس کے لیے وقت مقرر ہے خود ہی پہنچ جائے گا۔ اگر عیال کی فکر دامن گیر ہو تو اسباب کا مہیا کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ مقررہ آمدنی جس پر دل کو بھروسا (۱) نہ ہو وہ توکل اور سبیل رشاد کے منافی نہیں ہوتی۔ فقیر کا راس المال تو فارغ البالی اور جمعیت خاطر ہے۔ کیوں کہ اس کا فارغ البال دل مقصود کا منتظر ہوتا ہے۔ اس لیے ایسا نہ ہو کہ دل جمعی تفرقہ میں بدل جائے۔ اور دل کی توجہ و یکسوئی میں خلل پیدا ہو۔ قناعت اختیار کرو، حرص اور طمع کو دل سے نکال دو، یار اور اغیار سے ناامید ہو جاؤ۔ ہونا اور نہ ہونا اور ہر ایک کو برابر جانو اور کسی کو حقارت سے نہ دیکھو۔ اپنے آپ کو سب سے کم تر اور قاصر شمار کرو۔ طلب مولیٰ کی راہ میں کبر کو دماغ سے اور غرور کو ہاتھ سے چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی مقام پر کہا گیا ہے کہ درویشی وہ ہوتی ہے کہ جو کچھ تو اپنے دماغ میں رکھتا ہے اسے نکال دے، اور اگر تیرے سر پر آن پڑے (مصیبت) تو تو جنبش نہ کرے، گذشتہ اور آنے والے دن کے اندیشہ کو نکال دے۔ اپنی اطاعت اور عبادت پر فخر نہ کرے، دید قصور اور نیستی کو اپنا سرمایہ بناؤ۔ نفس کی مخالفت جس قدر کر سکو وہ بہتر ہے لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ تنگ آ جائے جس سے اطاعت کی خوشی اور شوق جاتا رہے۔ کبھی اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے کیوں کہ مومن کے نفس کی رضامندی ثواب کا موجب ہے۔

ایک مرتبہ میرے نفس نے متمثل ہو کر ایک مخصوص طعام کی آرزو، کی کہ جو بھی مقصد ہو گا وہ بر آئیگا۔ اس وقت اتفاق سے کوئی نہیں تھا کہ میں اس سے کہتا۔ عرصہ کے بعد اس نے متشکل ہو کر طعام کی درخواست کی۔ اس وقت ایک شخص آیا۔ اس نے میرے حکم کے موجب کھانا مہیا کیا، اس کی ایک ایسی مشکل تھی جو کسی طرح حل نہیں ہوتی تھی لیکن یہ کام کرنے سے حل ہو گئی۔

فرماتے ہیں کہ اگر شکر گزاری کی نیت سے کھانا مزے دار بنائے تو بہتر ہے۔ کیوں کہ بد مزگی کی صورت میں نہ دل سے شکر ادا نہیں ہوتا۔ لذیذ طعام میں بے مزہ پانی کی آمیزش کرنا نعمت

Marfat.com

الٰہی کو خاک میں ملانے کے برابر ہے۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مرغوب کھانا تناول فرماتے تھے، اگر رغبت نہ ہوتی تو تناول نہ فرماتے۔

ہمارے نفس حضرت جنید وشبلی رحمتہ اللہ علیہما کی طرح نہیں ہیں کہ کڑواہٹ کو بھی مٹھاس ہی خیال کریں اور کہیں کہ:

اصبر تجرع المرارة بلا عبوسته الوجه

(ناک منہ چڑھائے بغیر تلخی کو پی لینے کا نام صبر ہے)۔

وہ شکر جو محض زبان سے کیا جائے، صبر کی ایک قسم ہے جس کا اثر روح تک ہوتا ہے۔

اولیاء کے مزارات کی زیارت کو فیض جمیعت کا دریوزہ بناؤ۔ مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کو فاتحہ اور درود سے ثواب پہنچا کر جناب الٰہی میں انہیں وسیلہ بناؤ کیوں کہ اس امر سے ظاہری و باطنی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ مبتدیوں کو تصفیہ قلب کے بغیر اولیاء کی قبور سے فیض حاصل ہونا مشکل ہے۔ اسی لیے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ کی یاد میں مصروف ہونا اولیاء کی قبروں کی مجاورت سے بہتر ہے۔ عرس اور چراغاں کی متعارفہ رسوم کا مقید نہ ہونا، کیوں کہ ایسا کرنے سے خیمہ وفرش کی ضرورت پڑے گی۔ اور لوگوں کے ہجوم میں حفظ مراتب جاتا رہے گا حاجت مندوں کی خفیہ طور پر نقدی سے مدد کرنے سے جلدی ثواب ملتا ہے۔

حواشی

۱۔ یعنی اس مقررہ آمدنی کو ہی اپنا دائمی رزق تصور نہ کیا جائے بلکہ اسے ایک وقتی ذریعہ خیال کرو۔

Marfat.com

چودھویں فصل

آپ کے بعض منامات کا بیان اور آپ کی زبانی اولیاء کے احوال

فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بارہا شرف حاصل ہوا ہے۔اور اپنے حال میں بہت عنایات کا مشاہدہ کیا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جو سعادت آخری مرتبہ نصیب ہوئی، آپ ہاتھی پر سوار ہو کر تشریف لائے اور اتر کر فرمانے لگے آؤ ہم اپنے کندھے آپس میں ملائیں۔میں اس خواب کی تعبیر نہیں سمجھ سکا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے جمال جہاں آراء کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں لیٹا ہوا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے۔اسی اثنا میں مجھے پیاس لگی، پیرزادگان سرہند بھی وہاں حاضر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا۔میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وہ تو میرے پیرزادے ہیں۔فرمایا کہ میرا حکم بجالاتے ہیں۔پس ان میں سے ایک عزیز پانی لایا۔جسے میں نے سیر ہو کر پیا۔عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم حضرت مجدد الف ثانی (رحمتہ اللہ علیہ) کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا میری امت میں ان کی مثل کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا ان کے مکتوبات بھی آپ

Marfat.com

کی نظر مبارک سے گزرے ہیں؟ فرمایا اگر اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ میں نے آپ کے ایک مکتوب (۱) کی یہ عبارت پڑھی:

"سبحا نہ تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء"

(یعنی علم، فہم، عقل اور ادراک کی جہاں تک رسائی ہے اللہ کی ذات اس سے کہیں پرے ہے بلکہ اس سے بھی پرے ہے)

آپ نے بہت پسند کیا، محظوظ ہوتے ہوئے فرمایا پھر پڑھو میں نے دوبارہ وہی عبارت پڑھی تو اس سے بھی زیادہ تعریف کی۔ یہ مبارک صحبت (حالت) دیر تک رہی۔ صبح ایک دوست آیا اور کہا کہ میں نے آج شب دیکھا ہے کہ آپ نے ایک بہت سہانہ خواب دیکھا ہے۔ وہ خواب کیا تھا۔ میں نے یہ خواب اس سے بیان کیا تو وہ بہت متعجب ہوا۔

فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک اور صحبت کی برکت سے میں اپنے آپ کو سراپہ نور اور حضور محسوس کرتا ہوں اور اس خواب کی کیفیتوں سے جو بے داری سے بہتر ہیں، کئی روز تک پیاس اور بھوک کا احساس نہ رہا۔

فرماتے ہیں ایک خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک بڑے صحرا میں کلاں چبوترا ہے اس پر بہت سے اولیاء حلقہ مراقبہ میں ہیں۔ حلقہ کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند دو زانو اور حضرت جنید قدس سرہما جھک کر بیٹھے ہیں اور حضرت سید الطائفہ جنید (رحمتہ اللہ علیہ) پر ماسوا اللہ سے استغنا اور کیفیات اور حالات فنا طاری ہیں۔ پھر وہاں سے سب اٹھ کھڑے ہوئے میں نے پوچھا کہاں جاتے ہیں؟ کسی نے جواب دیا حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کے لئے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ ایک گدڑی پوش، سروقد، پاؤں سے ننگا اور بکھرے بالوں والا شخص بھی تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال تواضع اور تعظیم کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کون ہے؟ کسی نے کہا یہ خیر التابعین اویس قرنی ہیں۔ وہاں ایک مصفا حجرہ کا ظہور ہوا جو کمال درجہ منور تھا، وہ تمام حضرات اس حجرہ میں آ گئے، میں

Marfat.com

نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں کسی نے کہا آج حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کا عرس ہے، جس کی تقریبات میں شرکت کے لئے جا رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب باطن کی نسبت پر فنا اور نیستی کا ظہور ہوتا ہے تو سالک اس وقت بے خودی اور استغراق سے متصف ہوتا ہے۔ وہ واقعات (مکاشفات و منامات) میں اپنے آپ کو مردہ دیکھتا ہے۔ نسیان اور بے شعوری اس کے حال کے لئے لازم ہو جاتی ہے۔ ان ایام میں جب کہ مجھے حضرت سید (نور محمد بدایونی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات سے فنا قلبی حاصل ہوئی ہے اور دنیاوی تعلقات اور خواہشات کے مٹ جانے کا (مقام حاصل ہوا) تو میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میرا تن سر سے جدا ہو گیا ہے۔ لیکن زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہے۔ نیز میں نے دیکھا کہ میں مردہ ہوں۔ اور لوگ میری تجہیز و تکفین میں مصروف ہیں اور میرا جنازہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف دفن کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں اور میری روح بھی اس کے ہمراہ ہے۔ یہاں تک کہ نعش کو قبر میں رکھ کر مٹی سے ڈھانپ دیا۔ اور میں دیوار پر بیٹھا ہوں۔ منکر نکیر اس طریقہ سے جو کہ حدیث میں ثابت ہے آئے اور اپنے دانت زمین میں مار کر قبر کے اندر داخل ہو گئے۔ اور میری جان (روح) اور نعش میں تعلق پیدا ہو گیا۔ وہ جواب و سوال کر کے چلے گئے اور میں قبر میں آرام سے سو گیا۔ نیز میں نے دیکھا کہ میرا انتقال ہو گیا ہے۔ لوگوں نے تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ اٹھانا چاہا۔ اچانک میرا جنازہ ہوا میں اڑ گیا اور لوگ اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور میری روح بھی اس کے ہمراہ ہے۔ اس وقت مجھے اپنی یہ رباعی یاد آئی:

مظہر تشویش چشم گوشی نشوی
سرمایہ جوشی و خروشی نشوی
باید کہ بپائے خود روی تا سر گور
اے جوہر پاک بار دوشی نشوی

ترجمہ:۔ اے مظہر آنکھ اور کان کے لئے تشویش نہ بن جوش و خروش کا سرمایہ نہ بن، چاہئے

کہ تو اپنے پاؤں سے قبر تک پہنچے۔ اے جوہر پاک تو کسی کے لئے بوجھ نہ بن۔

فرماتے ہیں کہ فقیر کو جو محبت جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور آپ نسبت علیہ نقشبندیہ کا سر منشا ہیں۔ اگر تقاضائے بشریت کی وجہ سے میری باطنی نسبت پر پردا پڑ جاتا تو جناب (صدیق اکبر) سے خود بخود رجوع ہو جاتا اور آپ کے التفات سے وہ کدورت دور ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا تو میرے حال پر بہت مہربانی فرمائی۔ ''تواضع'' کے طور پر فرمایا، میں اس ستائش کے لائق نہیں ہوں۔

فرماتے ہیں کہ ہماری نسبت (نسب) جناب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتی ہے اور مجھے آنجناب کی خدمت میں خاص نیاز حاصل ہے۔ جسمانی عوارض کے وقت میری توجہ آنجناب کی طرف ہوتی ہے جس سے مجھے شفا ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے ایک قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے:

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر
ترانگشت ید اللہی امیر المومنین حیدر

ترجمہ:۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ چشم آگاہ کی روشنی ہیں، پھر تیرے لئے وہ ید اللہ کیوں نہیں؟

آپ کی خدمت میں عرض کیا تو بہت نوازش فرمائی۔

فرماتے ہیں کہ آئمہ اہل بیعت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت ایمان کا موجب اور تصدیق وایقان کا سرمایہ ہے۔ ہمارے لئے تو ان کی محبت کے سوا اور کوئی عمل وسیلہ نجات نہیں اور اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا:

نکرد مظہر ما طاعتی و رفت بخاک
نجات خود بتولائے بو تراب گذاشت

(ترجمہ) ہمارے مظہر نے بندگی نہیں کی اور قبر میں چلے گئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

عنہ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارف کتاب وسنت کے مطابق ہیں۔ اور وہ مقامات کہ جہاں اعتراضات وارد ہوتے ہیں، کے جواب آپ نے خود تحریر فرما دیئے ہیں (۲)۔ جو اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں۔

بہت سے کلمات جن پر علمائے ظاہر گرفت کرتے ہیں، دیگر اولیائے کرام سے بھی صادر ہوئے ہیں وہ بلا تاویل درست نہیں ہوتے۔ ہر تاویل جو ایسے کلام کی کی جائے وہ غلبۂ احوال (سکر) یا الفاظ کا معانی کے بیان کے لئے کفایت نہ کرنا، یا ان باتوں کے اظہار کا حکم الٰہی ہونا۔ حضرت مجدد کے کلام سے بھی ثابت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث (دہلوی) رحمتہ اللہ علیہ نے اگر چہ اوائل حال میں آپ کے بعض معارف پر اعتراضات لکھے (۳)۔ لیکن آخر میں ان سے رجوع کر لیا۔ اور خواجہ حسام الدین (۴) خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہما کو لکھا کہ ''ان ایام میں میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھے جو صفائی (رفع شبہات) حاصل ہوئی وہ حد سے متجاوز ہے۔ دراصل بشریت کا پردہ اور جبلت کا حجاب درمیان سے اٹھ گیا ہے۔ رعایت طریقہ وانصاف اور حکم عقل جو ان عزیزوں اور بزرگوں کے حق میں برا نہیں ہوتا۔ ذوق، وجدان اور غلبہ کے طور پر کوئی چیز ایسی باطن میں پڑی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو دلوں کو پھیرتی اور احوال کو بدلتی ہے۔ شاید اہل ظاہر دور رہیں۔ میں تو نہیں جانتا کہ حال کیا ہے؟ اور کس طریق پر ہے؟'' انتہا (۵)۔

راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ ان کا قول کہ دراصل پردہ بشریت اور حجاب باقی نہیں رہا سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان اعتراضات کا لکھا جانا نفسانیت کی وجہ سے تھا نا کہ حق وانصاف کا اظہار، اس لئے ان معترضین کا یہی حال ہوتا ہے جو بلا تامل وتحقیق اعتراضات کرتے ہیں۔ اگر آپ کا کلام انصاف سے پڑھا جائے تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ (عبدالحق) رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ (اعتراضات) کے آخر میں لکھا ہے کہ میں آپ کے بارے میں عالم غیب کی طرف متوجہ

Marfat.com

تھا کہ آپ کے ان سب معارف و مقامات کی غایت تحریر کیا ہے؟ آیا یہ اصلاً حق ہے یا محض سخن سازی ہے؟ تو یہ آیۃ شریف میرے باطن پر القاہوئی۔ و ان یک کاذباً فعلیه کذبه (۶) (اگر یہ جھوٹا ہے اس کا جھوٹ اسی پر ہے)۔ انتہا۔ ظاہر ہے کہ اس آیت کا نزول فرعون اور پیروکاران فرعون کے رفع شبہات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اثبات حقیقت کے لئے ہوا ہے۔ اس لئے حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ کا آپ کے انکار سے باز آنا اوران کے باطن شریف پر مذکورہ آیۃ کا القاہی اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت شیخ کے اعتراضات رفع ہو چکے تھے (۷)۔

فرماتے ہیں کہ بادشاہ (۸) کی طرف سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو تکلف پہنچنا بھی آپ کی انبیاء کرام علیہم السلام کی کمال متابعت کی دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید میں اعتکاف کیا اور حضرت سید المرسلین علیہ افضل الصلوات غار میں خلوت گزین ہوئے۔

(حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ کے) مخلصوں نے آپ پر کئے گئے اعتراضات اور شبہات کے رد میں رسائل تالیف کئے ہیں (۹) ان رسائل ردشبہات میں سب سے بہترین رسالہ (۱۰) مرزا محمد بیگ (۱۱) بدخشی کا ہے۔ جو مکہ شریفہ میں تالیف ہوا۔ جس پر چاروں مسلک کے مفتیوں کی مواہیر ثبت کروائیں۔

فرماتے ہیں کہ فیض الٰہی بے انتہا ہے اور ہر ولی کے استعداد کے مطابق اس کا ظور ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے متاخرین کی حکمت بالغہ کے مطابق کمالات عنایت کئے ہیں یہ تمام علوم و فیوض متقدمین سے مروی نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت ثابت ہے۔ اسی طرح اولیا کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ ان مقامات کی وجہ سے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو امتیاز حاصل ہے۔ آپ کے طریقہ کے بہت سے مستفیدان درجات و حالات پر فائز ہوئے اور ان علوم و کیفیات کا اقرار کیا۔ جس سے اس مقام کی نسبت کوئی شک وشبہ نہیں رہا کیوں کہ متواتر خبر صدق و یقین کے لیئے مفید ہے۔ جو کوئی ان مقامات پر نہیں پہنچا اس نے انہیں تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے معذور ہے۔ اعلیٰ کمالات کے لئے کرامات کا ظہور شرط نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان اعلی درجات پر فائز ہونے کے باوجود جن پر کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا، سے بکثرت خرق عادات، شوق وذوق کی نسبتیں اور جذبہ واستغراق کا ظہور نہیں ہوا۔

کسی نے حضرت میرزا مظہر رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا ان دو بزرگوں حضرت غوث الثقلین اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہما میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا یہ دونوں میرے پیر اور رہنما ہیں مجھ پر دونوں رحمت الٰہی کے بادل کی طرح برستے ہیں۔ میری رہنمائی کے لئے ان میں ایک ہی کافی ہے۔ میں نہیں جانتا ش کہ فلک سے زیادہ نزدیک کون ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت سید (نور محمد بدایونی) کے پیر حضرت حافظ محمد محسن استفادہ کے لئے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے بزرگ ہمارے بزرگوں کا انکار کرتے تھے اب تم انکار کرنے آئے ہو یا اقرار (۱۲) عرض کی اس انکار کی عذر خواہی کے لئے۔۔۔ پس حافظ صاحب آپ کی صحبت کا التزام کر کے کمال وتکمیل کے مرتبہ کو پہنچے۔

راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نبیرہ حضرت شیخ محمد فرخ (۱۳) جو کہ کثیر العمل عالم تھے، حج کے لئے گئے تو سید محمد برزنجی (۱۴) نے جو کہ حضرت مجدد کا متشدد منکر تھا، چاہا کہ مدینہ منورہ سے آپ کے ہمراہ مکہ شریفہ آئے۔ آپ نے دعا کی کہ الٰہی میں عجمی ہوں اور وہ عربی اور حرم مبارک میں مجادلہ مناسب نہیں ہے تو اس کے شر سے مجھے بچا۔ آپ کی دعا قبول ہوئی وہ سخت بیمار ہو گیا۔ آپ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل کر کے ہندوستان کی طرف رجوع فرمایا اور کشتی میں سوار ہوئے تو اس وقت وہ صحت یاب اور طاقت ور ہو کر آپ کے تعاقب میں آیا وہ ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہوا کہ جہاز میں بیٹھ کر آپ کے ساتھ مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے معارف پر بحث کرے۔ آپ نے دعا کی اللھم اکفنیہ بما شئت (اے اللہ! مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھ) کشتی دریا میں غرق ہو گئی اور منکر اولیاء کو اس کی سزا ملی۔

فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالاحد نے اپنے والد اور چچا (۱۵) سے استفادہ کیا تھا وہ ان دونوں حضرات رحمتہ اللہ علیہما کی نسبتوں کو برابر خیال کرتے تھے اور نسبت سعیدی ومعصومی میں فرق

Marfat.com

نہیں کرتے تھے، فرماتے تھے کہ میری نظر میں یہ دونوں بزرگ برابر ہیں جیسے امام تسبیح کے ساتھ دو دانے ہوتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان حضرات کی نسبتوں کا امتیاز کرنے کی صلاحیت بخشی ہے۔ سعیدی نسبت میں اضمحلال اور بے خودی جو کہ مقام خلت کے لائق ہے، بہت ہے اور معصومی نسبت میں "صفا اور لمعان" جو کہ مقام محبوبیت کے لئے مناسب ہے، بے شمار ہے۔ نسبت سعیدی میں کمالات نبوت اور دیگر مقامات کی زیادہ قوت ہے۔ نسبت معصومی کی ولایات میں قوت زیادہ ہے۔۔ حضرت مجدد کے مخصوص مقامات سے ان دو صاحب زادوں رحمتہ اللہ علیہما کے علاوہ کوئی مشرف نہیں ہوا۔

فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میں طالبوں کو توبہ کی تلقین اس طرح کرتا تھا جو کہ توبہ نصوح کی تاکید کی طرح ہوتی تھی۔ ایک شب اپنے حضرت شیخ کو خواب میں دیکھا۔ میرے حال پر عنایات کیں وہاں ایک قوال حاضر تھا اس کو بھی آپ نے توجہ دی تو اس کی عجیب حالت ہوئی اس نے وہ عمل ترک کر دیا اور مزامیر توڑ دیے اور غیر شرعی افعال سے توبہ کی، فرمانے لگے کہ توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب طالب کے باطن پر نسبت غالب آجائے تو وہ اپنا کام خود کرے، اس روز سے میں نے توبہ کے سلسلے میں سختی کرنے سے گریز کیا۔ کیوں کہ توبہ مجمل ہی کافی ہے۔ اور توبہ نصوح خاص وقت پر حاصل ہو جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ دانش مندوں کے ایک گروہ نے مجھ سے پوچھا آپ نے طریقہ نقشبندیہ میں کیا فضیلت دیکھ کر دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں اسے اختیار کیا۔ میں نے کہا کہ یہ طریقہ کتاب و سنت پر منطبق ہے جس کا قطعی ثبوت ہے اور یہ قطعیت پر منطبق ہے وہ بھی قطعی ہے۔

اس طریقہ کے اشغال سے اتباع سنت کی توفیق ہوتی ہے۔ اور شریعت کے اتباع سے اس طریقہ کے انوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ شیطان خشک ملا کی صورت میں ظاہر ہوا اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کے مزاج میں عشق کی شورش کا غلبہ ہے اور آپ کی طبیعت عاشقانہ اشعار کی طرف راغب ہے تو پھر آپ نے اس بے کیف طریقہ کو جس میں سماع کو دخل نہیں اور آواز جہر (ذکر

Marfat.com

جہر) سے بھی سروکار نہیں ہے کیوں اختیار کیا؟ میں نے کہا عقیدت اور محبت جناب باری تعالیٰ سبحانہ کی حکمت بالغہ کی مقتضی ہوتی ہے۔ اس نے کہا یہ تو محض مجبوری کی علامت ہوئی۔ مجھے اس کے لا پرواہانہ سوال پر غصہ آیا اور چاہا کہ اس کی داڑھی پکڑلوں اور ماروں لیکن وہ دفعتاً غائب ہوگیا۔

فرماتے ہیں حضرت سید (نور محمد بدایونی) کے پیر حضرت شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہما ایک رات تہجد کی نماز کے لئے اٹھے تو بانسری کی آواز ان کے کان میں آئی۔ بے تاب اور بے خود ہوکر گر پڑے جس سے دست مبارک پر چوٹ لگ گئی فرمانے لگے لوگ مجھے بے درد کہتے ہیں بے درد تو وہ ہیں جن پر سماع کی تاثیر نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کے ایک بزرگ ایک جگہ جا رہے تھے کہ ان کے کان میں سماع کی آواز آئی تاب نہ لاکر بیٹھ گئے اور اس کی شورش کو ضبط کر گئے جس کی گرمی سے ان کے سر کی کھوپڑی پھٹ گئی۔ انھوں نے کہا سماع مہلک ہے اس لئے اسے حرام قرار دیا گیا ہے (۱۶)۔

فرماتے ہیں کہ حضرت سید (نور محمد) کے پیر حضرت شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہما کی خانقاہ میں ہر روز چار سو (۱۷) درویش استفادہ کے لئے جمع ہوتے تھے۔ حضرت شیخ ہر ایک کی فرمائش کے مطابق کھانے پکواتے تھے۔ ان تمام ناز ونعم کے باوجود سالکین بلند مقامات پر فائز ہوتے تھے کیونکہ اس طریقہ کا مدار مرشد کی ہمت اور توجہ پر ہے۔ اس طریقہ کے ایک فرد نے چاہا کہ غذا کم کردے ان کے پیر نے کہا کہ اس طریقہ کے فیوض حاصل کرنے کے لئے اس قسم کے اعمال کی ضرورت نہیں ہوتی کیوں کہ ہمارے بزرگوں نے اس کام کی بنیاد دوامی وقوف قلبی اور مرشد کی صحبت پر رکھی ہے۔ زہد اور شدید مجاہدات کا نتیجہ کرامات اور تصرفات ہیں۔ لیکن مقصد کا حصول تو دوام ذکر، توجہ الی اللہ، اتباع سنت اور انوار و برکات کی کثرت سے ہوتا ہے ظاہر بین عوام کی نظر تو خرق عادات کے ظہور پر ہوتی ہے۔ اور خواص جو حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں ان کا مطمح نظر صرف تصفیہ، قلب اور نسبت مع اللہ ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ سعد اللہ کے پیر حضرت محمد صدیق رحمتہ اللہ علیہما، حضرت غوث

Marfat.com

الثقلین کی اولاد امجاد میں سے ایک صاحب زادے سے ملنے کے لئے گئے، وہ صاحب زادگی اور اپنی ظاہری حشمت کے غرور سے آپ کی تعظیم کے لئے نہ اٹھا۔ آپ کے اصحاب اس کی اس بے ادبی سے ناخوش ہوئے۔ انھوں نے آپ کی خدمت میں التماس والتجا کی، یہاں تک کہ آپ کے صرف ہمت سے اس نے طریقہ نقشبندیہ حاصل کرلیا۔ اور اس کے حالات اچھے ہوگئے۔ اس کے عزیزوں کو یہ طریقہ پسند نہ آیا۔ انہوں نے کہا کہ تم نے اپنے آباواجداد کا طریقہ چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اپنالیا ہے۔ اس نے کہا خدا نہ قادری ہے نہ چشتی ہے۔ جہاں میں نے اپنا مقصود دیکھا وہیں پہنچ گیا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ تدفین کے لئے سہرند لے گئے، راستے میں اذان کے وقت آپ کے جنازہ سے اذان کا جواب سنا گیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بے ادب عورت نے حضرت شیخ عبدالاحد (وحدت) رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہا آپ نے صبر کیا تو معلوم ہوا کہ غیرت الٰہی اس سے انتقام لینے کے لئے حرکت میں آگئی ہے۔ آپ نے حاضرین میں سے ایک سے فرمایا کہ اس بے ادب کے تھپڑ رسید کر واس نے توقف کیا اچانک وہ عورت گر پڑی اور مرگئی آپ نے اس توقف کرنے والے پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کا خون تمہاری گردن پر ہے۔ اگر تو میرے حکم پر عمل کرتا تو وہ بے ادب نہ مرتی اور سلامت رہتی۔ حضرت مظہر اس واقعے کے بعد فرمانے لگے مشائخ کے حکم پر بلا توقف عمل کرنا چاہئے۔ اس میں بہت سے حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ شاہ گلشن جو کہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، کمال درجہ کے زہد اور ریاضت سے متصف تھے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے خانقاہ کے سالکوں کے لئے محل رشک ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین روز کے بعد بھوک لگتی تھی شدید بھوک کے وقت درختوں کے پتے، کھیرا اور خربوزے کے چھلکے لے کر انھیں پانی سے پاک کرکے کھا لیتا۔ ایک ہی بوسیدہ گدڑی تیس سال تک آپ نے پہنے رکھی۔ ایک بار حضرت نے روزہ کے افطار کے وقت گرمی کی شدت سے حوض کا پانی طلب فرمایا کسی نے عرض کی کہ یہاں ایک کنواں ہے جس کا

Marfat.com

پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے۔ فرمانے لگے ہم کئی سالوں سے اس مسجد میں سکونت رکھتے ہیں خیال میں یہ کبھی نہیں آیا کہ یہاں کوئی کنواں بھی ہے پیاس کی شدت کے وقت اسی حوض کا پانی پی لیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے دیناروں کی ایک تھیلی بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم پر حج فرض ہو گیا ہے۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ واپس آ کر فرمایا ایک سائل نے سوال کیا تو وہ تھیلی میں نے اسے دے دی۔ اس لئے حج کی فرضیت میرے ذمہ سے اب ساقط ہو گئی ہے۔

ایک بار چاہا کہ زکوٰۃ ادا کریں کیوں کہ ہر فرض الٰہی کی ادائیگی سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ جب زکوٰۃ کا نصاب فراہم ہو گیا تو زکوٰۃ اور نصاب دونوں خدا کی راہ میں دے دیے کیونکہ جب مقصود حاصل ہو گیا تو مذکورہ دولت کس کام آئے گی؟ فقرا، کا خزانہ صرف در خدا ہے، سبحانہ۔

فرماتے ہیں کہ سلسہ مداریہ (۱۸) کے فقراء کی ایک جماعت رقص و سرود کر رہی تھی کہ اہل تماشہ میں سے ایک کو خیال آیا ان بدعتیوں میں بھی کوئی صاحب کمال ہوتا ہوگا۔ ان فقراء میں سے ایک نزدیک آیا اور کہا:

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

ترجمہ:۔ خاکسار جہان کو حقارت سے نہ دیکھو، تجھے کیا معلوم کہ اس گروہ میں کوئی سوار بھی ہے؟

فرماتے ہیں کسی کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان صورتوں میں ''معانی حقیقت'' جلوہ گر ہے۔

فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خان (۱۹) رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمالات باطنی کا استفادہ کیا تھا۔ ایک روز ان سے عالم گیر بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا چار سال، وہ عرصہ جو میں نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں بسر کیا ہے یہی میری عمر ہے۔ باقی وبال آخرت ہے:

Marfat.com

اوقات ہماں بود کہ با یار بسر وقت
باقی ہمہ بے حاصل و بے خبری بود

ترجمہ:۔اچھا وقت وہی تھا، جو یار کی صحبت میں گزرا، اس کے علاوہ سب بے حاصل اور بے خبری تھی۔

فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خان کے کھانے میں اتنے تکلفات ہوتے تھے جو فضول خرچی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔لیکن حضرت خواجہ(۲۰) (محمد معصوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کامل احتیاط اور انتہائی تقویٰ کے ان کا کھانا کھالیتے تھے۔

فرماتے تھے کہ ان کے کھانے کی برکات سے اس قدر نور باطن بڑھتا ہے کہ گویا کھانا کھایا ہی نہیں۔حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے غلبہ اور انوار نسبت کے ظہور سے ان کی تمام چیزیں منور ہوگئیں (تو انہوں نے بطور شکرانہ) دوگانہ نماز ادا کی:

مثنوی

از محبت مسہا زرین شود از محبت تلخہا شیرین شود
از محبت سرکہ ہامل می شود از محبت خار ہا گل می شود

ترجمہ:۔محبت سے تانبا سونا بن جاتا ہے۔اور محبت کڑوی چیز کو میٹھا بنا دیتی ہے، محبت سے سرکہ شراب انگوری بن جاتا ہے۔اور محبت سے کانٹے پھول ہو جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پیر کی خدمت میں عریضہ (۲۱) لکھا کہ آپ کی محبت خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہے۔جو میرے لئے شرمندگی کا باعث ہے۔اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ پیر کی محبت میں ہی خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت ہے۔اور کمالات الٰہیہ کا جذبہ جو پیر کے باطن میں ہوتا ہے اسی کا سبب ہوتا ہے (۲۲)۔

چوں دیدہ عقل آمد احول معبود تو سر تست اول

ترجمہ:۔جب عقل کی آنکھ بھینگی ہو جاتی ہے تو معبود اول تیرا سر ہوتا ہے۔

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خان کے انتقال (۲۳) کے وقت حضرت خواجہ (عبیداللہ) احرار کا متبرک کلاہ ان کے سر پر رکھا گیا۔ انہوں نے نور فراست سے معلوم کرلیا اور آنکھیں کھول دیں کہ میرے پیر کا متبرک کلاہ لایا گیا ہے، اس لئے حضرت خواجہ کی ذات درگاہ الٰہی میں میرا وسیلہ ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ کہ قدیم نقشبندی بزرگوں کی نسبت اور نسبت احمدیہ (مجددیہ) کے انوار میں فرق ہے۔ نیز ان کی کیفیات بھی مختلف ہیں۔ توجہ جو پیر اپنے مستفید کے حال پر کرتا ہے وہ پیر کے پیروں سے کم ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں دونوں (پیر و مرید) کے قرب کے سبب ''معیت'' قوی اور متحقق ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت شیخ (محمد عابد) حضرت سید (نور محمد بدایونی) اور نواب مکرم خان رحمتہ اللہ علیہم کے مزارات جو کہ یک جا واقع ہیں کی زیارت کے لئے گئے۔ دونوں مزاروں پر توجہ کرنے کے بعد فرمایا دونوں بزرگوں کی نسبت ایک ہی ہے۔ لیکن حضرت سید کے مزار کی نسبت فقر و ورع نورانیت اور چمک کی وجہ سے ممتاز ہے۔

فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے حضرت شیخ عبدالاحد رحمتہ علیہ سے طریقہ اخذ کیا، ایک نے طریقہ قادریہ اور دوسرے نے طریقہ نقشبندیہ، حضرت شیخ فرماتے ہیں حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی روح مبارک تشریف لائی اور مثالی صورت میں اپنے خاندان کے مرید کے ہمراہ روانہ ہوگئی اور حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ بھی مثالی صورت میں اپنے طریقہ کے معتقد کے ساتھ روانہ ہوئے۔

فرماتے ہیں جناب الٰہی میں ہر شیخ طریقت کا توسل ''حبل المتین'' ہے کیونکہ یہ مراتب قرب پر فائز ہوتے ہیں۔ مستفید اگر فیض حاصل کرلے تو زہے سعادت (اس طرح) وہ بھی ان میں سے ہوگیا۔ یہی نہیں بلکہ اس بشارت میں جس کے لئے یہ اکابر ممتاز ہوتے ہیں شریک ہوگیا۔ اور ان بزرگوں کی عنایت اس کے شامل حال رہی۔

فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین کی توجہ اپنے طریقہ کے متوسلین کی طرف زیادہ معلوم

Marfat.com

ہوتی ہے۔ میری اس طریقہ کے کسی ایسے فرد سے آج تک ملاقات نہیں ہوئی، جس کے حال پر آپ کی توجہ مبذول نہ ہو۔ اسی طرح اپنے طریقہ کے معتقدین پر حضرت خواجہ نقشبند کی توجہ صرف ہوتی ہے۔ مغل صحراؤں میں سوتے وقت اپنے سامان اور گھوڑے حضرت خواجہ کی تحویل میں دے دیتے اور ان کی غیبی مدد ان کے ساتھ ہوتی، اس باب میں اس قدر حکایات ہیں کہ اگر انھیں لکھا جائے تو طوالت ہوگی۔

فرماتے ہیں، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار کے زائرین پر بہت عنایت فرماتے ہیں۔ اسی طرح شیخ جلال پانی پتی بہت التفات کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین کی شہود میں استغراق کی شان بہت عالی ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین (ترک پانی پتی) ماسوا اللہ کے کسی طرف التفات نہیں کرتے۔ راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے۔ پانی پت سے روانگی کے وقت فقیر نے آنکھوں کو پاؤں بنالیا اور بڑے ادب کے ساتھ حضرت شمس الدین ترک (کے مزار) کی زیارت کے لئے گیا اس کے باوجود کہ انہوں نے ترک ماسوا اللہ کر رکھا ہے، مجھ پر عنایت کی۔ جس کی کیفیات و توجہات شریفہ سے میرا دل اس قدر محظوظ ہوا کہ دہلی تک میں اس کا اثر اپنے اندر محسوس کرتا تھا، اور کئی روز تک میں اس کے اثر سے سرشار رہا۔

فرماتے ہیں کہ ان اکابر کی نسبت کی قوت اور آبرو اس مرتبے کی ہوتی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔ بلکہ ان عزیزوں کی باطنی نسبتوں اور قدیم صوفیہ علیہ کے مقابلہ میں کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان سے بہرور نہیں ہو سکے۔ ایک روز آپ نے اپنے اصحاب سمیت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک پر توجہ کی۔ اور فرمایا سبحان اللہ عجیب اور قوی جذبہ والی نسبت کا ظہور حضرت خواجہ سے ہوا، کیوں نہ ہوتا، حضرت خواجہ تو اس خاندان کے بزرگ ہیں۔ راقم (مصنف کتاب ہذا) کہتا ہے کہ میں اس وقت شرف حضور میں مشرف تھا، حضرت خواجہ کی طرف سے ایسی نسبت وارد ہوئی کہ ہمارے سینے جو خالی تھے اس نسبت کے انوار و کیفیت سے پر ہو گئے، جب مراقبہ سے سر اٹھایا تو حضرت خواجہ کا التفات ختم ہو چکا تھا اور جو معمور دل تھے وہ خالی اور بے نور ہو گئے۔ یہ انوار اور

Marfat.com

کیفیات ہمارے باطن پر ان شموس سے ہیں جو ''وسط سماء حقیقت'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

فرماتے ہیں کہ پانی پت میں امام بدرالدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے میں نے مراقبہ کیا اور کافی غور و توجہ بھی کی لیکن ان کی نسبت کا اثر ظاہر نہ ہوا لیکن عرصہ دراز کے بعد ان کی نسبت نہایت لطافت سے ظاہر ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کا سلوک صوفیہ کے مقررہ طریقے کے مطابق نہیں ہے۔ وہ راہ خدا میں بذریعہ شہادت پہنچے ہیں اور دفعتاً بطریق ''اصطفا'' فائز ہوئے ہیں اور یہی حال ان شہیدوں کا ہوتا ہے جو خدا کی راہ میں دفعتاً جان دے دیتے ہیں انہیں عنایات الٰہی کے جذبات دفعتاً مقامات قرب پر فائز کر دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے۔ اور اسرار معرفت کی تحقیق اور علوم کی گہرائی کے خاص طرز رکھتے ہیں۔ ان تمام علوم اور کمالات کی وجہ سے وہ علمائے ربانی میں سے ہیں ان کی مثال ان محقق صوفیہ کی سی ہے جو کہ علم ظاہر و باطن کے جامع اور نئے علوم کے موجد ہوں ایسے چند ایک ہی گزرے ہوں گے۔

فرماتے ہیں کہ وہ اولیاء جو خدمت (خلق) پر مامور ہوتے ہیں، میں انہیں پہچانتا ہوں اور میری ان سے ملاقات بھی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ اس کا اظہار کیا جائے۔ نادر شاہ کے لشکر کے قطب سے ملاقات ہوئی تھی کسی معاملہ میں لاہور کے قاضی کی مہر درکار تھی میں نے اس سے کہا وہ ایک پہر کے اندر قاضی کی مہر لگوا کر لے آیا ہے۔ اور کہا کہ قاضی ایک کام میں مصروف تھا اس لئے میں دیر سے آیا ہوں۔ ورنہ میں گھڑی بھر میں آ جا سکتا ہوں۔ ایک مرتبہ ایک فقیر کی لڑکی کی شادی کے لئے رقم کی ضرورت تھی۔ وہ آدھی رات کے وقت قلعہ کے اندر گیا محمد شاہ بادشاہ کی بالین سے جو ہررات کو ہزار روپے کی تھیلی گوشہ نشین مساکین پر خرچ کرنے کے لئے اپنے سرہانے رکھتا تھا وہ تھیلی اٹھا لی بادشاہ کو اس کی خبر ہوگئی اس نے اسے چور سمجھا، فقیر نے کہا میں وہ ہوں جس کے ذریعے تمہاری جان محفوظ رہی بادشاہ نے کہا کچھ اور رقم مانگو اس نے کہا بس یہی کافی ہے۔

فرماتے ہیں کہ وہ خفیہ طور پر ہمارے حلقہ میں آ کر بیٹھتا تھا کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا

Marfat.com

اولیائے عشرت کے لئے شہرت لازم ہے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں لیکن اولیائے عزلت کے لئے خفیہ رہنا لازم ہے تاکہ اسرار ظاہر نہ ہونے پائیں۔ایک مرتبہ ایک قد آور جوان جس کے ہاتھ میں تیر و کمان تھی حضرت کے سامنے آیا۔آپ اس کی تعظیم کے لئے اٹھے اور فرمایا تم وہی ہونا، وہ دیر تک بیٹھا رہا پھر چلا گیا، تو فرمایا کہ یہ جوان ابدال تھا بلدہ سنبھل کی حفاظت اس کے ذمہ ہے۔ ہمیں دیکھنے کے لئے ایک ہی جست (یک قدم) میں وہاں سے یہاں آیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بلدہ دہلی کا قطب ایک کشمیری مرد ہے جو فلاں محلے میں رہتا ہے۔محمد احسان نے عرض کی کہ مجھے اس کا نام و پتہ بتائیں فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ راز فاش ہو جائے؟

ایک مرتبہ ایک سپاہیانہ وضع عزیز آپ کی خدمت میں آیا۔آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا اجمیر سے۔اس وقت مجھے اس کام پر مامور کر کے بھیجا گیا ہے کہ نجیب خان (۲۴) کی نگہبانی کے لئے آپ اپنے اصحاب سے سورہ اخلاص کا ورد کرنے کا حکم دیں۔پس آپ کے اصحاب نے سورہ اخلاص کا ورد کیا اور نجیب خان کفار کے شر سے محفوظ رہا۔

حضرت (میرزا مظہر رحمتہ اللہ علیہ) نے کئی بار فرشتوں اور باطن کے انوار کا اپنی ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ایک مرتبہ میں (شاہ غلام علی مصنف ہذا) آپ کی خدمت یں حاضر تھا، فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ اور یہاں کیوں آئے ہیں۔میں نے عرض کی یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔فرمانے لگے مگر تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یہ سچ ہے کہ مغیبات کا کشف ہر ایک کو نہیں ہوتا۔اور عالم غیب کو دیکھنا طریقہ میں شرط نہیں ہوتا۔اصل کام تو محض خدا کی طرف دائمی توجہ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمارے سب سے زیادہ امید والے اعمال اللہ کی طرف دائمی توجہ اور مشائخ کرام کی محبت کے علاوہ نہیں ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ہر عمل کی کیفیت الگ الگ ہوتی ہے، نماز تمام کیفیتوں کی جامع ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ تلاوت، تسبیح، درود اور استغفار و اذکار کے انوار پر مبنی ہوتی ہے۔سب سے صحیح اور اصل

Marfat.com

حالات جو کہ احوال قرن (۲۵) سے مشابہ ہوتے ہیں نماز ہی میں حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ اس کے آداب جیسا کہ چاہئے بجالائے جائیں۔

راقم (شاہ غلام علی) مسکین عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے، باطن کو نماز کی حالت میں عروج ہوتا ہے اور لطائف کو انوار فوق سے حظ حاصل ہوتا ہے۔ مگر ارکان میں اعتدال اور خشوع وخضوع کا ہونا لازم ہے۔

فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت صفائی باطن اور قلب کی قبض رفع کرنے کا موجب ہے۔ ترتیل حروف اور خوش الحانی ہونی چاہئے۔ قرآن مجید کی تلاوت متوسط آواز سے کرنا چاہئے اس سے اذواق پیدا ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں رمضان المبارک میں باطنی نسبت میں ترقی ہوتی ہے، روزہ کی حالت میں غیبت اور جھوٹ سے بچنا واجب ہے ورنہ روزہ کا حاصل فاقہ کشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کوشش کرنا چاہئے کہ اس مہینے کی رضامندی اور روزہ کی ادائیگی کا حق حاصل ہو جائے۔

فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے اس ماہ کو ایک پارسا مرد کی صورت میں دیکھا، اس نے پوچھا کہ کیا تم روزہ داروں سے خوش ہو جاتے ہو؟ اس نے کہا کہ روزے کا حق ضائع کر کے انہوں نے مجھے ناراض کیا ہے۔ مگر حضرت حجۃ اللہ (محمد) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے لیکن وہ اس پر نادم تھے ان کا روزہ نہ رکھنے سے نادم ہونا دوسرے لوگوں کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔

فرماتے ہیں، اس ماہ مبارک کے انوار و برکات کا ظہور غرہ شعبان سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ گویا اس ماہ کے فیوض کو چاند نے طلوع کیا، نصف شعبان سے ہی ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ چاند بدر تاباں ہو گیا ہے۔ اور اس ماہ مبارک کے انوار سے جہان منور ہو گیا ہے۔ شب غرہ سے ہی یہ ماہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیوض الٰہی کا آفتاب بادلوں کے حجاب سے نکل آیا ہے۔ اس لئے مسلمان رمضان المبارک میں ہر طرف سے جمع ہونے لگتے ہیں اور بڑی عجیب صحبتیں رہتی ہیں تراویح میں

Marfat.com

قرآن سننے سے نئے حالات وارد ہوتے ہیں۔ کبھی کبھار تراویح کے بعد اصحاب کے ساتھ مراقبہ کرتے اور صحیح حالات حاصل ہوتے اور جس پر لیلتہ القدر کا احتمال ہوتا تو فرماتے کہ آج رات بہت سی برکات فائض ہوئیں اور بکثرت تجلیات کا ظہور ہوا۔ اس رات آپ بہت سی دعائیں پڑھا کرتے۔ ان حالات کی کیفیات کی تحریر میں گنجائش نہیں ہے۔

فرماتے ہیں کہ شب قدر بدل کر آتی ہے یعنی طاق راتوں میں سے کسی رات کو آتی ہے۔ اس کے لئے ستائیس معین نہیں ہے۔ البتہ اس رات کثرت سے دعا اور نماز (نوافل) ادا کرنے کے سبب لوگوں کا اس رات کو جاگنا معمول بن گیا ہے اس میں بہت ہی برکات پائی جاتی ہیں۔ اور بعض اوقات شب قدر مذکورہ تاریخ میں ہو بھی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ان ایام کی جمعیت اور حضور سارے سال کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ یہ تجربہ کی بات ہے کہ اگر اس مہینے میں کوئی قصور یا فتور ہو جائے تو اس کا اثر سارا سال رہتا ہے۔ میں (میرزا مظہر) نے اپنے استاذ کی زبانی سنا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر یہ ماہ جمعیت واطاعت میں گزرے تو سارا سال اچھی توفیق اور جمعیت سے محظوظ رہتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ شیخ رحمتہ اللہ علیہ ہر سال ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے اور اگر کوئی اجازت طریقہ کے مقامات پر پہنچ جاتا اور اسے ان ایام میں اگر خرقہ سے سرفراز کرتے تو اسے تاکید کرتے کہ ان ایام میں لوگ حلقہ میں حاضر رہیں۔ تاکہ باطنی ترقیات سے بہرہ ور ہوسکیں۔ رمضان شریف ختم ہونے کے بعد فرماتے کہ روزوں کی برکات سے عزیزوں کی نسبتیں کثیر الانوار اور روشن ہو گئی ہیں افسوس کہ سارا سال رمضان کیوں نہیں رہتا۔ روزہ اگر (سال) میں کسی وقت بھی رکھا جائے اس سے ''صفائی'' حاصل ہوتی ہے اور اس وعدہ کی برکات کی انا اجزی بہ (۲۶) (اس کی جزا میں دوں گا)، سے خالی نہیں ہے لیکن اس میں رمضان شریف کی سی کیفیات نہیں ہوتیں۔ راقم مسکین کہتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے الصوم لی و انا اجزی بہ (۲۷) (روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا) بعض کی نزدیک اُجزیٰ صیغہ

Marfat.com

مجہول ہے۔ اس صورت میں روزہ کو رویت (باری تعالیٰ) میں کامل دخل ہے (آخرت میں)۔ فطوبی للصائمین (روزہ داروں کے لئے ہی بہتری ہے)۔

حواشی

۱۔ مجدد الف ثانی: مکتوبات ۱/۲۔

۲۔ امام ربانی مجدد الف ثانی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب ۲۰۹۔ جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۸ ۔۹۲۔۱۲۱۔

۳۔ حضرت شیخ محدث کا ایک پورا مکتوب حضرت مجدد کے معارف پر اعتراضات پر مبنی ہے، یہ مکتوب معارج الولایت تالیف عبداللہ خویشگی قصوری (بسال ۱۰۹۶ھ) میں منقول ہے جسے پروفیسر خلیق احمد نظامی نے حیات شیخ عبدالحق محدث میں نقل کر دیا ہے، ص ۳۱۲۔۳۴۴۔

۴۔ خواجہ حسام الدین احمد، اکبر بادشاہ کے مقرب اور ابوالفضل کے بہنوئی تھے، بعد میں امارت ترک کر دی اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے خدمت میں شب و روز بسر کر کے ۱۰۴۳ھ میں انتقال کیا۔ (نزہتہ الخواطر ۱۲۸/۵۔۱۲۹ انسیم احمد فریدی: خواجہ باقی باللہ لکھنو ۱۹۷۸ء، ص۔۹۹۔۱۱۴)۔ عبید اللہ، خواجہ: زاد المعاد تحقیق و تعلیق / محمد اقبال مجددی (زیر طبع)۔

۵۔ شیخ محدث کا یہ مکتوب اخبار الاخیار کے آخر میں شامل ہے۔ اس سلسلہ کے مخالفین نے حضرت محدث رحمتہ اللہ علیہ کے ان مکتوب کی آڑ لے کر اپنی آراء کو موثر بنانے کی سعی کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ نے اپنے اعتراضات سے رجوع کر لیا تھا۔

Marfat.com

دونوں حضرات کی اولاد میں بعد میں بہت محبت اور یگانگت پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد نے حدیث کی سند حضرت شیخ محدث سے حاصل کی تھی۔ حضرت شیخ محدث کی اولاد میں سے بہت سے افراد حضرت مجدد کی اولاد سے بیعت ہوکر رشد و ہدایت میں معروف ہوئے۔ حضرت میرزا مظہر سے حضرت شیخ محدث کے کئی صاحب زادگان منسلک تھے جن کی تفصیل کتاب حاضر کے باب خلفائے حضرت مظہر میں ملاحظ کریں۔ نیز ہم نے اپنی کتاب احوال و آثار عبداللہ خویشگی (ص ۱۴۵۔۱۵۰) میں اس روایت رجوع پر مفصل بحث کی ہے۔

۶۔ القرآن، (المومن) ۴۰/۲۸۔

۷۔ مولف کتاب حاضر حضرت شاہ غلام علی نے حضرت شیخ کے ان اعتراضات کے جواب میں مستقل رسالہ تالیف کیا تھا جو رسالہ دراعتراضات شیخ عبدالحق بر حضرت مجدد کے عنوان سے ان کے رسائل سبعہ سیارہ، مطبوعہ ۱۲۹۴ھ اور ان کے مکاتیب شریفہ میں بھی شامل ہے۔ نیز کئی حضرات نے شیخ محدث کے جواب میں مستقل رسائل تالیف کیے ہیں۔

۸۔ نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو سجدہ تعظیمی نہ کرنے کے جرم میں گوالیار کے قلعہ میں قید کیا، اور آپ وہاں (۱۶۱۹ء۔۱۶۲۱ء) رہے اس کے بعد کچھ عرصہ جہانگیر کے ہمراہ اس کی لشکر میں رہ کر تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

۹۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ پر جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے، زندگی ہی میں اعتراضات شروع ہوگئے تھے۔ اور ہر دور میں مخالفین آپ پر اپنے لایعنی اعتراضات تراشے بغیر نہیں رہ سکے۔ ہم نے بعض ایسے دریافت شدہ خطی رسائل کی نشاندہی کی ہے جو حضرت مجدد کے رد میں لکھے گئے تفصیل کے لئے ملاحظ ہو: احوال و آثار عبداللہ

Marfat.com

خویشگی، (ص ۱۵۹۔۱۶۲) اسی طرح آپ کے سلسلے کے معتقدین نے ان گنت رسائل ان مخالفین کے جواب میں تالیف کئے، روضۃ القیومیہ کی تالیف (حدود ۱۱۶۴ھ) تک تین سو پینسٹھ رسائل کا شمار ہوا تھا (۴۸/۳ قلمی) ہم نے اپنے ایک مقالہ "حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں" (مشمولہ رسالہ نور اسلام، حضرت مجدد نمبر) میں اس موضوع کی ۱۴۱ کتابوں کی تفصیل دی ہے۔

۱۰۔ اس رسالہ کا نام عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطا والصواب ہے۔ جو عربی میں ۱۰۹۴ھ /۱۶۸۳ء میں تالیف ہوا۔ علیحدہ کتابی صورت میں اور پھر مکتوبات حضرت مجدد کے عربی ترجمہ محمد مراد (دفتر سوم) کے حاشیہ پر دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔

۱۱۔ شیخ محمد بیگ کلی کے حالات زندگی زیادہ نہیں ملتے۔ کئی اہم کتابوں کے مولف تھے۔ (ر۔ک۔ ملحق خلاصۃ السیر، طبع ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، لاہور ۱۹۷۰ء)

۱۲۔ یہاں انکار اور اقرار سے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کا وہ اختلاف مراد ہے جس کی تفصیل فصل ہذا (حواشی ۷، ۸، ۹) میں ملاحظے کریں۔ نیز حضرت حافظ محمد محسن کے حالات کے لئے دیکھیے حواشی فصل سوم کتاب حاضر۔

۱۳۔ حضرت شیخ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی، معروف عالم کثیر التصانیف تھے، علامہ اور مولوی معنوی لقب تھا۔ ستر ہزار حدیثیں متن اور سند کے ساتھ انہیں حفظ تھیں (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، حاشیہ، ص ۲۶ عربی)۔ حضرت مجدد الف ثانی کے معارف پر کئی کتابیں تالیف کیں اور مخالفین کے رد میں ایک پر مغز کتاب کشف الغطاعن اذہان الاغبیاء لکھی تھی، راقم کئی خطی نسخوں سے تقابل کر کے اس کا متن تیار کر رہا ہے۔

۱۴۔ دور وسطیٰ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مخالفین میں سب سے نمایاں نام

Marfat.com

سید محمد بن عبدالرسول برزنجی کا ہے۔اس دور کے اکثر مخالفین سلسلہ مجددیہ کا تعلق اسی برزنجی سے تھا اس نے اس موضوع پر بہت سے رسائل لکھے جن میں سے بعض کے خطی نسخوں کی نشاندہی ہم نے احوال و آثار عبداللہ خویشگی میں کی ہے ، (ص ۱۵۹۔۱۶۴)۔عمر رضا کحالہ: معجم المولفین ۳۰۸/۹، ۱۶۵/۱۰۔

۱۵۔ حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت کے والد حضرت خواجہ محمد سعید اور چچا حضرت خواجہ محمد معصوم فرزندان حضرت مجدد الف ثانی مراد ہیں۔اور نسبت سعیدی و معصومی انہی حضرات سے منسوب ہے۔

۱۶۔ سماع کے بارے میں حضرات صوفیہ کرام میں اختلاف ہے، نقشبندی مشائخ نے بھی اس موضوع پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔خود حضرت مظہر کے خلیفہ جلیل القدر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا رسالہ سماع بہت مشہور، مقبول اور مطبوعہ ہے۔

۱۷۔ حضرت مولف (شاہ غلام علی) اپنے رسالہ احوال بزرگان میں خود فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ سیف الدین چودہ سو طلبہ کو وظیفہ (مدد معاش) دیتے تھے۔(قلمی، ورق ۱۷۳۔ا)

۱۸۔ سلسلہ مداریہ، شاہ بدیع الدین مدار (ف ۸۴۴ھ/۱۴۴۰ء) سے منسوب ہے۔سلاطین شرقیہ کے عہد میں اس سلسلے کو عروج حاصل تھا۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اخبار الاخیار، ص ۱۵۴۔

Sharqi Sultanate of Jaunpur, pp. 274-77.

Sufi Orders in Islam, p. 97.

۱۹۔ نواب مکرم خان کا نام میر محمد اسحق بن شیخ میر تھا۔اورنگ زیب عالم گیر کے خاص مقربین میں سے تھا۔کئی اہم ملکی مہمات میں شریک رہا، ۱۱۲۹ھ کو انتقال کیا۔(ملاحظہ ہو ماثر الامراء اردو ترجمہ ۵۷۵۔۵۷۹) حضرت خواجہ محمد معصوم سے اس کے پورے

Marfat.com

خانوادے کو عقیدت تھی، اس کا والد، چچا شیخ منیر، برادر بزرگ محتشم خان (میر ابراہیم) اور برادر خورد شمشیر خان (میر یعقوب) بھی اس سلسلے کے معتقد تھے۔ خود مکرم خان بھائیوں سمیت سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم کی خدمت میں کئی سال رہا تھا۔ (مقامات معصومیہ، قلمی، ص ۸۸۸)۔ مکتوبات معصومہ ۱۵۹/۳ / ۲۱۲ جہاں میر یعقوب کو اس خانوادے کا فرد بتایا گیا ہے۔

۲۰۔ مقامات مظہری کے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہاں حضرت سید یعنی شیخ نور محمد بدایونی طبع ہو گیا ہے جو سہو کتابت ہے۔

۲۱۔ مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم دفتر دوم میں مکتوب نمبر ۱۵۳ اور ۱۵۴، انہی کے نام ہیں ان میں اگرچہ مکتوب الیہ کا خطاب مکرم خان نہیں لکھا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ خطاب حضرت خواجہ محمد معصوم کی وفات کے بعد ملا تھا (مقامات معصومیہ، قلمی، ص ۸۸۹)۔

۲۲۔ مکتوب نمبر ۱۵۳ میں فرماتے ہیں:

نوشتہ بودند محبتی کہ این جانب منسوب است، فوق محبتی است کہ
بجناب قدس او تعالیٰ منسوب ست و این اکثر در خوف وخشیت می باشد۔
سعادت آثار آنچہ نوشتہ آید سہ توجیہ دارد... توجیہ اول آنکہ محبتی
کہ بہ پیر و مرشد است، وسیلہ محبت حق است جل وعلا... (دفتر دوم، ص ۲۵۱)

۲۳۔ ۱۱۲۹ھ/۱۷۱۷ء۔

۲۴۔ نجیب خان سے مراد نجیب الدولہ ہے جو مشہور روہیلہ سردار تھا۔

۲۵۔ احوال قرن، یعنی ایسے احوال جو ایک دوسرے سے مربوط ہوں اور ان میں کامل جامعیت پائی جائے۔

۲۶۔ بخاری (باب صوم ۲)۔

۲۷۔ ایضاً۔ نیز دیکھیے مسلم (صیام ۱۶۴)، نسائی (صیام ۴۱، ۴۳)، ابن ماجہ (ادب ۵۸)، موطا (صیام ۵۸)، مسند احمد بن حنبل ۱/۴۴۶ اور ملاحظہ ہو: المعجم المفہرس (۳/۴۶۰)

Marfat.com

پندرھویں فصل

آپ کے بعض کشوف اور کرامات

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے آپ کو مقامات الٰہیہ کا صحیح کشف عنایت فرمایا تھا۔آپ کی معلومات نفس الامر کے موافق تھیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ارشاد فرماتے تھے کہ تمہاری تمام معلومات اور وجدانیات صحیح ہیں اور ان میں سرمو بھی تفاوت نہیں ہے۔لہذا آپ کے اصحاب میں سے کسی کو کشف ہوتا تو اپنی سیر کے مقامات میں عین دیکھتا،نہیں تو حالات کے ہر مقام میں اسی مقام کے مناسب جیسا کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے،اپنے باطن میں معلوم کرتا۔

فرماتے تھے کہ میرا کشف و وجدان ہمیشہ اپنے پیران کبار کے مطابق ہوتا تھا مگر ایک مرتبہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ حضرت شیخ نے ایک بزرگ کے حق میں فرمایا کہ وہ تمہارے وسیلے سے کمالات کو پہنچا ہے۔ میں نے واقعہ کے خلاف عرض کیا۔فرمایا تمہارے مشاہدے میں غلطی ہوئی ہے جو کچھ میں نے کہا درست ہے۔لیکن چند روز کے بعد انہوں نے میرے حال پر عنایت کی اور فرمایا کہ تمہاری دید صحیح تھی ہم سے غلطی ہوئی ہے۔

فرماتے تھے کہ میں مقامات کی بشارت بیان کرنے میں بڑے تامل سے کام لیتا تھا۔ یہاں تک کہ سالک کے باطن میں اس مقام کے انوار واضح طور سے دیکھ لوں۔اس کے بعد بھی میں الہام کا متوقع رہتا۔پھر میں اس کے حالات کے تغیرات پر سوال کرتا۔اگر وہ الہام کے موافق ہوتے اور اس کے باطن میں جدید حالات و کیفیات رونما ہوتے تو میں اسے اس مقام کی بشارت دیتا کہ تجھے

Marfat.com

اس مقام سے مناسبت پیدا ہوگئی ہے جو صرف واقفیت کی حد تک ہے، نہ یہ کہ اسے متقدمین جیسی نسبت حاصل ہوئی ہے تاکہ مساوات لازم نہ آئے۔ اگر تو ہمیشہ ذکر اور مراقبہ کرے اور قضائے الٰہی کے سامنے اپنی رضامندی پیش کرے گا تو اس مقام کی فتوحات سے فائدہ اٹھائے گا۔

مستفید کو توجہ الی اللہ اور ماسوا اللہ سے قطع تعلق کرنے سے مرشدوں کی صحبت میں اذواق و کیفیات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ خلوتوں میں بیٹھ کر اپنے اوقات وظائف اور عبادات سے تعمیر کر کے مقامات الٰہیہ میں ترقی کرتے ہیں۔ اگر مبداء فیاض میں تجلی نہیں ہے تو قصور سالکوں کی ہمت کا ہے۔ راقم مسکین کہتا ہے، قدیم بزرگ مجاہدہ، تفصیل مقامات اور سلوک سے ولایت کی راہ پر پہنچے ہیں اور ان کا سلوک کئی سالوں کی ریاضات شاقہ کے بعد انتہا کو پہنچا ہے اس لئے اس کے قوی حالات اور ولایت کے آثار اچھے طریقے سے ظاہر ہوئے ہیں۔ لیکن اس طریقہ (نقشبندیہ) میں جذب اور مرشد کی توجہ سے اجمالاً مقامات سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ ان مقامات کے انوار و برکات مناسبت کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس طریقہ کے اصحاب اپنی عمر ذکر اور عبادات میں گزار کر تصفیہ دل اور غیر کی توجہ کا ازالہ اور رذائل سے نفس کا تزکیہ کرتے ہیں تو اطمینان مع کیفیات اور حالات ان کے نقد احوال ہوتے ہیں۔۔۔ خرق عادات مجاہدات پر موقوف ہیں نہ کہ یہ قرب اور ولایت کے لئے شرط ہیں۔

فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کہ جس کا شکر ادا کرنے کی بیان قدرت نہیں رکھتا، وہ یہ ہے کہ مجھے مقامات الٰہیہ کا کشف، نفس الامر کے مطابق حاصل ہے اور اس خاندان کے جتنے بزرگ اس وقت طالبوں کے ارشاد میں مصروف ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ امتیاز بخشا ہے کہ میں اس طریقے کے سالکوں کی نہایات تک تسلیک کر سکتا ہوں۔

بعض افغانوں نے آپ کی بشارات سے انکار کیا۔ آپ نے اپنے نور فراست سے معلوم کر لیا اور فرمایا اگر تم باور نہیں کرتے تو قدمائے دین میں سے ایک کو مقرر کر و تاکہ اسکی روح ظاہر ہو کر ان بشارات کی شہادت دے۔ انہوں نے عرض کی اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق فرمائیں

Marfat.com

تو دعویٰ صدق کے نزدیک تر ہو جائے گا۔آپ نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر فاتحہ پڑھی اور اپنے اصحاب سمیت جناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔اس توجہ میں اہل مراقبہ پر غیبت طاری ہوئی۔ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے ظاہر ہو کر منکروں کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ میرزا کی تمام بشارات صحیح ہیں۔

شاہ عبدالحفیظ، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے مقامات عالیہ پر فائز ہوئے تھے۔ کہتے ہیں، میں نے آپ سے استفادہ کیا ہے مجھ سے فرمایا طاقت حاصل کرنے کے لئے تمہیں ہر مقام کی دوبارہ توجہ دیتے ہیں پھر تھوڑی دیر کے لئے ولایت قلبی کی توجہ کی۔ میں نے امتحان کے طور پر اس مقام کو چھوڑ کر اس مقام سے دوسرے مقام پر توجہ کی۔ میں آپ کے حضور بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھے تنبیہ کی کہ میں نے تو تمہیں دل کر طرف متوجہ رہنے کے لئے کہا تھا، تم نے دوسرے مقام کی طرف توجہ کیوں کی؟ اس روز سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا کشف بہت صحیح ہے۔

احمد خان زبیری کے خلیفہ شاہ معزالدین اپنے پیر کے حکم سے مقامات کی تصحیح کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے حالات پر توجہ کرنے کے بعد فرمایا۔ تمہیں کس مقام کی نسبت حاصل ہے۔تمہارے پیر نے کون سی بشارت دی ہے۔اس نے آپ کے کشف کی صحت کا اقرار کیا۔

میر بہادر نے حضرت شیخ سے طریقہ کی مقامات سیکھے تھے اور آپ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے حضور توجہ کے اصل مقام کو بغرض امتحان چھوڑ کر دوسرے مقام کا مراقبہ کیا تو مجھے منع فرمایا کہ توجہ ہمت کو پراگندہ نہ کرو اور اسی مقام پر توجہ مرکوز رکھو، تمہیں مقامات سافلہ سے بھی مناسبت ہے۔لیکن پھر بھی ترقی کے لئے ہمت کرنی چاہئے۔

شیخ محمد احسان نے حضرت سید (نور محمد) رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ کیا تو ان کی زبان سے بے اختیار یہ نکلا کہ آپ حضرت میرزا صاحب کی بشارات کی صحت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے اپنے مزار سے باہر آ کر فرمایا، سب صحیح ہیں۔

اس قسم کے بے شمار شواہد آپ کے کشف کی صحت کے بارے میں ہیں آپ کی صحت

Marfat.com

بشارات کی قوی دلیل سالک کے ہر مقام پر حالات میں تغیر ہے۔ جو اس طریقے کے امام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے موافق ہے۔ آپ کے اصحاب جس کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ اور اپنے باطن میں (ان) کیفیات کو پاتے ہیں اور اسی طرح کشف کونی، کشف قلوب اور کشف قبور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ واقعہ کے مطابق ہوتا تھا۔

محمد قاسم کے بھائی نے آپ کے حضور عرض کی کہ محمد قاسم عظیم آباد میں قید ہے۔ اس مخلص کے لئے توجہ فرمائیں۔ مختصر خاموشی کے بعد فرمایا، قید نہیں ہوا ہے۔ اس کا دلالوں سے کچھ تنازعہ ہو گیا تھا لیکن بخیریت ہے۔ اس نے اپنے گھر خط ارسال کر دیا ہے، کل پرسوں تک پہنچ جائے گا۔

اسی طرح کا واقعہ ہے کہ غلام مصطفیٰ خان کی زوجہ (اپنے گھر میں) غائبانہ توجہ کے لئے بیٹھتی تھی وہ آپ کے حضور شریف میں ہر روز اطلاع کے لئے ایک شخص کو بھیجتی تھی۔ ایک روز وہ شخص اس کی اجازت کے بغیر ہی چلا آیا اور عرض کی کہ وہ آپ کی توجہ سے مستفیض ہونے کے لئے منتظر بیٹھی ہے۔ آپ نے مختصر سکوت کے بعد فرمایا جھوٹ نہ کہو، تم اس کی اجازت کے بغیر ہی آگئے ہو وہ تو ابھی تک سوئی ہوئی ہے۔ اس نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔

ایک روز میں (شاہ غلام علی) آپ کی حدمت میں حاضر تھا، شیخ غلام حسن سے توجہ کے بعد فرمایا کہ کیا تو نے کفار کی پوجا کا کھانا (چڑھاوا بتاں) کھایا ہے؟ تیرے باطن سے کفر کی ظلمت ظاہر ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا، میں نے ہندو کے ہاتھ سے کچھ چیز کھائی ہے۔ میرے باطن کی تمام کدورت اسی وجہ سے ہے۔ مولوی غلام محی الدین کو رخصت کے وقت فرمایا کہ تمہاری راہ میں دیوار نظر آئی ہے۔ شاید تم راستے ہی سے واپس آجاؤ۔ وہ چند ماہ کے بعد واپس آگئے۔

ملا نسیم سے رخصت کے وقت فرمایا دوبارہ ملاقات ہوتی نظر نہیں آتی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

فرماتے تھے کہ اصحاب کے دلوں کے راز مجھے ان سے بھی زیادہ معلوم ہیں کہ ان کو کیا خطور درپیش ہیں۔ میں (مصنف کتاب) نے عرض کی کہ حضرت آپ مطلع کیوں نہیں فرماتے؟ فرمانے لگے پردہ داری خدا کا وصف ستاری کا ظل ہے۔ جس سے یہ بات دور ہے۔

Marfat.com

ایک دن میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک بے ادب بوڑھا آیا اور کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ دیکھوں آیا جان جانان کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی؟ آپ اس بات سے ناراض ہوئے۔ میں نے دل میں کہا ناراض ہونا درویشی کے خلاف ہے۔ جس سے آپ نے دل میں برا منایا اور غضب ناک ہوکر فرمایا، دور ہو ہمارا انکار کرتا ہے۔

میر علی اصغر کہتے ہیں کہ ان ایام میں جب کہ مجھے ابھی داڑھی نہیں آئی تھی ایک دن میں نے آپ کی قدم بوسی کی۔ آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرا سر اٹھالیا۔ میرے دل میں آیا کہ مجھے بے ریش (سادہ رو جوان) دیکھ کر میرے چہرے پر ہاتھ رکھا ہے۔ میرے اس خیال سے میرے باطن میں کچھ تغیر سا پیدا ہوگیا۔ بارہ سال کے بعد آپ نے میری اس بدظنی کو ظاہر کیا تو مجھے بڑا تعجب ہوا۔ ایک تو دلی راز پر دوسرے آپ کی قوت حافظہ پر۔

محمد احسان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے فرزند کا نام تجویز کرنے کے لئے آپ سے کہا اور ساتھ ہی میرے دل میں آیا کہ اگر اس کا نام محمد حسن رکھیں تو یہ میری مرضی کے عین مطابق ہوگا۔ اس خیال کے دل میں آتے ہی فرمایا میں نے تمہارے فرزند کا نام محمد حسن مقرر کیا ہے۔

اسی طرح غلام عسکری خان (۱) کہتے ہیں کہ میرے دل کا حال معلوم کرکے میرے لڑکے کا نام غلام قادر رکھا۔

ایک دن ایک فاحشہ عورت کی قبر کی سرہانے متوجہ ہوکر بیٹھے۔ فرمایا کہ اس کی قبر میں دوزخ کی آگ شعلہ زن ہے۔ اور یہ عورت اس آگ میں کبھی قبر کے سرہانے اور کبھی قبر کے پائیں جاتی ہے۔ مجھے اس کے ایمان میں تردد ہے۔ آپ نے ختم کلمہ طیبہ کا ثواب اس کی روح کو بخشا وہ ایمان لے آئی۔ ختم کلمہ طیبہ کا ثواب بخشنے کے بعد آپ نے فرمایا، الحمد للہ وہ ایمان لے آئی ہے، کلمہ طیبہ نے اپنا کام کردیا، اور عذاب سے نجات مل گئی۔ راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اپنے لئے یا دوسرے کے لئے پڑھے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

ایک روز نواب امیر خان (۲) کی قبر پر مراقبہ کیا، فرمایا ان کے بخشے جانے کی وجہ ان کی

Marfat.com

سیادت اور خلقت میں ان کی رسوائی اور طعن ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے نسبت ہی اس دنیا میں شرف کا باعث ہے اور لعن وطعن کرنے والوں کے اعمال کا ثواب مطعون کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔

راقم فقیر کہتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت شیخ اکبر محی الدین رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ منبر پر بیٹھے وعظ کر رہے ہیں۔ اولیاء وانبیاء علیہم السلام بھی وہاں موجود ہیں۔ اس نے کہا آپ کی مجلس میں انبیاء علیہم السلام کا ہونا جائے تعجب ہے۔ فرمایا کہ مجھے اس مرتبہ کا انعام واکرام تمہاری وجہ سے حاصل ہوا ہے یعنی میرے بارے میں تمہاری غیبت اور طعن میرے لئے ثواب اور مسلسل رحمت الٰہی کا باعث ہے۔

ایک بے ادب شخص نے آپ کے مکشوفات کا انکار کیا اور امتحان کے طور پر کہا کہ یہ قبر میرے ایک دوست کی ہے، اس کا حال معلوم کریں آپ نے سکوت کے بعد فرمایا جھوٹ کیوں بولتے ہو یہ قبر تو ایک عورت کی ہے۔ تیرے دوست کی قبر تو نہیں ہے۔ اس نے عذر کیا اور کہا کہ میں نے آپ کے کشف کا امتحان لینے کے لئے ایسا کیا ہے۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا فلاں رشتے دار جو حال ہی میں فوت ہوا ہے تباہ حال معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس کے گناہوں کی بخشش کے لئے دعا فرمائیں۔ اس میت کے لئے جناب الٰہی میں تضرع، استغفار اور ہمت ودعا کے بعد فرمایا کہ الحمد اللہ اس کی بخشش ہوگئی، وہ مردہ ایک عزیز کو خواب میں ملا اور کہا کہ حضرت کی دعا سے میری بخشش ہوئی ہے۔

آپ کی دعا اور ہمت سے بہت سے حاجت مندوں کے کام ہوئے ہیں اور قریب مرگ بیماروں کو شفا ملی ہے۔ فرماتے ہیں ہم تو فقیر ہیں ہمیں مقدور مداوا نہیں۔ اپنے پیران کبار کے توسل سے امراض سلب کرتے ہیں اور عنایت الٰہی سے انہیں شفا مل جاتی ہے۔

میر علی اصغر کی والدہ بیمار تھی اس کے مرض کے سلب کے لئے آپ نے توجہ فرمائی تو الہام ہوا کہ ابھی شفا کا وقت نہیں آیا ہے۔ چند دن کے بعد آپ اپنے در دولت میں تشریف فرما تھے اور بیمار

Marfat.com

بہت دور تھا اس وقت غیب سے الہام ہوا کہ اس کی صحت کا وقت آ گیا ہے اس کے لئے آپ نے غائبانہ دعا کی تو اسے فی الفور شفا حاصل ہو گئی۔

پیر علی (۳) سخت بیمار تھے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا تھا، اس کے سلب مرض کے لئے توجہ کی تو اسے صحت ہو گئی۔۔۔آپ کا ہمسایہ شدت مرض سے جان بلب تھا۔آپ نے دعا کی کہ الٰہی مجھے اس کی موت کا غم برداشت کرنے کی تاب نہیں تو اسے شفا عطا کر۔آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ دو تین روز میں تندرست ہو گیا تو اس کے تیمارداروں کو تعجب ہوا کہ احیاء موتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے۔

راقم مسکین عفی عنہ کہتا ہے کہ قریب مرگ مریضوں کا آپ کی توجہات سے شفا پانا کیوں کر جائے تعجب ہے۔ جب کہ روحانی امراض سے شفایابی میں بھی آپ کی التفات مسلم ہے اور آپ کی عنایات سے مردگان غفلت کو جاودانی زندگی ملی ہے اور ماسوا سے فنا اور صفات خدا سے بقا حاصل ہوئی، گویا ''الشیخ یحیی ویمیت'' (شیخ زندہ کرتا اور مارتا ہے) کا وصف تو آپ کے ہی شایان شان تھا۔ آپ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے اور بدعات سیۂ کو ختم کرنے والے تھے۔آپ دلوں سے برائیاں ختم کرتے اور خوبیاں القا فرماتے تھے، جزہ اللہ خیر الجزاء۔

جس وقت غلام مصطفیٰ خان کی موت کا وقت آیا تو اس کی گردن ضعف کی وجہ سے سینے پر لٹک گئی اور ہوش بھی جاتا رہا تو اس کے اقربا نے اس حالت میں اس کی صحت یابی کے لئے آپ سے صرف ہمت کی درخواست کی اس کی زائل شدہ طاقت اور گم شدہ حواس عود کر آئے اور مکمل ہوش کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔

عسکری خان کی والدہ شریفہ جو آپ کے طریقہ میں داخل تھیں ایک روز مراقبہ کے بعد انہوں نے آپ کا دامن مبارک تھام لیا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ہاں بچے کی پیدائش کی خوش خبری نہیں دیں گے دامن نہیں چھوڑوں گی۔ حضرت مظہر نے مختصر توقف کے بعد فرمایا خاطر جمع رکھو۔ اللہ تعالیٰ بیٹی کو فرزند عطا کرے گا۔عنایت الٰہی سے ایسا ہی ہوا۔

Marfat.com

راقم کہتا ہے اس فرزند نے آغاز میں طریقہ چشتیہ میں بیعت کرنا چاہی تو اس کے خواب میں خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا بیٹا میرے گھر سے کہاں جاتے ہو؟ اس کے حال پر توجہ فرمائی۔ اس کا دل ذاکر ہو گیا اور اسے کیفیت حاصل ہوگئی وہ آپ کی خدمت میں آیا اور نقشبندیہ طریقہ میں بیعت کی۔

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک بار میں زادراہ کے بغیر ہی سفر پر روانہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہر منزل پر بے گانوں سے ضروری سامان سفر مہیا فرماتا رہا۔ اچانک راستے میں شدید بارش شروع ہوگئی اور ہوا بھی سرد تھی، ساتھیوں کو تکلیف ہو رہی تھی۔ میں نے دعا کی، الٰہی ہمارے گرداگرد بارش ہو اور ہم خشک ہی منزل مقصود پر پہنچ جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کا غصہ اور غیرت قہار جل سلطانہ کے قہر کا نمونہ تھا۔

فرماتے ہیں کہ شروع میں جن لوگوں نے مجھ سے طریقہ سیکھا تھا، میں نے انہیں اپنا نام بتانے سے منع کر دیا تھا ہر کسی کے سامنے میرا نام نہ لیا جائے۔

ایک روز حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمد رفیع سے پوچھا کہ تم نے یہ طریقہ کہاں سے حاصل کیا۔ اس نے کہا اپنے بزرگوں سے، اسے چاہئے تھا کہ آپ کے روبرو فقیر کا نام لیتا مجھے بہت غیرت آئی اور بہت ناراض ہوا۔ دیکھا کہ اس طریقے کے تمام مشائخ حضرت ابوبکر صدیق رضوان اللہ علیہم تک اس سے برگشتہ ہو گئے ہیں، وہ دو تین روز کے بعد ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح بعض دوسرے بے ادبوں کو بھی اپنی گستاخیوں کی سزا ملی عفی اللہ عنہ۔

فرماتے ہیں کہ میرا مزاج بہت نازک ہے، اور میرا غضب بہت شدید۔ یہ بات ہدایت وارشاد کے شایان شان نہیں۔ میں نے کئی سال دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے میرے غضب کی تلوار کو کند کیا۔ البتہ غضب کی شدت کم نہ ہوئی اور جس پر غصہ کرتا ہوں اسے سزا ضرور ملتی ہے اور اس کی باطنی نسبت تباہ ہو جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ناراض ہوتے ہی اس کی نسبت شہاب ثاقب کی طرح اپنے مقام سے

Marfat.com

نیچے آجاتی ہے اور میرے راضی ہوتے ہی اس کی نسبت آتشین ہوا کی طرح اوپر چڑھ جاتی ہے (بحال ہوجاتی ہے)۔

آپ کے کشف و کرامات بہت زیادہ ہیں۔صرف دو تین نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، کیونکہ سب سے عمدہ کرامت اتباع حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استقامت ہے اور طالبوں کی ہدایت اور انہیں مراتب قرب خدا سبحانہ تک پہنچانا ہے اور حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے کرامات کا ظہور، سورج سے زیادہ درخشاں اور روز گزشتہ سے زیادہ واضح ہے۔

حواشی

۱۔ غلام عسکری خان، میاں محمد احسان کے بھائی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد اور عماد الملک کے متوسلین میں سے تھے۔ (ملاحظہ ہو حواشی فصل خلفائے حضرت مظہر، کتاب حاضر)۔

۲۔ عمدۃ الملک امیر خان انجام (ف ۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء) محمد شاہی دور کے اہم عہدے داروں میں سے تھا۔ وہ الہ آباد کا گورنر بھی رہا۔ مغلیہ دور کے سیاسی نشیب و فراز میں وہ ایرانی طبقہ کا نمایندہ تھا۔

۳۔ پیر علی، حضرت مظہر کی زوجہ مردم محل کا متبنیٰ تھا۔

Marfat.com

سولہویں فصل

آپ کے عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کی کیفیت

آپ پر اپنے انتقال سے تھوڑا عرصہ پہلے رفیق اعلیٰ سے ملاقات کا شوق غالب آ گیا تھا۔ اور اس جہاں والوں پر ملال کا اظہار فرمانے لگے تھے۔ ہر وقت اپنے مشہود کے استغراق میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ وظائف وعبادات زیادہ کر دیے تھے۔ ان ایام میں اہل طریقہ کا زیادہ ہجوم رہنے لگا تھا۔ وہ فوج درفوج آ کر اس طریقہ میں داخل ہونے لگے تھے۔ ذکر کے حلقوں اور مراقبات مع جمعیت تمام'' کی وجہ سے مخلصوں کی حاضری بڑھ گئی۔ دونوں اوقات میں سو سے زیادہ افراد آپ کی صحبت مبارک میں حاضر ہوتے۔ اور آپ کی توجہات شریفہ سے بہ کمال تمام انوار و برکات میں ترقی کرتے تھے۔

ملا نسیم کو ان کے وطن رخصت کرتے وقت فرمانے لگے، اب ہماری اور تمہاری ملاقات کا طریقہ معلوم نہیں ہے۔ آپ کے اس کلمہ نے بھی جو آپ کے قرب انتقال پر دال تھا، دلوں پر اثر کیا اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ملا عبدالرزاق کو لکھتے ہیں کہ میری عمر اب اسی (سال) سے زیادہ ہو گئی ہے۔ (انتقال کا)

Marfat.com

وقت نزدیک آ پہنچا ہے۔ تمہیں دعائے خیر میں یاد رکھنا چاہیے۔

اسی طرح دوسرے عزیزوں کو بھی ایسی باتیں لکھیں جو اس ناگزیر واقعے کی خبر دیتی ہیں۔ ایک روز کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے اظہار کے لیے شکر کرنا لازم ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے دل کی تمام آرزوئیں پوری کی ہیں۔ مجھے حقیقی اسلام سے مشرف کیا، علم کا بہت بڑا حصہ بخشا، نیک عمل کی استقامت کرامت فرمائی، طریقہ کے لوازم یعنی کشف، تصرف اور کرامات عنایت کیے، صلحاء کو حصول فیوض کے لیے میرے پاس بھیجا۔ ان کو مقامات طریقہ پر پہنچا کر اپنی راہ کی ہدایت کے لیے مقرر کیا، دنیا اور اہل دنیا سے الگ رکھا، دل میں غیر کی آرزو نہ آنے دی، اور ہاں ایک آرزو باقی ہے اور وہ ظاہری شہادت ہے، جس کا قرب اعلیٰ درجہ ہے۔ میرے بزرگوں میں سے اکثر نے شربت شہادت نوش کیا ہے۔ لیکن میں بہت ناتواں ہوں اور ضعف غایت درجہ ہے اس وقت جہاد کی قوت میسر نہیں ہے۔ بظاہر اس مرتبے کا حصول دشوار نظر آتا ہے۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت کو پسند نہیں کرتا۔ یہ موت ہی ہے جو اللہ سے ملاقات کا موجب ہے۔ یہی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب، دیدار اولیاء کا حصول، عزیزوں کے دیدار سے مسرور کرتی ہے۔ میں کبرائے دین کی ارواح طیبہ کی زیارت کا مشتاق ہوں۔ حضرت مصطفیٰ اور حضرت خلیل خدا علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات کے دیدار کی سخت آرزو ہے۔

امیر المومنین صدیق اکبر، امام حسن مجتبیٰ، سید الطائفہ حضرت جنید، حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے فیض یاب ہونا چاہتا ہوں۔ میرے دل میں ان اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے خاص محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس آرزو کی منصۂ ظہور پر جلوہ گر کر دیا اور آپ کو شہادت کے درجہ پر پہنچا دیا۔ اس طرح ظاہری شہادت باطنی شہادت میں، جسے صوفیہ کی اصطلاح میں مرتبہ فناء فی اللہ کا حصول ہے، میں ضم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات قرب کو اعلیٰ علیین تک پہنچائے۔

شب چہارشنبہ ۷ محرم ۱۱۹۵ ہجری کو کچھ رات گزری (۱) تھی کہ چند آدمیوں نے حضرت کے

Marfat.com

دروازے پر دستک دی۔ خادم نے جاکر عرض کی کہ کچھ لوگ زیارت کے لیے آئے ہیں۔ فرمایا آنے دو۔ تین آدمی اندر آئے ان میں سے ایک ایرانی نژاد مغل بھی تھا۔ آپ خواب گاہ سے باہر تشریف لائے اوران کے درمیان بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا کہ مرزا جان جانان آپ ہیں؟ فرمایا ہاں دوسرے دونوں نے بھی تائید کی کہ میرزا جان جانان یہی ہیں۔ اس بد بخت نے طمنچہ کی گولی داغ دی اور گولی آپ کے بائیں طرف دل کے قریب لگی۔ آپ میں ضعف اور بڑھاپے کی ناتوانی کی وجہ سے طاقت نہیں تھی۔ زمین پر گر پڑے۔ لوگوں کو اطلاع ہوئی، جراح کو بلایا گیا۔

صبح نواب نجف خان نے ایک فرنگی جراح کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ جن بد بختوں نے یہ گناہ کبیرہ کیا ہے معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے تو ان سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی شفا دینا ہے تو زخم ہر صورت میں مندمل ہو جائے گا۔ کسی دوسرے جراح کی حاجت نہیں ہے۔ جو شخص اس امر کا مرتکب ہوا ہے، اگر معلوم بھی ہو جائے تو ہم اسے معاف کر دیں گے تم بھی اسے معاف کر دینا (۲)۔

آپ تین روز بقید حیات رہے ہر روز ضعف زیادہ ہو جاتا تھا۔ انتہائی ضعف کی وجہ سے آپ کی آواز مبارک بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ تیسرے روز جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد مجھ (مصنف کتاب ہذا) سے پوچھا، مجھ سے گیارہ نمازیں قضا ہوئی ہیں اور میرا تمام بدن خون سے آلودہ ہے۔ سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیمار میں سر اٹھانے کی طاقت نہ ہو تو نماز موقوف کر دینی چاہیے۔ وہ ابرو کے اشارے سے بھی ادا نہ کرے۔ تمہیں اس مسئلے کے بارے میں کیا معلوم ہے؟ میں نے عرض کی کے مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔

نصف دن گزرنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے، چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند نے بھی اس حالت میں فاتحہ پڑھی تھی۔ عصر کے وقت میں (مصنف) حاضر تھا۔ فرمایا دن ابھی کتنا باقی ہے۔ میں نے عرض کی کہ ابھی چار گھڑی باقی ہے۔ فرمایا ابھی مغرب دور ہے۔ مغرب کی نماز کے وقت سب شنبہ کے دوسرے دن محرم کی دسویں تاریخ تھی دو تین مرتبہ

Marfat.com

سانس میں شدت پیدا ہوئی اور آپ کی روح مبارک نے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا(۳)رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء.

آپ کی وفات پر بہت سی تاریخیں کہی گئیں (ان میں سے) دو تاریخیں لکھی جاتی ہیں، پہلی اس آیۃ شریفہ سے:

اولئک مع الذین انعم اللہ(۴)(۱۱۹۵ھ)

دوسری حدیث شریفہ کے اس جملے سے جو حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک کے بارے میں صادر ہوا تھا، وہی آپ کی تاریخ وفات ہے:

عاش حمیدا أمات شہیدا (۵)(۱۱۹۵ھ)

آپ کی وفات کی رات ایک عزیز نے خواب دیکھا کہ نصف قرآن مجید آسمان کی طرف اڑ گیا اور دین متین کی برکات میں فتور آ گیا ہے۔ فقیر راقم (مصنف) کہتا ہے کہ اس خواب کی تعبیر سے آپ کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ فرماتے تھے میرے انتقال کے بعد طریقہ کے مقامات موقوف ہو جائیں گے اور اس خاندان والوں کی نسبت نے اگر نہایت ترقی بھی کی تو وہ فقط ولایات تک پہنچے گی۔

آپ کے انتقال کو سولہ سال گزر چکے ہیں (۶)۔ مجھے (مصنف) آپ کے مستفیدوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور آپ کے ان اصحاب کے احوال بھی سنے ہیں جو دور دراز شہروں میں رہتے ہیں۔ اگر ان کے احوال و کیفیات، ولایت قلبی تک پہنچ چکے ہیں، تو یہ غنیمت ہے اور مقامات عالیہ کے احوال ادراک سے دور ہیں۔ وہاں تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک اور شخص نے خواب دیکھا کہ گویا آفتاب عالم تاب آسمان کے عین درمیان درخشاں تھا کہ زمین پر آ رہا اور دنیا کو تاریکی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آپ کا وجود مسعود دنیا میں امن اور خلق خدا کے لیے بہبودی کا باعث تھا۔

آپ کے انتقال کے بعد کئی قسم کے حوادث کا دروازہ کھل گیا۔ آپ کی وفات کے بعد کامل

Marfat.com

تین سال تک قحط کی وبا نے دنیا کو ہلاکت میں ڈالے رکھا۔ سرسام، خارش اور چیچک جیسی بیماریاں ہندوستان میں پیدا ہوگئیں جن سے کئی سال تک لوگ بیمار رہے اور کئی دنیا سے عدم کی طرف کوچ کرتے رہے۔ عالم آشوب جیسے فتنے پیدا ہوئے۔ نجف خان جو اس امر (شہادت حضرت مرزا مظہر) کا مرتکب تھا اور اس نے حد کے اجراء میں غفلت برتی تھی، جلد ہی مر گیا اور اس کے ساتھی بھی باہمی مجادلات میں مارے گئے (اب) ان ظالموں کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ اگرچہ آپ نے اپنا خون معاف کر دیا تھا۔ لیکن غیرت الٰہی نے اپنے دوستوں کا انتقام اور مظلوموں کی دادرسی کی:

فرد

ہیچ قومی را خدا رسوا نہ کرد

تا دل صاحب دلے نامد بدرد

ترجمہ:۔ خدا کسی قوم کو اس وقت تک رسوا نہیں کرتا جب تک وہ کسی صاحب دل کو ناراض نہ کرے۔

بے شک آپ کو (اپنی وفات) کے ناگزیر واقعے کا علم تھا، اسی لیے آپ اپنے دیوان میں خود فرماتے ہیں:

بہ لوح تربت من یا فتند از غیب تحریرے

کہ این مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

ترجمہ:۔ میری لوح مزار پر غیب سے یہ تحریر نمایاں ہوئی کہ اس مقتول کا بے گناہی کے سوا کوئی گناہ نہیں۔

جس رات آپ نے انتقال فرمایا، نصف دن تک بارش ہوتی رہی جو چھ ماہ سے بند تھی، وہ اس قدر برسی کہ ہر طرف آب رحمت رواں ہوگیا۔ آپ کے مزار مبارک پر بہت مرتبہ انوار برکات فائض ہوئے جن سے زائرین کے دل نورانی ہوگئے، اور آپ کی توجہات روحانی آپ کے مزار شریف سے اقتباس انوار کرنے والوں کے شامل حال ہیں۔ وہ اپنے

Marfat.com

باطن میں ترقی محسوس کرتے ہیں۔

مرزا ابراہیم بیگ جنہوں نے مجھ (مصنف کتاب ہذا) سے مرتبہ قلب کی توجہات لی تھیں وہ آپ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے گئے۔ آپ نے اس کے لطیفہ دماغی پر توجہ کی جس کا اثر تین ماہ تک باقی رہا۔

اصالت خان نے اپنے مختلف خدشات میں باطنی احوال ضائع کر دیے، کئی سالوں کے بعد وہ آپ کے مزار مبارک پر آیا، تو توجہ کے لیے التجا کی۔ اور نصف دن سے زیادہ تک آپ کی روح مقدس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہا۔ اس کے قدیم احوال عود کر آئے کہ گویا اس میں کوئی فتور تھا ہی نہیں۔

ایک درویش نے کہا کہ آپ کے مزار فائض الانوار کی زیارت سے بہت فوائد حاصل کیے ہیں۔ ایک روز میں (درویش) نے عرض کی میرے حال پر پوری توجہ فرمائیں۔ میری التماس کو قبولیت کا شرف بخشا۔ میں نے خوب ترقی محسوس کی جب میں زیارت کے بعد لوٹا تو ایک عزیز نے جو کہ باطنی احوال کی اچھی شناخت رکھتا تھا، کہا کہ آج تمہارے احوال میں خاصی ترقی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کیوں نہ ہو حضرت نے میرے حال پر بلیغ توجہات فرمائی ہیں۔ اس طریقہ کے ارباب مقامات ہر اس مقام پر جس پر وہ فائز ہیں، آپ کے مبارک مزار کی زیارت سے اپنے باطن کے انوار میں ترقی محسوس کرتے ہیں۔

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ آپ کے مزار شریف کا فیض باطنوں میں مکمل تاثر ہے، کیوں کہ طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کا اس شہر میں کوئی مزار اس قدر بلندی شان اور نسبت کے نفوذ کی قوت رکھنے والا نہیں ہے۔

ایک شخص نے آپ کے مزار مبارک کے نزدیک قیام کیا۔ ایک رات اس نے جاگنے میں کوتاہی کی، آپ مزار مبارک سے باہر آئے، اسے بیدار کیا اور فرمایا، کیا تو مجھے مردہ تصور کرتا ہے؟ تیرے سارے احوال مجھے معلوم ہیں، اٹھ کر نماز ادا کر۔

Marfat.com

مخلصوں کے حال پر آپ کی بہت التفات تھی۔ قاضی ثناء اللہ نے خواب میں دیکھا (کہ آپ فرماتے ہیں) تم اپنی جگہ قائم رہو، فقیر تمہارے ساتھ ہے۔ انتقال کے بعد کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔ ایک عزیز جس کے حال پر آپ عنایت فرماتے تھے، معاش کی فکر میں متردد تھا، اسے خواب میں فرمایا تم معاش کا غم نہ کرو تمہاری معاش کی تدبیر پہلے سے زیادہ بہتر کروں گا، اور اسی طرح ہوا۔

مولوی نعیم اللہ نے ایک مہم کے لئے سامان مہیا کیا۔ ان کے خواب میں ظاہر ہو کر فرمایا اس کا انجام دینا میرے ذمے ہے۔ چنانچہ صبح وہ کام بخوبی انجام پا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

آپ کی زوجہ (۷) عفت پناہ وعصمت دستگاہ نے بھی آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انہیں آپ کی صحبت مبارک سے مرتبہ حضور وآگاہی حاصل تھا اور نساء صالحات کے ارشاد کی انہیں اجازت تھی۔ ان سے دلوں میں گرم تاثیر پیدا ہوتی۔ انہوں نے بھی (آپ کے بارے میں) اچھے واقعات ومبشرات دیکھے تھے۔ ایک شب انہوں نے دیکھا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حال پر نہایت بلیغ عنایت فرمائی ہے، جس سے آپ کے باطنی حالات زیادہ ہو گئے۔ دیر تک وہاں خوشبو روح کو افزائش بخشتی رہی۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ (حضرت مظہر) کے حال پر التفات فرماتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات عالیہ کی برکات آپ اپنے باطن میں محسوس کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ انہیں (زوجہ خود کو) سودا کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے، اور جنون کے غلبہ نے ان کی عقل کو مستور کر دیا ہے۔ مجھ سے ان کی موافقت بہت کم ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے باطن میں نمایاں فتور آ گیا تھا، اور ان کی باطنی نسبت کی وہ تاثیر اور گرمی مخفی ہو گئی تھی۔ لیکن میں نے ان کی سودایانہ حرکات معاف کر دی ہیں، کیوں کہ دیوانہ معذور ہوتا ہے۔ مخلصین بھی میرے پاس اخلاص کی وجہ سے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے، میں نے ان کی مخالفت کو صبر وتحمل سے برداشت کیا۔ جس سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے کیوں کہ ان کا احسان مجھ پر ہے (۸)۔

Marfat.com

حواشی

۱۔ قدرت اللہ گوپاموی کا بیان ہے کہ حضرت مظہر تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا (نتائج الافکار، ص ۲۷۵)۔ گوپاموی کا یہ بیان اس لیے غلط ہے کہ صاحب مقامات مظہری اس واقعہ کے وقت خانقاہ میں ہی موجود تھے، گویا چشم دید گواہ ہیں۔

۲۔ معمولات مظہریہ میں نجف خان کے علاوہ بادشاہ وقت (شاہ عالم ثانی) کے اس عالم میں حضرت مظہر کے ساتھ نامہ و پیغام کا ذکر کیا گیا ہے، کہ بادشاہ نے ہر چند مجرموں کا سراغ لگانے کی کوشش کی لیکن کچھ معلوم نہ ہوسکا، تو کہلا بھیجا کہ اگر آپ کو مجرموں کا پتا چل جائے تو اطلاع دیں تا کہ تدارک کیا جائے آپ نے جواب میں فرمایا:

قصاص تو شریعت میں زندہ لوگوں کے لئے ہوتا ہے۔ میں تو مردہ لوگوں میں شامل ہوں۔ اس لئے قصاص جائز نہیں ہے اور اگر سلطان کو مجرموں کا سراغ مل جائے تو وہ انہیں میرے پاس بھیج دیں تا کہ ان کے ساتھ طریقت کے مطابق معاملہ روا رکھا جائے یعنی انہیں معاف کر دیا جائے (ص، ۱۴۰)۔

آفتاب رائے لکھنوی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ نجف خان کے ایک رفیق کار نے حضرت مظہر پر یہ حملہ کیا تھا:

"بدست یکی از رفقای..... نجف خان بہادر مجروح گشتہ" (تذکرہ ریاض العارفین، مرتبہ حسام الدین راشدی، راول پنڈی ۱۹۸۲ء، ۲/۲۱۴)۔

۳۔ حضرت مظہر کے ایک اور خلیفہ میر عبدالباقی، جن کے حالات آئندہ فصل میں ملاحظہ کریں، اسی سال یعنی ۱۱۹۵ھ میں حضرت سے رخصت لے کر اکبرآباد روانہ ہوئے تھے کہ انہیں راہ ہی میں معلوم ہوا کہ حضرت کو کسی رافضی نے طمنچہ سے شہید کر دیا ہے۔

Marfat.com

وہ فوراً دہلی پہنچے تو تفصیلات معلوم کر کے اپنے کتاب آل الکمال میں محفوظ کر لیں۔ وہ لکھتے ہیں جب تدفین کا وقت آیا تو مدفن کا فیصلہ وارثوں کے اختیار میں تھا اور مریدین کی تجویز کے بغیر ہی آپ کو اپنے مسکن (مقامِ بود و باش) ہی میں دفن کر دیا گیا۔ کسی نے بھی صورتحال کو درست کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ آخر قبر کھودی گئی اور سبز چادر جو کفن مبارک پر تھی ہٹادی گئی اور اس کی جگہ سفید چادر ڈالی گئی۔ (آل الکمال، قلمی، ورق ۴۰ ب)۔

۴۔ القرآن (النساء) ۶۹/۴ " اولئک " میں ہمزہ کے دس عدد بھی شمار کئے گئے ہیں۔

۵۔ یہ مادہ تاریخ اس حدیث " عاش حمید آمات شهیداً " [ابن ماجہ (لباس ۲) و مسند حنبل ۸۹/۲] سے ماخوذ ہے۔

۶۔ اس فقرے سے مقامات مظہری کا سال تصنیف ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء متعین ہوتا ہے۔

۷۔ حضرت مظہر کی زوجہ کا نام مردل محل تھا، مکاتیب حضرت مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی میں متعدد مقامات پر ان کا نام درج ہوا ہے۔

۸۔ حضرت مظہر اپنے وصیت نامہ میں اپنی زوجہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

این مستور بنابر عارضہ سودا در طول عمر ناساز یہا بسیار بافقیر کردہ۔ چناں چہ مخفی اعزۃ نیست، امامن ازاں ہمہ عفو کردم و بحرمت آن کہ اورا با خدائے تعالیٰ و رسولِ او صلی اللہ علیہ وسلم محبتی بلکہ با من ست کہ برمن ثابت ست، مخلصان مرا پس از من بقدر مقدور بحق وفادل جوئی اولازم ست۔

(وصیت نامہ، محفوظ در معمولات مظہریہ، ص ۱۴۵)

حضرت مظہر کے ایک خلیفہ اخوند ملا نسیم (جن کے حالات اگلے باب میں ملاحظہ کریں) کی خانقاہ واقع نور محل اوچ ریاست دیر صوبہ سرحد، میں حضرت مظہر کی کئی یادگاریں محفوظ ہیں۔ ان میں وہ خون آلودہ کپڑے بھی موجود ہیں جو حضرت مظہر شہادت کے وقت

Marfat.com

پہنے ہوئے تھے۔راقم کو ان کی زیارت کا موقع ملا ہے۔مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب بھی وہاں گئے تھے۔انہوں نے وہ فرغل پہن کر دیکھا تھا لکھتے ہیں:

حضرت مظہر روئی کا فرغل پہنے ہوئے تھے، بائیں طرف دل کی قریب وہ فرغل طمنچے کی ضرب سے خون آلود ہے اور اس وقت کا متمد بھی ہے، جس کے سامنے کے حصہ میں دو سوراخ چھوٹے ہیں اور پچھلے حصے میں بڑے بڑے سوراخ جلے ہوئے اور خون آلود ہیں۔وہیں ایک پوٹلی میں وہ دھجیاں بھی ہیں جن سے حضرت کا خون پونچھا گیا تھا.... یہ فرغل راقم الحروف نے پہن کر دیکھا تھا جس سے اندازہ ہوا کہ ان کا جسم مبارک راقم الحروف کے بدن کی طرح تھا۔

(لوائح خانقاہ مظہریہ، ص۲ حاشیہ)

Marfat.com

سترھویں فصل

آپ کے بعض خداشناس خلفاء کا ذکر

آپ کے خلفاء بہت تھے، ان اوراق میں ان کے احوال تحریر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔صرف ایک جماعت (طبقہ) کا حال بیان کرتا ہوں،لیکن میں ان کے تفصیلی حالات اور واردات سے مطلع نہیں ہوں۔اس لیے ان کے وہ حالات مختصراً لکھ رہا ہوں جو آپ کی صحبت مبارک میں آپ سے سنے اور آپ کی بشارات کے مطابق ان کے (نام) ومقامات مجھے معلوم ہیں۔اور ان اکابر کی باطنی کیفیات اور انوار میں نے اپنے وجدان سے معلوم کیے ہیں۔لیکن ان کے اسمائے مقامات مفصل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔مختصر ہی کافی ہیں۔

کسی شخص کے باطنی احوال ، استغراق، سکر، ذوق وشوق اور احوال توحید کے ظہور پر منحصر نہیں ہیں، پھر ان اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سے اس قسم کے حالات اور خرق عادات بکثرت مروی نہیں ہیں۔گو مقامات قرب میں تمام اولیاء پر سبقت رکھتے ہیں۔مگر ان اکابر کے باطنوں پر جو حالات وارد ہوتے تھے ادراک ان کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔اس طریقے کے اصحاب کے احوال میں مختلف مقامات کی وجہ سے اختلافات ہیں۔مگر حصول اطمینان ، رسوخ ملکہ حضور، نسبت مع اللہ، تہذیب اخلاق اور اتباع سنت میں سب برابر ہیں ۔ متعارف احوال یعنی سکر، ذوق وشوق ،استغراق، بے خودی اور واردات توحید کبراء کی تحقیق کے موافق ہیں اور متوسلین کی معلومات لطیفہ قلب کی وجہ سے ہیں اور باقی لطائف کے علوم و حالات اور چیز ہیں کہ

Marfat.com

ان مقامات پر پہنچے بغیران کی تصدیق کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ نئی کیفیات اور قدیم تو مشہور ہی ہیں اور آیت شریفہ "ولا یحیطون به علما" (۱) (اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا) کا اشارہ بھی انہیں مقامات کی طرف ہے۔

۱۔ حضرت میر مسلمانؒ

اس دیار میں وہ صحیح النسب سادات کبار میں سے ہیں۔ انہوں نے دنیا اور اسباب دنیا سے قطع تعلق کر کے رضائے الٰہی کی تحصیل میں زندگی بسر کی۔ ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل میں آپ کے ہم سبق تھے (۲) اور آپ کے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت میں طریقے کے مقامات حاصل کیے اور آپ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ ان کا بہت احترام کرتے تھے، کیوں کہ پیران کبار کی نظر التفات ان پر تھی۔ بزرگوں کی زیارت اور استفادہ سے سالکوں کی قدر پیدا ہوتی ہے۔ ان کے آپس کے روابط راسخ اتحاد (۳) پر مبنی تھے۔ چنانچہ انہیں لکھتے ہیں کہ قدیم عہد کی یاد سے میرے دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے اور مجھے اپنی تنہائی پر رحم آنے لگتا ہے، جو تحریر میں نہیں لایا جا سکتا:

سقی اللّٰہ وقتا کنت اخلو بو جھکم
وتغز الھوی فی روضته الانس ضاحک
اقمنا زمانا و العیون قریرہ
اصبحت یوما والجفون سوافک

خادم سرکار شیخ احمد مصروف کار ہے۔ اس کا لطیفہ قلب، قالب کی قید سے آزاد ہو چکا ہے۔ اس مرد کی استعداد ضعیف ہے، وہ گرتا پڑتا مقصود کی طرف جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے منزل مقصود پر پہنچائے۔ امراض قلب و قالب کا سلب کرنا ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ قوت اور قدرت عطا کی ہے، پھر آپ اپنے کو اس امر میں بطور انکسار کیوں معذور خیال کرتے ہیں؟

فیض اللہ خان کو اپنے سامنے بٹھا کر ہر روز پانچ سو نفس کے بقدر اس کا مرض سلب کریں،

Marfat.com

تاکید ہے۔ سفر حجاز کا ارادہ مبارک ہو۔ لیکن اس نیک عمل کے لیے قدرے تامل ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کا شرعی حق تلف ہو جائے۔

میر مسلمان کی رحلت سے آپ کو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ میر مبین خان کو لکھتے ہیں:

میر مسلمان کی وفات کی خبر سن کر کیا لکھوں کہ مجھ پر کیا گزری ہے:

یار رفت و ما چو نقش پا بخاک افتادہ ایم
سایہ میکر دید کاش این نا رسا افتادگی

الحمد اللہ ہم بھی سر راہ بیٹھے ہیں ان کی وفات کی کیفیت اور جائے مدفن کے بارے میں لکھو۔ چند نفس جو باقی ہیں، حق تعالیٰ انہیں اپنی رضا میں گزار دے۔

۲۔ قاضی مولوی ثناء اللہ (پانی پتی):

آپ کے بزرگ ترین اور اولین خلفاء میں سے ہیں ان کا نسب گیارہ (۵) واسطوں سے حضرت شیخ جلال کبیر اولیاء چشتی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور حضرت جلال کا نسب جناب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔

حضرت قاضی زبدہ علماء ربانی اور مقرب بارگاہ یزدانی ہیں۔ عقلی و نقلی علوم میں انہیں کامل دسترس ہے۔ فقہ اور اصول میں وہ مجتہد کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

انہوں نے ایک مبسوط کتاب علم فقہ پر لکھی ہے، جس میں ہر مسئلے کے ماخذ، دلائل اور مذاہب اربعہ (۶) میں مجتہدین کے مختارات بیان کیے ہیں، اور ان میں سے جو خود ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہیں، انہوں نے انہیں ایک جدا رسالے کی صورت میں تحریر کر کے (رسالہ) ماخذ الاقوی (۷) نام رکھا ہے۔

علم اصول میں بھی انہوں نے اپنے مختارات لکھے ہیں (۸)۔ انہوں نے ایک مفصل تفسیر بھی لکھی ہے، جو قدیم مفسرین کے اقوال کے لئے جامع اور (قرآن پاک کی) جدید تاویلات، جو مبداء فیاض نے ان کے لطیفہ روحانی پر القاء کی ہیں، تحریر فرمائی ہیں (۹)۔

Marfat.com

(علم) تصوف پر ان کے رسائل (۱۰) اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارف پر تحقیق بھی کی ہے۔

صفائے ذہن، جودت طبع، قوت فکر اور سلامت عقل میں وہ زائد الوصف تھے۔ انہوں نے طریقہ حضرت شیخ الشیوخ محمد عابد قدس سرہ سے حاصل کیا اور حضرت کی توجہات سے فنائے قلب کا مرتبہ حاصل ہوا۔ پھر حضرت شیخ کے حکم بموجب آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ کی اعلیٰ تربیت کی بدولت تمام مقامات احمدیہ پر فائز ہوئے۔ اور بڑی تیزی سے سیر، شوق اور "وصول اصل خود" حتیٰ کہ اس طریقہ کا مکمل سلوک پچاس توجہات میں مکمل کر لیا۔

ان کی عمر اٹھارہ سال تھی کہ ظاہری علم اور طریقہ کی خلافت حاصل کر کے اشاعت علم اور فیض باطن پر مامور ہوئے اور ہدایت وارشاد کو رواج دیا۔ آپ سے علم الہدیٰ کا لقب پایا (۱۱) (خواب میں) انہوں نے بچپن میں اپنے جد امجد حضرت شیخ جلال پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی، انہوں نے ان کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور اپنی پیشانی ان کی پیشانی کے ساتھ رگڑی۔ انہی ایام میں انہیں حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نے آپ کو تازہ کھجوریں عنایت فرمائیں۔

ایک بار انہوں نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے بڑی مسرت سے قاضی صاحب کے بارے میں فرمایا:

انت منی بمنزلتہ ھارون من موسیٰ (۱۲) علیھما السلام

(تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہے، جو ہارون کو حضرت موسیٰ کے ساتھ تھی)

آپ نے اس کی تعبیر اس طرح کی کہ فقیر (حضرت مظہر) کی مثالی صورت میرے جد بزرگوار یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل ہے، ان کلمات کا مبشر اس لئے فرمایا ہے کہ شاید اس طریقے کی خلافت تم میں منتقل ہو جائے۔

انہوں نے حضرت مرزا مظہر کی وفات کے بعد، حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا

Marfat.com

کہ آپ تشریف لائے ہیں اور آپ کی وفات پر تعزیت کے کلمات کہے، اور افسوس کا اظہار کیا۔

آپ حضرت قاضی کی بہت تعریف اور مدح کرتے اور فرماتے تھے، "میری نسبت اور ان کی نسبت علو مرتبہ میں مساوی ہیں۔ لیکن عرض اور قوت میں مختلف، وہ میرے ضمنی ہیں اور میں حضرت شیخ قدس سرہ کا ضمنی ہوں، جو فیض بھی مجھے پہنچا ہے، وہ اس میں شریک ہیں۔ ان کا دوست و دشمن میرا بھی دوست و دشمن ہے۔ وہ ظاہری و باطنی کمالات کے "اجتماع" کی وجہ سے عزیز ترین موجودات میں سے ہیں۔ میرے دل میں ان کی ہیبت ہے، صلاح وتقویٰ اور دیانت کی وہ مجسم روح ہیں۔ شریعت کو مروج اور طریقت کو منور کرنے والا فرشتہ صفت ہیں۔ ملائکہ بھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ انتہا (کلام حضرت مظہر)۔

مجھے (مصنف کتاب ہذا) خود ان کی زبانی سننے کا موقع ملا ہے کہ (حضرت مظہر) فرماتے تھے، کہ اگر قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا کہ تم میری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو میں عرض کروں گا کہ "ثناء اللہ پانی پتی"۔

ایک روز میں (مصنف کتاب ہذا) آپ کی خدمت میں حاضر تھا، ذکر اور مراقبے کا حلقہ منعقد تھا، حضرت قاضی بھی آ گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا تم کیا عمل کرتے ہو کہ فرشتوں نے (اس محفل میں) تمہاری تعظیم کے لئے جگہ چھوڑ دی ہے؟ یہ حقیقت ہے کہ میں آپ کے کامل خلفاء سے بھی ملا ہوں۔ یہ تمام فیوض و برکات طریقہ احمدیہ جو کہ ان کی ذات میں جمع ہیں، میں نے کسی میں نہیں دیکھے۔ اگرچہ ارباب قلب ان حالات کا ادراک نہیں کر سکتے۔

اس لئے میں کہتا ہوں میرے نزدیک ان کمالات اور خاصہ مجددی میں ان جیسی عالی نسبت والا اس وقت اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کے خلفاء میں وہ بوجہ بہت سے فضائل، دوسروں سے ممتاز ہیں۔ لیکن آپ کی نیابت جو کہ طالبوں کو طریقہ احمدیہ کی غایات سے منسلک کرنے اور مقامات کا صحیح کشف، وجدان، کیفیات، اور درجات قرب الٰہی سے عبارت ہے، کسی میں بھی تسلیم نہیں کی گئی۔ چنانچہ آپ نے بارہا اس امر پر افسوس کیا کہ میرے اصحاب میں سے کوئی بھی میرا (بہ خصائل مذکورہ)

Marfat.com

قائم مقام نہیں ہے۔

فقیر راقم (مصنف کتاب) کہتا ہے، طریقہ کے اختیار کرنے کا اصل مقصد ''تصفیہ قلب از گرفتاری، ماسوا''، علم باللہ کا دائمی حصول، خصائل بد سے دل کا پاک کرنا، تہذیب اخلاق، برکات ذکر، شغل کیفیات، حالات واستغراق اور سکر غلبات محبت کا حاصل کرنا ہے۔ الحمدللہ کہ یہ باتیں آپ کے خلفاء کی صحبت میں طالبوں کو اس زمانے کے موافق حاصل ہو جاتی ہیں۔ مجھے ان (خلفاء کے) مستفیدوں کو دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ وہ حضور جمعیت مع اذواق قلبی، بلکہ اس سے بھی بالا انوار رکھتے ہیں۔

حضرت قاضی کی ذات ظاہری و باطنی کمالات سے متصف ہے۔ ان کے اوقات اطاعت اور عبادت سے معمور ہیں۔ سو رکعت نماز انہوں نے اپنا وظیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ تہجد کی نماز میں ایک منزل قرآن پڑھتے ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں متدین علماء کم ہیں۔ اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ قاضی کا منصب اختیار کر کے مقدمات کے صحیح فیصلے کریں اور اس مرتبے کا حق کما حقہ ادا کریں۔ رسوم قضات میں سے کوئی عاقبت نااندیش رسم آپ سے ظہور میں نہیں آئی (۱۳)۔

ایک مرتبہ اس شخص نے جس کے پاس آپ کی مہر ہوتی تھی کسی سے کوئی چیز لی۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اسے سزا دی اور اس نے جو کچھ لیا تھا وہ واپس کروایا۔ جس قسم کے ادائے حق اس منصب کا خاصہ ہے، آپ اس میں مشہور ہیں۔

ان کے نام آپ کے بہت سے مکاتیب ہیں۔ ان میں سے چند فقرے لکھے جا رہے ہیں:

شیخ عین الدین ساکن عظیم آباد ایک نوجوان ہے، جس نے اپنا روزگار ترک کر کے طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ اس رقعہ کے وسیلے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے، اس کے دل کو نور حاصل ہو گیا ہے، قطع مسافت ابھی تک شروع نہیں کی، شکستہ دل آدمی ہے، اس کے حال پر توجہ کریں۔ علی رضا خان نے مجھ سے طریقہ سیکھا ہے۔ اس کا ذکر لطائف خمسہ جاری ہو گیا ہے نفی و اثبات کا عمل شروع ہے وہ تمہارے (حلقے) میں شامل ہونا چاہتا ہے، اس کے لطیفہ، قلب پر توجہ

Marfat.com

کریں کیونکہ اس لطیفے کا پہلا کام یہی ہے، جو ضروری ہے۔ انتہا

ان کے اصحاب میں سے پیر محمد اور سید محمد وگھسیٹا کو آپ کی صحبت حاصل ہوئی ہے، وہ اس طریقہ کی (مختلف) نسبتوں پر فائز ہیں۔

۳۔ مولوی فضل اللہؒ

مولوی ثناء اللہ (پانی پتی مذکور) کے بڑے بھائی تھے اور ظاہری علم میں بہرہ کامل رکھتے تھے۔ انہوں نے طریقہ حضرت شیخ (محمد عابد سنامی) رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا، اور آپ (حضرت مظہر) کی صحبت سے بھی استفادہ کیا تھا، آپ کی توجہات شریفہ سے وہ طریقہ کے مقامات پر فائز ہوئے تھے۔ وہ کثیر الذکر اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ رکھنے والے تھے۔

ان کی وفات کے بعد مولوی ثناء اللہ بڑے آزردہ رہنے لگے تھے وہ ان کے خواب میں آتے اور کہتے کہ بھائی یہ اس قدر غم اور الم کیسا ہے؟

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون(۱۴)

(سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم)

یہ نص قرآنی ہے۔ اس عالم (آخرت) میں مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت آسائش اور نعمتیں عطا کی ہیں جو بیان وحساب سے بہت زیادہ ہیں (۱۵)۔

۴۔ مولوی احمد اللہؒ

مولوی ثناء اللہ (پانی پتی) کے بڑے لڑکے، اور حضرت مظہر کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں۔ انہوں نے ظاہری علم اپنے والد ماجد اور دیگر علماء سے حاصل کیا ہے۔ تحصیل کے ایام میں ساری رات ہی مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے، کھانے پینے کی طرف رجحان بہت کم تھا، قرآن مجید حفظ تھا۔ علم قراءت وتجوید میں پوری مہارت حاصل تھی۔ ہر روز اکیس سیپارے تلاوت کرتے تھے، انہوں نے طریقہ آپ سے حاصل کیا۔ ذکر اور مراقبہ تو پہلے ہی حاصل تھا۔ ہر روز پینتیس ہزار

Marfat.com

مرتبہ ذکر تہلیل کرتے، صبح سے "چاشت بلند" تک مراقب بیٹھتے۔

آپ کی توجہات علیہ، کثرت ذکر، مراقبہ مقامات بلند اور واردات حاصل کر کے طریقہ کی اجازت لی، اور لوگوں کو تلقین ذکر، مراقبہ اور سلوک راہ مولیٰ میں مشغول ہوئے، ان کے حال پر آپ بہت عنایت کرتے تھے، اور ان کی ترقی کے لئے غائبانہ توجہ کرتے رہتے تھے، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

آج تک تم پر توجہ کرنے میں میں نے ناغہ نہیں کیا، اور نہ ہوگا۔ تم دن بدن ترقی کر رہے ہو۔ کمالات رسالت کی تجلیات کا کبھی کبھی ظہور ہوتا ہے۔ تم صبح و شام مردوں اور عورتوں کا جو حلقہ ارشاد کرتے ہو، اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے، اور کامل توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کی فتوحات ارزانی فرمائے گا۔

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

احمد اللہ پر حقیقت کعبہ کی توجہ ہوتی ہے، دو تین روز کے بعد وہ حقیقت قرآن میں داخل ہوگا۔ انتہا

مولوی احمد اللہ ذکر و عبادات میں کمال جہد سے طریقہ کے تمام اعلیٰ مقامات پر پہنچے اور بہت بلند شان کے مالک ہوئے۔ ان تمام ظاہری و باطنی کمالات کے باوجود "الولد سر لابیہ" ان پر صادق آتا ہے۔ تیس سالہ جوان تھے کہ انتقال کر گئے ان کے والد (قاضی ثناء اللہ) فرماتے ہیں کہ اس فرزند کی موت کا ظاہری سبب میری اس سے والہانہ محبت تھی۔ حق سبحانہ کمال غیرت سے اپنے اولیاء کے دل میں غیر کی محبت کا گزر بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اسے اس جہاں سے اٹھا لیا اور میرے دل میں غیر کی محبت نہ رہنے دی۔

وہ بہت بہادر لوگوں میں سے تھے، انہوں نے کفار سے بارہا جہاد کیا تھا، اور غازی فی سبیل اللہ کا مرتبہ انہیں حاصل تھا۔ ایک دفعہ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے ان کو آلیا۔ انہوں نے ان کے خادم سے سامان اور دوسری چیزیں چھین لیں۔ وہ تنہا اور پا پیادہ ان کے تعاقب میں گئے اور ان بیس سواروں

Marfat.com

سے جو شمشیریں اور ڈھالیں بھی رکھتے تھے، اپنا سامان واپس لے کر "ان اللہ یحب الرجل الشجاع" (اللہ تعالیٰ بہادر شخص کو پسند کرتا ہے)، ثابت کر دیا کہ یہ وصف صرف انہی کا تھا۔

شیخ صبغتہ اللہ رحمتہ اللہ علیہ فرزند دوم مولوی ثناء اللہ نے بھی علم حاصل کیا تھا۔ دینی کتب کی تحصیل بھی کی تھی، انہیں طریقہ آپ سے حاصل ہوا۔ جوانی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

مولوی دلیل اللہ (۱۶) فرزند سوم مولوی ثناء اللہ نے علم فقہ پڑھا ہے، فن اصول اور معقول سے بھی مناسبت رکھتے ہیں۔ طریقہ اور شغل قلبی انہوں نے آپ سے ہی سیکھا ہے، خدا انہیں سلامت رکھے۔

مولوی ثناء اللہ (پانی پتی) کی بیوی (۱۷) نے بھی آپ (حضرت مظہر) سے باطنی فیوض کا کسب کیا اور احوال فناء و بقا جو صرف اس خاندان کے صاحب نسبت حضرات ہی کو ہوتے ہیں، انہیں بھی حاصل تھے۔ انہوں نے تعلیم طریقہ کی اجازت بھی پائی تھی۔ وظائف، اطاعت، ذکر و مراقبہ جیسے نیک اوقات نے انہیں مقبول بارگاہ بنا دیا ہے۔ آپ اپنے ایک مکتوب میں اس عفیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اگر مستورات کو توفیق ہو، اور تم سے توجہ چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے۔ جناب پیران (کے وسیلے) سے قوی امید ہے کہ اس میں تاثیر پیدا ہوگی۔ نیز تمہیں کبھی کبھار توجہ دی جاتی ہے، تو ترقی معلوم ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو ذکر الٰہی جل شانہ، اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے مقید کر لو۔ ذوی الحقوق کی رعایت اور اچھا اخلاق پیدا کرنا لازم ہے، جو نیک نامی اور کامیابی دارین کا موجب ہے (۱۸)۔

۵۔ شیخ محمد مراد:

آپ کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ انہوں نے آپ سے طریقہ حاصل کیا۔ پینتیس سال تک ہر روز حلقہ ذکر میں حاضر ہوتے رہے اور آپ کی صحبت کی برکت سے طریقہ کے مصطلحہ مقامات پر فائز ہوئے، اور اعلیٰ نسبت حاصل کی۔ آپ کی خدمت میں ان کو ایسی خصوصیت حاصل تھی کہ جس میں دوسرے اصحاب شریک نہیں تھے، آپ کے گھریلو معاملات انہی کے ذمے تھے۔ آپ

Marfat.com

فرماتے ہیں ہمارے اصحاب میں رفعت نسبت کے اعتبار سے ان کے مساوی کوئی نہیں ہے۔آپ کی ذات میں بہت سے کمالات جمع ہیں۔ چونکہ وہ تجارت پیشہ (۱۹) ہیں اس لئے طالب ان کی طرف رجوع نہیں کرتے۔گویا ایک شیخ کے لئے علم وعقل سلیم کشف صریح مع وجدان صحیح،شرف نسب،ظاہری شوکت،دولت فقراور قناعت بھی ہونی چاہیے۔انتہا

مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے:

کہ وہ مستجاب الدعوۃ ہیں۔اور اس کا بارہا تجربہ بھی کیا گیا ہے،واللہ واعلم۔

فقیر راقم (مصنف کتاب ہذا) کہتا ہے کہ قبولیت دعا کے لئے باطنی کمالات کا ہونا لازم نہیں ہے۔اللہ کی عظمت کے سامنے تسلیم کے سوا چارہ کار نہیں۔قبولیت دعا کے لئے رزق حلال،راست گوئی اور اخلاص شرط ہے۔قبول دعا کے لئے یہ تینوں امور ضروری ہیں۔میرے (مصنف کتاب ہذا کے) نزدیک ان کی نسبت کے حالات اس قسم کے نہیں جو ہر کسی کے ادراک میں آسکیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے(۲۰)۔

۶۔شیخ عبدالرحمٰن:

شیخ محمد مراد کے بھائیوں میں سے ہیں،آپ کی توجہات سے عالی احوال حاصل کیے۔ نسبت مع اللہ کے حالات سے مغلوب تھے۔قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں:

ان کی نسبت کی کیفیات کے ظہور کی وجہ سے انہیں دیکھتے ہی دل تعظیم وتکریم کے لئے بے اختیار ہو جاتا ہے۔اذ رؤا ذکر اللہ (۲۱)(جب ان کی زیارت کی جائے تو خدا یاد آئے)انہی کے وصف حال تھا۔رحمتہ اللہ علیہ۔

۷۔میر علیم اللہ گنگوہیؒ

آپ کے اکابر خلفاء،شیفتہ جمال اور معرفت افزاء قدیم اصحاب میں سے تھے۔انہوں نے حضرت شیخ (محمد عابد سنامی) کی صحبت بھی حاصل کی تھی اور انہیں کے حکم سے انہوں نے آپ

Marfat.com

(حضرت مظہر رحمتہ اللہ علیہ) کی خدمت کا التزام ،اور طریقہ احمدیہ کا سلوک مکمل کیا۔ حالات عالیہ وواردات سامیہ حاصل تھے۔ان کی نسبت میں ایسے سکر کا غلبہ تھا کہ مجددی نسبت کا صحواور ہوش مندی غالب نہیں آسکتی تھی۔ وہ محبت الٰہی کی شراب طہور میں سرشار اور حضور و آگاہی کے ذوق سے مخمور تھے۔ان کی زبان پر اہل محبت کا تذکرہ رہتا اور عاشقانہ حکایات سے ان کی آنکھیں اشک ریز رہتی تھیں۔گریہ آپ کے احوال کو آبرو بخشتا تھا۔شورانگیز نالے ان کے سینے میں سوز پیدا کرتے تھے۔ان کی صحبت خدا کی محبت کا شوق بخشتی۔آپ کی جبیں سے ''نسبت مع اللہ'' کے انوار چمکتے۔ان پر استغراق قوی اور طویل بے خودی طاری ہوتی تھی۔ان میں آپ کی محبت غالب تھی۔غلبہ محبت کی وجہ سے سلام کی بجائے آپ کو'' قربانت شوم'' (میں تجھ پر قربان) لکھ بھیجا۔

جب اپنے وطن (شہر) سے آپ کی زیارت کے لئے چلتے تو راستے کی تکلیف سے تھک جاتے تو آپ کے مناقب کے ذکر سے پھر جوش وولولہ پیدا ہو جاتا اور بیابان نوردی کے لئے تیار ہو جاتے۔

ایک مرتبہ خواب میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ان کی قدم بوسی کرنی چاہی، حضرت نے فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ اس میں ہم فقیروں کی سعادت مندی ہے۔اس سے انہیں بہت مسرت ہوئی اور ان کے حال پر بہت لطف فرمایا۔

ایک شب خواب میں انہوں نے دیکھا کہ سلسلہ چشتیہ کے اکابر مثلاً حضرت شیخ فرید گنج شکر اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہما تشریف لائے اور ان کے باطن سے نقشبندی نسبت سلب کر لی، اور اپنے خاندان کی نسبت القا کی۔ان کے جانے کے بعد نقشبندی بزرگ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت مرزا مظہر قدس اللہ اسرار ہما تشریف لائے اور ان کے باطن سے چشتی نسبت کشید کرنے کے بعد پھر سے ان کا سینہ نقشبندی نسبت سے معمور کر دیا۔اس سلب اور القا کے عمل سے انہیں اکابر کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا، جس سے ان پر ایک حالت طاری ہوئی، اور ایسا ''اضمحلال'' حاصل ہوا کہ ان میں طاقت بالکل جاتی رہی۔

Marfat.com

صبح کے وقت آپ کی خدمت میں آئے، تو سارا واقعہ بیان کیا اور آپ انہیں اپنے پیر حضرت شیخ (محمد عابد سنامی) قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس لے گئے۔ فرماتے ہیں واللہ ہم نے ان کے حال کے بارے میں کسی قسم کا اظہار نہیں کیا، لیکن حضرت شیخ نے اپنے نور فراست سے معلوم کرلیا اور فرمانے لگے کہ بزرگوں نے ان کے حال پر تصرف کیا تھا اور اپنی نسبت القا کی تھی۔ لیکن نقشبندی حضرات پہنچ گئے اور اپنے خاندان کی نسبت انہیں دوبارہ عطا کردی۔ انہوں نے طریقہ کے جو مقامات حاصل کیے صحیح اور بجا ہیں۔

مختصر یہ کہ ان کی طینت میں گرم جوشی، استعداد اور آثار حرارت اور چشتی نسبت کی حرارت کے اذواق موجود تھے، کیوں کہ یہ حالات طالبان راہ مولیٰ کے لئے رشک کا باعث ہیں۔ تمام عمر گرم جوشی محبت میں بسر کی، اور آپ کی زندگی ہی میں فوت ہوئے۔

ان کی بیوی نے بھی آپ سے طریقہ حاصل کیا تھا۔ وہ بھی بادہ محبت خدا سے سرشار تھی۔ (میر علیم اللہ نے) وفات کے بعد خواب میں آپ کی خدمت میں عرض کی کہ فرشتے مجھے بارگاہ کبریا جل جلالہ میں لے گئے۔ میں نے خود کو لامتناہی انوار میں مستغرق، پایا، اور اسی حال میں شاہد مقصود کی طرف دوڑا، جس سے مغفرت اور رحمت کے دروازے مجھ پر کھل گئے۔ فحمد للہ ثم الحمد للہ (۲۲)۔

۸۔ شیخ مراد اللہ عرف غلام کاکیؒ

حضرت میرزا کے اجل خلفاء میں سے تھے، علم و عمل میں اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ وہ اس جماعت میں سے تھے۔ جنہیں حضرت شیخ (محمد عابد) نے تربیت کے لئے آپ کے حوالے کیا تھا۔ وہ آپ کی تربیت کی برکت سے طریقہ کے انتہائی مقامات حاصل کر کے خلافت یاب ہوئے۔ اور ملک بنگالہ میں طالبوں کے مرجع و مآب بنے۔ ان کے کمالات کا شہرہ اس دیار کے دلوں کو مسخر کرتا۔ ان کے اخلاق حسنہ اور صفات کاملہ کی خوشبو دماغوں کو معطر کرتی اور ان سے بہت سے طالب سرمایۂ جمعیت و آگاہی حاصل کر کے مقبول بارگاہ الٰہی بنے اور یاد خدا میں مصروف ہوئے۔

Marfat.com

ان میں سے محمد غوث کے حالات صحیح ہیں۔ ان کے اصحاب میں سے محمد دانش اور محمد درویش نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ محمد دانش کی باطنی نسبت آپ کے عنایات سے فنائے قلب اور فنائے نفس سے بھی بلندی پر پہنچ گئی تھی۔ ''حضور و آگاہی، کیفیات استہلاک واضمحلال'' بھی جو کہ فنائے نفس کا خاصہ ہیں، انھیں حاصل ہیں۔

محمد درویش کو با کثرت باطنی ترقیات ملی ہیں، اور نسبت کمالات سے مشرف ہوئے ہیں۔ شیخ مراد اللہ نے طالبوں کی آسانی کے لئے ہندی (اردو) زبان میں قرآن مجید کی تفسیر (۲۳) لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع فرمایا کہ طریقہ کے انوار کی اشاعت اخلاص اور مرتبہ احسان کا موجب ہے، اپنے اوقات اسی شغل میں صرف کرنے چاہئیں۔ ذکر اور مراقبہ کے علاوہ کوئی عمل نہیں کرنا چاہئے، انہوں نے آپ کے وصال سے پہلے وفات پائی (۲۴)۔

۹۔ حضرت شیخ محمد احسانؒ

آپ کے قدیم اصحاب اور اکمل خلفاء میں سے تھے۔ حضرت حافظ محمد محسن (۲۵) کی اولاد (۲۶) میں سے تھے۔ ان کا نسب شیخ عبدالحق (۲۷) رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ ایام جوانی کے آغاز میں ان کے عقیدہ میں انحراف اور بظاہر صراط مستقیم سے انصراف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے دودھ چاول تناول کیے اور بقیہ انہیں دے دیا۔ پس انہوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کر کے واردات حاصل کیں۔ اس راہ میں کمال استقامت سے ثابت قدم رہ کر بہت ترقی کی۔ اور طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے۔ اپنے باطن کو انوار اور آگاہی کا مظہر بنایا۔ ان کی نسبت میں جذبہ اور شورش قوی تھی۔ ولایت قلبی کی سیر میں بے تابی اور نالہ ہای بے خودی بہت کرتے تھے۔ باطن کی حرارت شوق اور گرمی طپش کی وجہ سے سردی کے موسم میں بھی انھیں پنبہ دار لباس کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

جذبات محبت کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے سننے اور سماع کی آواز کی ان میں تاب نہیں تھی۔ ایک روز آپ کی خدمت میں فریاد لائے اور بے خود ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ

Marfat.com

تمہاری نسبت میں ذوق وشوق پیدا ہوگیا ہے۔ اگر تم اسی نسبت گرم اور جذبہ وحالات وعشق ومحبت پر کفایت کرنا چاہتے ہو تو ہماری صحبت ترک کردو ورنہ اس قسم کی فریاد نعرہ تمہارے لئے نقصان کا موجب بن سکتے ہیں۔ اس وقت ذکر ومراقبہ میں فرشتوں کا مجمع تھا۔ تمہاری فریاد کی وجہ سے وہ منتشر ہوگیا۔ اور ان میں سے ایک تمہاری طرف تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا، اگر تم اپنے باطن کا کام میرے حوالے کردو تو ایسی توجہ کروں گا، جس سے تم اس شورش کے مقام سے نکل کر طمانیت میں پہنچ جاؤ گے۔ کیوں کہ نسبت اطمینان، نسبت ''قرن'' کے مشابہ ہے، جو شائبہ ریا سے دور ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ مجھے شورش اور طمانیت سے کوئی غرض نہیں ہے، میرا مقصد تو صرف آپ کی رضا کا حصول ہے۔ آپ نے انہیں (سابقہ مقام سے) پھلانگ کر (بطور طفرہ) بالا مقام پر پہنچا دیا۔ اور وہاں کے احوال پر فائز کر دیا۔ جس سے ان کی بے تابی اطمینان میں بدل گئی۔ لیکن ان کی گرم استعداد کا تقاضا ابھی باقی تھا، کبھی کبھی بے اختیار ہو کر فریاد کر اٹھتے تھے۔ جس سے بے خود ہو جاتے۔

ایک دن کسی نے ان کے سامنے کہا کہ مولوی ثناء اللہ سنبھلی کا روزینہ مشتبہ مال سے مقرر ہوا ہے۔ کہنے لگے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے سے انوار کی ایسی سبیل آتی ہے جو ان تمام کدورتوں کو بہا کر لے جاتی ہے، اس بات سے انہیں بہت فیض پہنچا، انہوں نے آہ بھری اور بے خود ہوگئے۔ ایک مرتبہ یہ شعر سننے سے:

رفتم از میکدہ اما بدعا می خواہم
کہ ازین در نروم لغزش مستاں مددی

ترجمہ: اگرچہ میں مے خانہ سے چلا گیا ہوں لیکن یہ دعا کرتا ہوں کہ اے لغزش مستانہ میں اس دروازے سے جانے نہ پاؤں۔

بہت بے تابی پیدا ہوئی۔ محبت کی یہی شورش انہیں مضطرب رکھتی۔ بسا اوقات انہیں عاشقانہ نغمہ بے خود کر دیتا۔ یہ عشق ہی ہے، جو طالبوں کے دلوں کے لئے حیات افزا اور یہ عشق ہی ہے، جو سالکوں کی جانوں کو بقا بخشتا ہے:

Marfat.com

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

گرعشق ترا نیست بہ تحقیق ز تقلید
چاکی بہ گریباں زن و خاکی بہ سرافگن

ترجمہ:۔(پہلا شعر) حافظ شیرازی: دیوان، طبع بمبئی، ص۱۲ (ترجمہ) وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہوگیا ہو، دفتر عالم (لوح محفوظ) پر ہماری زندگی جاوید کی مہر ثبت ہے۔

(ترجمہ شعر ثانی) اگر تجھے عشق حقیقی ومجازی حاصل نہیں تو اپنا گریباں پھاڑ لے اور اپنے سر پر خاک ڈال لے۔

کار ما عشق و بار ما عشق است
حاصل روز گار ما عشق است

شیخ محمد احسان فرماتے ہیں کہ (احمد) شاہ درانی کے ہنگامہ غارت گری میں اپنے کوچہ کے دروازہ میں پوری ہمت سے متوجہ ہو کر بیٹھ گیا، تاکہ غارت گروں میں سے کوئی کوچہ میں داخل نہ ہونے پائے فضل الٰہی سے ساری رات اس کوچہ میں کوئی نہ آیا۔

ایک روز ایک شخص نے جو درد پہلو میں مبتلا تھا، ان کی خدمت میں عرض کی کہ اس مرض کے سلب کرنے کے لئے ہمت کریں، جونہی اس کے کان میں اسم مبارک اللہ پہنچا، اس نے نعرہ مارا اور درد اسی وقت ختم ہوگیا۔

وہ فرماتے ہیں ملا رحیم داد کے لشکر کی کفار سے شکست کے وقت میں بھی اس لشکر میں موجود تھا اس قیامت انگیز وقت میں بھی میری نسبت کا کامل غلبہ کے ساتھ ظہور ہو رہا تھا گویا مجھے سردی کی شدت اور قتل وغارت کفار کی خبر ہی نہیں تھی۔ اور میں مشائخ کرام کی توجہ کی بدولت محفوظ رہا۔

فرماتے ہیں کسب سلوک کے دنوں میں میں نے سخت فقر وفاقہ اختیار کیا۔ پے درپے تین

Marfat.com

فاقوں کو ایک فاقہ خیال کرتا تھا۔

ایک روز آپ نے میرے احوال پوچھے میں نے اپنی بے سامانی کا ذکر کیا۔ انہیں افسوس ہوا، تھوڑا سا آٹا اور کرتا خاص عنایت کیا۔ کہتے ہیں کہ اس تبرک شریف کی برکت سے تنگی فراخی سے بدل گئی۔

بتاتے ہیں کہ میں نے چھ ماہ تک آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت حاصل کی، جس سے اس کثرت سے فیوض حاصل ہوئے کہ کسی ریاضت اور مجاہدہ میں اس قسم کی ترقی میسر نہ آئی۔

۱۰۔ شیخ غلام حسنؒ

شیخ محمد احسان کے بھائی (۲۸) اور آپ کے خاص اصحاب اور زبدہء احباب میں سے ہیں۔ انہیں آپ کی مزید عنایات کا اختصاص بھی حاصل تھا۔ انہوں نے طریقہ شریفہ آپ ہی سے حاصل کیا تھا۔ اور اس خاندان کی نسبت کے مقامات پر پہنچے۔ یاد الٰہی میں اپنے اوقات بخوشی بسر کیے (۲۹)۔

۱۱۔ شیخ محمد منیرؒ

حضرت شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد، اور آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، طریقہ علیہ چشتیہ کے اشغال کرتے اور اس نسبت شریفہ کے اذواق واشواق سے حظ اٹھاتے طریقہ نقشبندیہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اس کی صحبت شریفہ کا التزام کر کے طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر اجازت حاصل کی۔ ان کی نسبت قوی اور حالات بلند تھے۔ اور ہمیشہ گوشہ قناعت وتوکل میں یادخدا میں مصروف رہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان کی نسبت بہت قوی ہے اگر کوئی قطب وقت ہو تو اسے بھی ان سے استفادہ کرنا چاہئے۔ سلوک کے (ابتدائی ایام میں) وہ ساری رات مراقبہ کرتے تھے اور کثرت مراقبہ کی وجہ سے ان کا کشف و وجدان صحیح تھا، طالب ان سے رجوع کرتے۔ ارباب ذکر کا حلقہ

Marfat.com

خوب جمعیت کے ساتھ منعقد کرتے۔ لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور آپ کے عین حیات ہی میں درد سینہ کے مرض میں انتقال کیا (۳۰)۔ ان کی موت سے آپ کے دل میں بہت غم واندوہ ہوا۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ سنبھلی کو لکھتے ہیں:

شیخ محمد منیر اکثر یاران طریقہ میں ممتاز تھے، انہوں نے ۱۹ ذی الحج کو رحلت کی۔ جس سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ ہمارا انتقال بھی طبعی عمر کے موافق قریب ہے، اس لئے تسلی ہے (۳۱)۔

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے خواجہ عباد اللہ نے شیخ محمد منیر سے طریقہ حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد انہوں نے آپ کی صحبت اختیار کی، اور آپ کی توجہات سے بلند مقامات پر پہنچے، اور طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت بھی حاصل ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں۔ ان کی نسبت بہت قوی ہے۔ کئی سال ہوئے ان کی وفات ہو چکی ہے۔

حاجی جمال الدین نے بھی جو کہ شیخ محمد منیر کے اصحاب میں سے تھے، آپ کی صحبت مبارک کی برکت سے نسبت عالیہ کا کسب کیا، اور حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور یاد مولیٰ میں گوشہ قناعت میں خوش ہیں۔

۱۲۔ مولوی قلندر بخشؒ

آپ کے منتخب اصحاب اور برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ دینی علوم کے عالم تھے۔ علم معقول کی بھی تحصیل کی تھی، قرآن مجید حفظ تھا۔ انہوں نے طریقہ آپ سے ہی حاصل کیا۔ آپ کی توجہات علیہ سے طریقہ کے انتہائی مقامات پر پہنچے۔ انہیں طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت ہے اور درس علم اور ارشاد و سلوک باطن ان کا شغل۔

علم طب میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ جسمانی اور روحانی دونوں علاج کرتے تھے۔ انہیں آپ کے ساتھ بہت ہی اخلاص تھا، اور آپ کے مصاحب خاص تھے۔ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے، آپ ان کی اچھی آواز اور ترتیل حروف سے جو کہ ان کی تلاوت کے آداب میں سے تھے، بہت خوش تھے۔

Marfat.com

ہر سال آپ کی زیارت کے لئے اپنے وطن (٣٢) (شہر) سے آتے اور انوار حضور کا کسب کرتے یہاں تک کہ (اسی طرح عمل کرتے ہوئے) وفات پائی۔

١٣۔ میر نعیم اللہؒ

آپ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت حاجی محمد افضل کی صحبت حاصل تھی (٣٣) اور حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ شیخ محمد اعظم کی خدمت بھی کی تھی۔ حضرت مظہر کی صحبت کا التزام کر کے طریقہ احمدی (مجددی) کے مقامات سلوک مکمل کیے تھے اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی تھی۔ علم و ادب اور حسن اخلاق سے متصف تھے۔ (ان کے دل میں) آپ کی محبت راسخ تھی، طریقہ کی تعلیم اور علم دین کا درس ان کا شغل تھا، قرآن مجید حفظ تھا۔ علم قرأت و تجوید کی سند قاری عبدالغفور سے لی تھی۔ تراویح میں آپ ان سے قرآن مجید سن کر بہت محظوظ ہوتے تھے (٣٤)۔

ایک روز فرمانے لگے کہ میں مولوی قلندر بخش اور سید نعیم اللہ کے تہذیب اخلاق کے سبب ان سے کبھی ناراض نہیں ہوا۔ ایک دن حضرت سید نعیم اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے راہ خدا اور رضاء مولیٰ میں جو قدم رکھا ہے وہ ہماری آنکھوں پر رکھو، اگر تم جیسے لوگ اپنے وطنوں سے نہ آئیں تو ہمارا حلقہ مراقبہ بے جمعیت و بے برکت ہو کر رہ جائے، انہوں نے آپ کے حین حیات ہی انتقال کیا۔

١٤۔ مولوی ثناء اللہ سنبھلیؒ

آپ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری علم کی بھی تحصیل کی تھی۔ قرآن اور حدیث کا علم حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ طریقہ کی تعلیم آپ کے خلیفہ خواجہ موسیٰ خان رحمتہ اللہ علیہ سے لی۔ ذکر اور مراقبہ ان کا دائمی شغل ہے۔ اور ان کے حکم سے باطنی کمالات میں آپ سے استفادہ کیا۔ طریقہ کے انتہائی مقامات پر پہنچے۔ اور طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت ملی۔ اور بلدہ سنبھل میں درس علوم اور راہ خدا کی ہدایت و سلوک میں مصروف رہے۔ علم و عمل اور صبر و استقامت سے متصف اور اعلیٰ اخلاق اور اوقات حسنہ کے لئے معروف تھے۔ وہ کہتے ہیں، حدیث و

Marfat.com

تفسیر کے درس سے نور اور صفا حاصل ہوتا ہے، اور نسبت احمد یہ کو طاقت اور ترقی ملتی ہے۔

کہتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں نے ایک امیر کا کھانا کھایا، میرے باطنی احوال ضائع ہو گئے، میں نے ہر چند توبہ اور نیاز مندی کی لیکن وہ حالات پیدا نہ ہو سکے، اگرچہ نسبت کی کیفیات ہمیشہ شامل حال رہی لیکن احوال و ذوق نام کی کوئی چیز نہیں رہی تھی۔ صاحب نفحات نے کہا ہے کہ ان طائفہ کرام میں سے ایک نے انتہائی پیاس کی حالت میں ایک لشکری (سپاہی) سے پانی پی لیا۔ تو اس کے تمام باطنی حالات تباہ ہو گئے۔ تیس سال گزر گئے ہیں کہ اس کدورت کا اثر اب تک باقی ہے"۔ انتہا۔

مولوی ثناء اللہ سنبھلی نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال پر بہت عنایت فرمائی، ایک روپیہ یومیہ مقرر فرمایا۔ اسی طرح واقعہ ہوا کہ اس خواب کے بعد ایک امیر آدمی نے ان کی ضروریات کے لئے ایک روپیہ روزینہ مقرر کر دیا۔

آپ نے (حضرت مظہر نے) انہیں لکھا ہے:

وھو معکم این ما کنتم (۳۵) (تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) تم وہاں جاؤ اور میری جانشینی کرو، کیوں کہ اس ضلع میں سمجھدار عالم اور صاحب نسبت درویش کوئی نہیں ہے، خاطر جمع رکھ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ اور پریشانی کو دل میں جگہ نہ دو اور اپنے اوقات دین کے ظاہری و باطنی منافع کے حصول میں صرف کرو۔ اس پاک ذات نے تمہیں دولت دی ہے، یہی اس کا شکر ہے۔

حضرت جنید نے فرمایا: "**الشکر صرف النعمة فی مرضیات المنعم**" (نعمت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں صرف کرنا شکر ہے) ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی تنگی وسعت میں بدل جائے گی:

مشکلی نیست کہ آساں نہ شود　　مرد باید کہ ہراساں نہ شود

ترجمہ:۔ کوئی مشکل ایسی نہیں جو حل نہ ہو سکے، انسان کو چاہئے کہ وہ پریشان نہ ہو۔

اگر غیب سے کوئی چیز (فتوح) میسر آ جائے تو اسے بلا تامل قبول کر لینا چاہئے، کیوں کہ بغیر طلب اور سوال کے جو چیز ملتی ہے وہ توکل کے منافی نہیں ہوتی۔ اگر اس چیز (معاش) پر اعتماد نہ ہو

Marfat.com

(۳۶) تو خصوصاً اس زمانہ میں توکل تفرقہ دل کے رفع کرنے کا سبب ہے۔ اور صرف توکل بے جمعیتی کا موجب ہے اور یہی "جمعیت" تو صوفیہ کا راس المال ہے۔

اللہ تعالیٰ سنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے متبعین اور خانقاہ عالی جاہ مجددیہ کے درویشوں کی جمعیت ضائع نہ کرے۔ تعلیم طریقہ اور کتابوں کے درس کے لئے خود کو پابند کرلو۔ اس عمل میں اپنے اوقات صرف کرنا، دونوں جہانوں کی فتوحات حاصل کرنا ہے۔ ختم خواجگان اور ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلقہ صبح کے بعد ہر روز لازمی طور پر کرو۔ صرف اللہ تعالیٰ سے امید وابستہ رکھو اور غیر سے ناامید ہو جاؤ۔ مرہٹہ کفار کے آشوب کی فکر نہ کرو، ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے دوستوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور مجھے حاضر ہی سمجھے۔ انتہا۔

حاجی محمد یار نے ان سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی، اور آپ کی توجہات سے انہیں حضور و آگاہی کی نسبت حاصل ہوئی۔ پھر انہوں نے مولوی نعیم اللہ کی صحبت اختیار کی۔

احمد علی نے بھی جو ان کے اصحاب میں سے ہیں آپ سے استفادہ کیا، نسبت قلبی کے جذبات سے مغلوب ہوئے۔ اور جذبات کے بے تابی سے سونا اور کھانا ترک کر دیا۔ اکثر اوقات بے قرار اور حالات سکر سے سرشار رہتے، آپ کی حسن تربیت سے ہوش میں آئے۔ اپنے باطن کے معاملہ کو فنائے نفس تک پہنچا کر طریقہ کی تعلیم کی اجازت حاصل کی۔ اور نسبت مع اللہ کی کیفیات میں مدہوش ہوئے (۳۷)۔

۱۵۔ میر عبدالباقیؒ

آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری علوم سے بھی بہرہ ور ہیں۔ سالہا سال آپ کی صحبت میں رہ کر کسب فیض کیا۔ طریقہ کے انتہائی مقامات کو پہنچے۔ کمال علم اور عزت سے آراستہ ہیں۔ اچھے اخلاق سے متصف اور عالم مثال سے پوری مناسبت رکھتے ہیں۔ آپ اپنے دوستوں کے امور مرجوعہ کے استخارہ کے لئے انہی سے فرمایا کرتے تھے۔ ان کی معلومات واقعہ کے مطابق ہوتیں۔

انہیں پانچ بار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور

Marfat.com

آنجناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات سے ممتاز ہوئے (۳۸)۔

۱۶۔ خلیفہ محمد جمیلؒ

آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ چھوٹی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آئے اور آپ سے ایک توجہ لی۔ تحصیل علم اور طب کا شغل اختیار کیا۔

کہتے ہیں علم سے حظ وفرا حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ کی برکت سے مجھے اپنے راہ کی طلب عطاء کی، اور میں مقصود کی جستجو میں بے شمار درویشوں کی خدمت میں گیا، کسی جگہ دل کو آرام نہ آیا۔ آخر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور طلب کے لئے مشقتیں کیں، یہاں مقصود مل گیا۔ آپ کی توجہات علیہ سے طریقہ کے مقامات پر پہنچ کر اجازت وخلافت سے مشرف ہوا۔

خلیفہ صاحب تحمل، تمکین اور امور شریعت وطریقت میں استقامت راسخ رکھتے تھے۔ طریقہ احمدیہ کے انتہائی مقامات سلوک تک ان کی نسبت قوی تھی۔ ظاہری وباطنی امراض کے علاج کے لئے ممتاز تھے۔ آپ کے عین حیات ہی انتقال کیا (۳۹)۔

۱۷۔ حضرت شاہ بھیکؒ

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد میں سے تھے (۴۰)۔ آپ کی توجہات سے اپنے آباء کرام کی نسبت خاصہ سے حظ وافر حاصل کیا۔ اور کار باطن کو کمالات تک پہنچا کر آپ کی اجازت سے ہدایت و ارشاد راہِ مولیٰ میں مصروف ہوگئے۔ اتباع سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ احمدیہ پر استقامت رکھتے تھے، ان کی وفات کے بعد سکھ کافروں نے جو سرہند کے متبرک مزارات خراب کر رہے تھے، چاہا کہ ان کی نعش کو قبر سے باہر نکالیں، آپ نے ایک کافر کے سر پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ فی الفور ہلاک ہوگیا۔ اور اس کے ساتھی جان کے خطرہ سے بھاگ گئے اس قسم کی کرامات کے ظہور سے کفار مزارات پر دست درازی کرنے سے باز آگئے۔

Marfat.com

۱۸۔مولوی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

شاہ بھیک کے بھائیوں میں سے تھے، انہوں نے طریقہ آپ سے حاصل کیا، ان کا نسبت باطن کا کام فنائے قلب تک پہنچ چکا تھا۔ ان کے حالات صحیح تھے۔ ظاہری علم کا درس دیتے تھے۔ عین عالم شباب میں انتقال کیا۔

۱۹۔شاہ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے قدیم اور برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ دس سال تک آپ کی صحبت مبارک میں کسب فیوض کر کے طریقہ کے مقامات سلوک طے کئے۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت کے بعد طالبان خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

بہت سے لوگ ان کی توجہات سے ''حضور و آ گاہی'' کے مرتبے کو پہنچے، اور آپ کی وضع اور آداب پر استقامت رکھتے ہیں۔ آپ نے ایک مکتوب میں انہیں لکھا ہے:

ہم خیریت سے ہیں، تمہیں شریعت اور شغل طریقت کی پابندی کا التزام کرنا چاہئے۔ لوگوں سے خاکساری اور بے نفسی سے پیش آؤ، کیوں کہ نفس کا کمال نیستی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی ہستی مسلم۔ فقراء اور علماء کی صحبت لازم قرار دو، زمانہ کے مکروہات پر صبر کرو کیوں کہ یہ دنیا مومنین کے لئے قید ہے، اور آخرت میں راحت ملنے کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی طریقہ کی طرف رجوع کرے تو اس کی خدمت کرنی چاہئے، تا کہ اس سے خدمت لی جائے۔ مگر غلبہ محبت کی وجہ سے اگر وہ خود (خدمت) کرنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تم جہاں رہو خدا تمہارے ساتھ ہے، استقامت سے رہو اور پیران طریقہ کی محبت دل میں رکھو۔

والسلام۔

Marfat.com

۲۰۔ شاہ رحمت اللہ ؒ

آپ کے کامل خلفاء میں سے ہیں، کمال درجہ کی محبت اور اخلاص کے لئے مخصوص ہیں، ملک سندھ سے طلب خدا کے لئے نکلے، جہاں کہیں کسی درویش کا سنتے وہیں پہنچ جاتے۔ انہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت بھی حاصل ہوئی ہے۔

آپ کے آستانہ ولایت نشان پر پہنچے، اور چار سال تک آپ کی صحبت مبارک میں کسب فیوض کیا۔ کار سلوک کو طریقہ کے انتہائی مقامات تک پہنچا کر اجازت سے سرفراز ہوئے۔ انہیں ایذائے نفس اور معنوی لحاظ سے راحت روح جیسے جلالی معاملات زیادہ پسند تھے۔ صبر بلکہ قضائے الٰہی کے مطابق رضا ان کا شیوہ تھا۔ یاد خدا کے لئے صبر وقناعت اور ترک ماسواء اللہ پر استقامت رکھتے تھے۔ سرداران وقت کی آرزو تھی، کہ وہ روزینہ قبول کریں، لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔

رات کو ان کے گھر میں ذکر خدا کے نور کے چراغ کے سوا، اور دن کو صرف اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، کوئی خوراک نہیں ہوتی تھی۔ سالہا سال تک وہ عریاں رہے، سر پر کلاہ اور کمر پر تہبند رہا۔

ان کی صحبت میں طالبوں کا جم غفیر ہوتا تھا، اور مکمل جمعیت کے ساتھ حلقہ مراقبہ کا انعقاد ہوتا تھا۔ دو اشخاص کو ان سے تعلیم طریقہ کی اجازت ملی تھی۔ ان کے اصحاب میں شاہ خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ نیک احوال رکھتے ہیں۔ انہوں نے مرزا مظفر رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کی صحبت بھی حاصل کی تھی۔ ان کے بعد باجمعیت حلقہ ذکر ومراقبہ یہی کرتے تھے، ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

محمد اکبر نے بھی ان سے طریقہ حاصل کیا ہے، نیز حضرت مرزا مظفر کی صحبت کا فیض حاصل کر کے ترقی کی ہے۔ ہمارے حضرت (مظہر رحمتہ اللہ علیہ) سے بھی توجہات لیں۔ میرے (مصنف کتاب ہٰذا کے) ساتھ بہت نشست رہتی ہے اور اپنے گم شدہ احوال کی دریافت کرتے ہیں، باطنی نسبت کم ہے۔ وفقہ اللہ سبحانہ و ایای لمر ضاتہ (اللہ تعالیٰ انہیں اور مجھے اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے)۔

Marfat.com

۲۱۔ محمد شاہ

انہوں نے حضرت شیخ (محمد عابد) رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ صوفی عبدالرحمٰن سے طریقہ حاصل کیا، اور آپ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ کی تربیت کی برکت سے وہ طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر طالبان حق کو ہدایت کی اجازت سے مشرف ہوئے، اور اپنے مسکن میں با جمعیت حلقہ ذکر و مراقبہ میں مصروف ہیں۔

۲۲۔ میر مبین خان رحمتہ اللہ علیہ

سادات کبار میں، اور آپ کے عمدہ اصحاب و برگزیدہ احباب میں سے ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ آپ سے "طریقہ" حاصل کر کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے۔ تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے طالبوں کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

بہت سے طالبوں نے ان کی صحبت کی برکت سے حضور و جمعیت کا کسب کیا۔ انہیں آپ سے بہت محبت تھی، اور آپ کے اوضاع و اطوار کی اتباع کے لئے انہوں نے بڑی کوشش کی۔ اس کے لئے آپ، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

میر مبین خدا کے بڑے اولیاء میں سے ہیں اور جان جانان صغیر اولیاء میں سے۔ اس سے زیادہ ان کی تعریف نہیں لکھی جا سکتی۔

ان کے اصحاب میں سے، آپ کی عنایات سے پیر محمد، باطنی نسبت میں لطیفہ نفس کی فنا تک پہنچ گیا، انہیں صحیح کشف کونی حاصل ہوا، اور آنے والے دن کے حالات دعویٰ کے ساتھ بیان کرتے تھے، جو اسی طرح ہوتے تھے۔ وہ فرشتوں اور روحوں کو ظاہری طور پر دیکھتے تھے۔ کہتے ہیں ایک دن سردی کے موسم میں میں دریا میں غسل کر رہا تھا کہ اتنے میں بھیڑیے دریا کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ مجھے تیرنا نہیں آتا تھا، میں نے حضرت مبین خان کی طرف توجہ کی، تو کیا دیکھتا ہوں کہ میر صاحب ہاتھ میں عصا لئے ہوئے آئے اور بھیڑیوں کو وہاں سے مار بھگایا۔

Marfat.com

۲۳۔ میر محمد معین خانؒ

میر مبین خان کے بھائی ہیں اخلاص ومحبت میں آپ کے اصحاب میں سے اکثر پر سبقت لے گئے۔ تعلیم طریقہ آپ سے ہی لی۔ طریقہ کی اجازت کے مقام پر فائز ہوئے۔ اعلیٰ ادب میں مودب اور حسن اخلاق سے مہذب تھے۔ چنانچہ آپ نے جو خط ان کے نام لکھا ہے، اس میں لکھتے ہیں:

آدمیت کے وہ آداب جن کا ظہور تم سے ہوا، اس میں دوسروں کو شریک کرنا بڑا ظلم ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری وضع وقطع اس سے بھی بہتر بنائے۔

آج جب شوال کی دس تاریخ ہے، میں تمہارے والد، جو کہ ہزاروں خوبیوں کے مالک تھے، جو اپنی یاد کے داغ (دل پر) چھوڑ گئے، کی تعزیت کے لئے آنولہ (نزد سنبھل) آیا ہوں تعزیتی عبارت لکھنا تکلف سے خالی نہیں۔ کیوں کہ ہم اور وہ ہم عمری کی وجہ سے اس دنیا میں آنے کے وقت چند قدم ہی تقدیم اور تاخیر سے ہم سفر تھے، اب جب کہ اصلی وطن کو واپس جانے کا وقت آیا ہے۔ اب بھی چند ہی نفس کے فاصلے سے ہم قافلہ ہوں گے:

امروز گر از رفتہ حریفان خبری نیست
فرداست درین بزم کہ از ما اثری نیست

ترجمہ:۔ آج گزشتہ حریفوں کی کوئی خبر نہیں ہے، اور کل اس بزم میں ہمارا بھی نشان نہیں ہوگا۔

کمزوری اس قدر ہے کہ پہلو کے بل لیٹ کر حلقہ کرواتا ہوں۔ اگرچہ زندگی کا اب کوئی لطف نہیں رہا۔ لیکن پھر بھی صوفی کی زندگی غنیمت ہے۔ ایک تو خود اس کے لئے، دوسرے دیگر لوگوں کے لئے بھی۔ تمہاری بیوی کو حق تعالیٰ نے قاعدہ طفرہ سے ولایت کبریٰ تک پہنچا دیا ہے۔ وہ انوکھی عفیفہ (بیوی) اچھی استعداد رکھتی ہے۔ عقیدت اور اخلاص کے معاملے میں وہ مردوں کی پیش رو ہے۔ میر مکھو کمالات نبوت کے ابتدائی مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ میر مبین خان کو شیخ مقرر کر دیا ہے۔ آج کل صبح وشام خوب حلقہ ہو رہا ہے، اچھی استعداد والے لوگ آ گئے ہیں۔ حق تعالیٰ فرصت دے کہ اصطلاحی سلوک کی سیر مکمل کریں۔ تمہاری جگہ خالی ہے۔ اس آخری عمر کے فیوض وبرکات اس قدر

Marfat.com

ہیں، کہ تحریر میں نہیں آسکتے۔

الحمد اللہ علی نوالہ و الصلوۃ والسلام علی رسولہ وآلہ.

۲۴۔ میر علی اصغر عرف میر مکھوؒ

میر محمد مبین خاں کے اقربا اور آپ کے برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری وجاہت اور باطنی حلاوت اور آداب کاملہ سے متصف ہیں۔ تعلیم طریقہ آپ سے لی۔ ان کے سلوک باطن کا کام انتہا کو پہنچ گیا ہے اور احوال مقامات طریقہ پر فائز ہیں۔ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر رابطہ دوام کو پہنچایا، نیز حضرت مظہر کی عالی واردات کے انعکاس سے مستفید و منور تھے۔

بزرگوں نے کہا ہے، حالات و کیفیات الٰہیہ کے حصول کے لئے محبت شیخ اور ذکر رابطہ ہی مضبوط جڑ ہے، اور یہ طریقہ ذکر اور مراقبہ کے دونوں طریقوں سے بہتر موصل ہے۔ میر صاحب مجمع فیوض الٰہی اور انوار آگاہی کا مظہر تھے۔ طریق باطن کی اجازت انہیں حاصل تھی۔ طالبوں کو ذکر اور مراقبہ کی تعلیم دی۔ مرشد آباد میں بہت سے (لوگ) ان کے مرید ہوئے کہ صاحب دل حضرات کے ایک مجمع کا انعقاد ہوگیا، رزق حلال کے حصول کے لئے تجارت کا پیشہ اپنایا، لیکن یہ تجارت ان کے وظائف وعبادات سے تعبیر شدہ اوقات میں حائل نہیں تھی۔ اور یہ آیۃ شریفہ:

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله (۴۱)

(وہ مرد جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی)

ان کے حال کے مطابق ہے۔ عرصہ ہوا ان کا انتقال ہو چکا ہے (۴۲)۔

۲۵۔ محمد حسن عربؒ

آپ کے قدیمی اصحاب میں تھے، ان کا مجاہدہ قوی تھا، اور ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ تائید الٰہی سے چالیس ہزار مرتبہ لسانی طور پر کلمہ طیبہ اور دس ہزار مرتبہ حبس نفس سے قلبی طور پر نفی و اثبات کرتے۔ ہزار بار سورہ اخلاص، درود اور استغفار ان کا ہر روز کا وظیفہ تھا۔ یہ آیۃ شریفہ:

Marfat.com

واذکروا اللّٰہ کثیراً لعلکم تفلحون (۴۳)

(اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم مراد کو پہنچو)

ان کے حال کے مطابق ہے۔ شب بیداری اور دن کو آپ کی ''خدمت گاری'' کرتے تھے۔ روزہ، شب بیداری (قیام) اور کثرت ذکر سے صحیح کشف اور وجدان سلیم حاصل ہو گیا۔ تین سال میں ہی طریقہ احمدیہ کا سلوک مکمل کر کے ''خلافت یاب'' ہوئے، اور اپنے وطن جا کر طلبہ کا مرجع بنے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ساری زندگی میں صرف ایک ہی طالب خدا اور راہ مولیٰ کا مجاہد میرے پاس آیا ہے۔، اور وہ محمد حسن عرب تھا، اور یہ الفاظ ان کے وصف کے لئے کافی ہیں۔

۲۶۔ محمد قائم کشمیریؒ

خواجہ موسیٰ خان کے اصحاب میں سے تھے، مقصود حاصل کرنے لئے سفر کی بہت تکلیفیں اٹھائیں اور بہت سے درویشوں کے پاس گئے۔ روزہ اور شب بیداری ان کا دائمی عمل تھا۔ حضرت خواجہ موسیٰ کے حکم سے آپ کی خدمت میں آئے، اور آپ کے حسن تربیت کی بدولت تین سال میں ہی طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی۔

حضرت خواجہ موسیٰ خان کی زیارت کے لئے بخارا گئے، تو انہیں مرض موت میں مبتلا پایا۔ ان کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ ہمارے حضرت (مظہر) ان (خواجہ محمد قائم) کے حال پر توجہ فرما رہے ہیں۔ پس ان کی توجہ کی برکت سے ان کو وہاں (بخارا) میں مقبولیت ہوئی، اور بہت سے طالبوں نے حصول طریقہ کے لئے ان کی طرف رجوع کیا۔ لیکن ان کے دل کو وہاں قرار نہ آیا۔ ایک مرتبہ انہوں نے خواب دیکھا کہ مدینہ منورہ میں ان کا ایک باغ ہے، اور ہمارے حضرت کی ایک نہر جاری ہے، اور اس نہر کا پانی اس باغ میں آتا ہے اور درخت و پھول نشو و نما پاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کا اشتیاق ان پر غالب آیا اور حج کا عزم کیا۔

کہتے تھے کہ میرے دو لڑکے ہیں، میں نے منت مانی ہے کہ ان میں ایک کو خانہ خدا کا مجاور اور دوسرے کو مسجد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بناؤں گا۔

Marfat.com

۲۷۔ حافظ محمدؒ

حضرت خواجہ موسیٰ خان کے یاروں میں سے تھے۔ انہی کے حکم سے آپ سے استفادہ کیا۔ ایک مرتبہ انہیں زبردست قبض کا سامنا کرنا پڑا اور کسی طرح بسط نہیں ہوتا تھا۔ وہ فنائے نفس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں، اے میرے بیٹے! تمہارا اصلی کام تو خطرات سے دل کو پاک اور رذائل سے تزکیہ نفس کرنا ہے اور یہ دولت تو تمہیں حاصل ہے۔

مدت دراز کے بعد ان سے ایک نمایاں خدمت کا ظہور ہوا، جس سے آپ ان کے حال پر مہربان ہوئے، فرمانے لگے، اب تمہاری رفع قبض کا وقت آ گیا ہے اور کمال عنایت سے ان کے باطن پر توجہات فرمائیں اور وہ عقدہ جو سال ہا سال سے لاینحل تھا، آپ کے ایک ہی معرفت افزا اور دل کشا التفات سے حل ہو گیا اور ان کے تنگ دل میں فیض جاری ہو گیا کیوں کہ ان تنگیوں کا تدراک تو (اس میں مضمر ہے):

خدمت ترا بہ کنگرہ کبریا کشد

[تجھ کو خدمت بلندی کے انتہائی مقام پر پہنچائے گی]

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں مجھے جو کچھ حاصل ہوا (مشائخ کی خدمت سے ہی حاصل ہوا۔ وقف حماموں میں میں نے بیس سے زیادہ درویشوں کی خدمت اور بدن کی مالش کی۔ یہاں تک کہ درویشوں کی رضا کی برکت سے میرا دل آب معرفت سے دھل گیا، اور ماسوا کی طرف توجہ کرنے کی ناپاکی سے میرا دل صاف کر دیا گیا۔

حافظ محمد نے وقت کے ایک ایسے شیخ سے علم حدیث کی سند لی جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر تھا، حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک نے آپ کو ان کے حال پر توجہ کرنے سے منع فرما دیا۔ وہ آپ کے حلقہ شریفہ میں آئے، لیکن آپ نے توجہ نہ کی بلکہ فرمانے لگے تم سے میری قدیم صحبت اور خدمت کا حق تو بے شک ثابت ہے لیکن پیران کبار کی مرضی نہیں ہے کہ میں

Marfat.com

تمہیں توجہ دوں۔ انہی دنوں انہیں جنون لاحق ہوگیا اور نوبت زنجیروں میں جکڑنے تک پہنچی۔ وہ جوش جنون میں یہ شعر پڑھتے تھے:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ: نقشبندی مشائخ ایسے قافلہ سالار ہیں کہ قافلہ کو پوشیدہ راہ سے حرم میں پہنچا دیتے ہیں۔

اور اسی عارضہ سودا میں انتقال کیا۔ غفراللہ۔

۲۸۔ مولوی قطب الدینؒ

ظاہری علم سے بہرہ ور تھے۔ اس طریقہ کے مشائخ کی صحبت اختیار کی تھی۔ ذکر کا سبق اس خاندان کے ایک بزرگ سے لیا۔ حضرت خواجہ موسیٰ خان کی صحبت کا شرف بھی حاصل تھا، اور سات سال تک ان کی خدمت کا التزام کیا۔ ان کے باطنی سلوک کا کام ان دو مقامات یعنی "فنائے قلب و فنائے نفس" کے حالات وواردات تک پہنچا اور حضرت محمد زبیر کے خلفاء میں سے خواجہ ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعدل اور حضرت شیخ محمد عابد کے خلیفہ شاہ عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میسر آئی تھی، اور اپنی نسبت میں قوت حاصل کی۔ ہمارے حضرت کی صحبت بھی اختیار کی اور کئی سال استفاضہ کیا اور مقامات عالیہ پر فائز ہوئے۔ طریقہ مجددیہ کے سلوک کے انتہائی مقامات حاصل کئے۔

فنا اور نیستی کا ان پر غلبہ ہوگیا۔ مہذب اور نرم دل تھے۔ آخر عمر میں نسبت باطنی کا "استہلاک واضمحلال" ان پر غالب آگیا جس نے انہیں بے خود بنا دیا اور (اسی حالت میں) ان کا انتقال ہوا (۴۴)۔

۲۹۔ مولوی غلام یحییٰؒ

اجل اور زیرک عالم اور خوش تقریر فاضل تھے، اعلیٰ صفات سے متصف تھے۔ قرآن مجید

Marfat.com

حفظ تھا۔ظاہری علم کے درس میں مصروف رہے۔علم معقول کی کتب پر مفید حواشی لکھے ہیں (۴۵)۔ طبیعت رسا اور ذہن انتہائی ذکی تھا۔طریقہ قادریہ اس عالی خاندان کے ایک شیخ (۴۶) سے حاصل کیا۔کئی سال تک باطنی ذکر وشغل میں مصروف رہے اور (اپنی زندگی) صبر وقناعت اور امراء سے استغناء میں بسر کی، جس سے انہوں نے اعلیٰ شان اور وجاہت پیدا کی۔

آپ کے کمالات کے شہرہ نے ان کے دل میں جذبہ پیدا کر دیا اور ملک پورب (۴۷) سے آپ کے آستانہ ولایت نشان پر حاضری کے لئے کمربستہ ہوئے اور اس قبلہ خدا پرستان کی زیارت کا شرف حاصل کر کے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔طریقہ کے مقامات سلوک کی تحصیل پر ہمت صرف کی۔ چھ ماہ تک انہیں کوئی کیفیت محسوس نہ ہوئی۔لیکن باطنی اشغال میں پیش قدم تھے، کیوں کہ اولین توفیق الٰہی تو اس کی یاد ہے اور حالات وکیفیات کا ادراک تو اس دوام شغل باللہ کا ثمر ہے جو اپنے وقت پر حاصل ہوتا ہے۔اگر احوال صوفیہ میں سے کوئی چیز دنیا میں نہ مل سکے، تو آخرت جو کہ دار جزاء ہے، ان کیفیات عمل اور اخلاص کا ظہور ہوتا ہے:

تو بندگی چوں گدایاں بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

ترجمہ:۔تو منگتوں کی طرح امید صلہ پر بندگی نہ کر۔تیرا مالک بندہ پروری کے طریقے سے خوب واقف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

التلذذ بالبکا.ثمن البکا.

(رونے سے لطف اندوز ہونا ہی رونے کی قیمت ہے)

دوسرا قول ہے:

اللذت فی الصلوة شرک

(نماز میں لذت شرک (خفی) ہے)

Marfat.com

حکمت الٰہی کسی کو تو اذکار کی کیفیات سے محظوظ کرتی ہے تو کسی کو علم کے اسرار سے سرفراز، کسی کو محض اپنی یاد اور اطاعت کی توفیق سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ تینوں درگاہ خدا کے مقبولوں میں سے ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے:

منا من علم و منا من جهل

(ہم میں سے بعض نے جان لیا اور بعض نے نہ جانا)

جیسے علم اسرار و حقائق اور مشاہدہ تجلیات الٰہیہ کا تفصیلی مشاہدہ شاذ و نادر ہوتا ہے، اسی طرح باطنی حالات کی جہالت بھی بہت کم ہوتی ہے۔ اصل کام تو محبت اور رضائے الٰہی کی توفیق ہے:

اللهم وفقنا لما تحب وما ترضى

(اے اللہ! ہمیں اپنی پسند اور رضا کی توفیق عطا فرما)

عنایت الٰہی سے ان پر طریقہ کے حالات و کیفیات وارد ہونا شروع ہو گئے۔ نقشبندی نسبت کے جذبات سے فائز ہوئے، پانچ سال (۴۸) تک آپ کی صحبت شریفہ میں رہ کر کسب فیوض کیا۔ تجلی ذات تک سلوک کی دائمی سیر حاصل ہوئی۔ تعلیم طریقہ کی اجازت لے کر سالم اور بامراد اپنے وطن لوٹے۔ انہیں وہاں (۴۹) قبولیت حاصل ہو گئی۔ طالبوں کا ان کی طرف رجوع ہونے لگا۔ ظاہری علم کا درس موقوف کر کے باطنی احوال کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ تنہائی میں توجہ الی اللہ کا مراقبہ کرتے۔ فرماتے تھے، باطنی نسبت کے حالات و غلبات کے ورود کی وجہ سے انہیں فرصت نہیں ملتی تھی۔ لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔

ان کے قادری سلسلہ کے شیخ بیمار ہوئے۔ ان کے سلب مرض کے لئے توجہ کی تو شیخ کا مرض ان میں منتقل ہو گیا، اور اسی مرض میں انتقال کر گئے۔ اسی وجہ سے آپ (حضرت مظہر) کے دل میں اس کا دکھ اور غم بیٹھ گیا۔ چنانچہ آپ ایک عزیز کو لکھتے ہیں کہ:

مولوی غلام یحییٰ کی رحلت سے جو زخم لگا ہے اس کے لئے مرہم نہیں ہے، ان کی وفات کے جانکاہ

Marfat.com

واقعہ سے میرے سینے میں آگ سی لگ گئی ہے، اور
زہرہ آب ہوگیا ہے۔ انا للہ و انا الیہ
راجعون. صبر کے سوا چارہ ہی کیا ہے، کیوں کہ کل
ہمیں بھی یہاں سے جانا ہے۔

مولوی غلام یحیٰ نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر ایک رسالہ لکھا تھا (۵۰)۔ وہ آپ کی نظر سے بھی گزرا، آپ نے اس کی بڑی تعریف کی۔ آپ (حضرت مظہر) نے اس رسالہ کے ایک ورق پر یہ عبارت لکھی:

نحمد اللہ و نصلی علی رسولہ، سرگروہ علمائ فحول اور جامع معقول ومنقول سید غلام یحیٰ او صلہ اللہ الی مایتمنّی، جو نسبت اخوت طریقت اس ہیچ مداں یعنی جان جانان سے رکھتے ہیں۔ (انہوں نے) میرے ایما پر مسئلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود کے بیان میں ایک مختصر رسالہ لکھ کر مجھے دکھایا۔ حق بات یہ ہے کہ اختصار کے باوجود انہوں نے پورے موضوع کا احاطہ کرلیا ہے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء (خدا انہیں جزائے خیر دے)۔ لیکن مسئلہ تطبیق سے الجھنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مکشوفین کے درمیان تطبیق کا مسئلہ تکلف سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس سے ایک اچھی مصلحت وابستہ ہے۔ ھی الا صلاح بین الفیئتین العظیمتین رحم اللہ عبداً انصف ولم یتعسّف (اس سے دونوں فرقوں کے درمیان مصلحت ہو جائے گی، خدا رحم کرے اس بندے پر جس نے انصاف کیا اور بے انصافی کو روکا) والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ.

راقم فقیر (مصنف کتاب ہذا) کہتا ہے کہ ان دونوں مسئلوں پر تطبیق کرنا محال ہے۔ کیوں کہ

Marfat.com

دونوں مسئلے الگ الگ مقام کے مقتضی ہیں۔ لیکن درحقیقت ان دونوں مشارب میں نزاع نہیں ہے، اگر کسی نے طریقہ مجددیہ کی علم ووجدان کے ساتھ سیر کی ہوتو اس پر اس کا مفہوم واضح ہے۔ (۵۱)

۳۰۔ مولوی غلام محی الدینؒ

صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ ان کا نسب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ علوم معقول ومنقول کے عالم تھے۔ قرآن مجید کے حافظ، حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر، زاہد وعابد، ماسوا اللہ سے متنفر اور مقام توکل پر پہنچے ہوئے تھے۔ طلب خدا کے غلبہ سے واقف وناواقف کا فرق جاتا رہا تھا۔ اپنے وقت کے مشائخ کی صحبت میسر آئی تھی۔ بزرگوں کی عنایت سے بہرہ ور ہوئے۔ اہل اللہ کے طریقوں کا ذکر وشغل کرتے۔ اذواق قلب کی کیفیت حاصل ہوئی۔ لیکن اس راہ کی انہیں کمال خواہش تھی اس لئے تسلی نہ ہوئی۔

وہ اور مولوی غلام یحییٰ اور مولوی عبدالحق ایک ہی روز آپ کی خدمت میں پہنچے (۵۲) اور طریقہ کی طلب کا اظہار کیا۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں کو تو قبول کرلیا، لیکن ان سے فرمایا کہ تم میں وحشت معلوم ہورہی ہے۔ تھوڑا عرصہ طلب فقراء کی کوشش کرو اس لئے وہ دو سال تک دہلی کے مشائخ، اور جہاں کہیں کسی درویش کا سنتے، پہنچ جاتے۔ لیکن کسی جگہ انہیں تسلی نہ ہوئی۔ آخر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چھ سال آپ کی صحبت شریفہ کا التزام کیا۔ تجلیات صفات وشیونات سے گزر کر دائمی تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے، اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل ہوئی۔

آپ نے جس روز انہیں خرقہ اجازت عطا فرمایا، ان سے فرمانے لگے کہ تمہیں غیب سے کوئی بشارت ملے گی۔ انہوں نے مجھ (مصنف) سے کہا کہ میں نے خواب میں ایک اجل بزرگ کو دیکھا کہ انہوں نے سورہ والضحیٰ آخر تک مجھ پر پڑھی (میں نے تعبیر یہ کی) کہ ہدایت، ترقیات اور مقام رضا کے حصول کی بشارت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ان ایام میں جب کہ میں آپ کی خدمت میں آیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے حلقہ ذکر میں حضرت غوث الاعظم آپ کی جگہ بیٹھے ہیں۔ نیز ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت

Marfat.com

غوث الثقلین تشریف لائے ہیں، اور آپ نے اپنے حجرہ سے نیاز لا کر حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ اس خاندان میں سلسلہ قادریہ کا فیض بھی شامل ہے، کیوں کہ حضرت غوث الثقلین کا فیض التفات آپ (حضرت مظہر) کی صورت میں متمثل ہو کر دوبار نظر آیا۔

میں نے ایک ثقہ شخص کی زبانی سنا ہے کہ ان (مولوی غلام محی الدین) کے استاد مولوی باب اللہ (۵۳) نے حضرت غوث الثقلین کے مزار فائض الانوار کی زیارت کا ارادہ کیا۔ حضرت ان کے خواب میں آئے اور فرمایا میرا فرزند غلام محی الدین تمہارے پاس پڑھتا ہے، اس کی زیارت میری ہی زیارت ہے۔ اس لئے سفر اختیار کر۔ کی صعوبت نہ اٹھاؤ۔

مولوی نعیم اللہ (بہرائچی) نے لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے ان کا پیراہن تبرکاً پہنا تو مجھے اتنے فیوض و برکات حاصل ہوئے کہ میں کبھی ان حالات پر نہیں پہنچا تھا (۵۴)

مولوی غلام محی الدین اورنگ آباد میں تھے کہ فیض کے طالب بہت سے اصحاب ان کے گرد جمع ہو گئے، اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ وہ وہاں عرصہ دراز تک رہے پھر حج کے لئے چلے گئے انہیں حرمین الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جوار خانہ خدا یا مدینہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آسودہ ہیں۔

۳۱۔ مولوی نعیم اللہ بہرائچی

آپ کے قابل اعتماد خلفاء میں ہیں، علم معقول و منقول کے جامع ہیں، تحصیل علم کے دوران چاہا کہ باطنی شغل اختیار کریں تو انہیں خواب میں یہ بشارت ملی کہ اس دولت کے حصول کے لئے شیخ کامل کی ضرورت ہے، اور اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ اس لئے تحصیل علم کے بعد خلیفہ محمد جمیل سے ، جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کی چار سال صحبت کا التزام کرنے سے اس طریقہ کے مقامات علیہ یعنی دائمی تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے، اور خرقہ اجازت و خلافت حاصل کیا اور اپنے وطن (جاکر) طالبوں کا مرجع بنے۔

Marfat.com

ان کی صحبت میں دلوں کو جمعیت اور حضور حاصل ہوتا ہے۔ طریقہ شریفہ پر کمال استقامت، سنن نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہیں۔ صبر وقناعت کے گوشہ میں اپنے اوقات یاد خدا سے معمور کر لیے ہیں۔ آپ ان کے حال پر بہت عنایت کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنا حال اس طرح لکھا ہے کہ:

آپ میرے بارے میں فرماتے ہیں، تمہاری چار سالہ صحبت سے ایک دنیا منور ہوگی، اور دونوں جہانوں کی فتوحات اللہ تعالیٰ عنایت کرے گا۔(۵۵) انتہا۔

اللہ تعالیٰ انہیں ان کمالات کے ساتھ سلامت رکھے۔

میں (مصنف کتاب) نے سنا ہے کہ ان کے اصحاب میں سے کرامت اللہ (۵۶) اور اسد علی بیگ اچھے احوال سے ممتاز ہیں (۵۷)۔

۳۲۔ مولوی کلیم اللہ بنگالیؒ

آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ طریقہ آپ سے ہی حاصل کیا۔ کئی سال تک آپ سے باطنی فیض پایا۔ کمالات کی نسبت حاصل کر چکے تو اجازت ملی، اور اپنے وطن (۵۸) روانہ ہوگئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کی صحبت سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات کے مطالعہ سے محبت اور عقیدہ قوی پیدا ہوگیا۔ حضرت کے کلام شریف (مکتوبات) اور تحقیقات کے انوار سے دل کو دائمی حضوری اور آگاہی ملی۔

ایک مرتبہ مرشد آباد کے قاضی کے ہاں دعوت طعام تھی، قاضی کا کھانا کھاتے ہی میرے باطن سے حضور اور صفا زائل ہوگئے۔ اور دل پر کدورت چھا گئی۔ جو کسی عمل سے بھی دور نہیں ہوتی تھی۔ درویشوں کی صحبت کا اشتیاق غالب آیا، کہ شاید کسی بزرگ کے التفات کی وجہ سے وہ صفا اور حضور دوبارہ مل جائے۔ چنانچہ میں نے بزرگوں سے رجوع کیا۔ لیکن مجھے کسی جگہ بھی جمعیت اور آگاہی نہ مل سکی۔ (آخر) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صرف آپ کے دیدار فائز الانوار سے ہی

Marfat.com

میرے دل کو اطمینان حاصل ہوگیا۔ میں نے (پھر سے) طریقہ نقشبندیہ کی آپ سے تعلیم لی۔ اور آپ نے میرے دل پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہ کا اثر باطن پر نہیں ہوتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں لیکن میں ساکن تھا۔ ایک روز میں راستے میں جا رہا تھا کہ اچانک میرا دل حرکت میں آیا۔ اور اسم ذات کی آواز میرے کان میں آئی۔ جس نے مجھے مضطرب کر دیا۔ راقم فقیر (مصنف شاہ غلام علی) نے ان کی حرکت ذکر بہ چشم خود دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے۔ لیکن (اصل) کام تو دوام توجہ بخدا اور ادراک کو ماسواء اللہ سے خالی کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ مجھ پر ایک ایسی مشکل پڑی جس کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے حاجت روائی کے لئے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ختم شروع کیا میں نے خواب میں دکھا کہ ایک دریائے زخار ہے، جس میں سخت طوفان ہے، آندھی نے طوفان کی شکل اختیار کر لی ہے۔ میں ایک کاغذی کشتی پانی کے الٹے رخ بہا کر باہر آنا چاہتا ہوں۔ جس سے مجھے بہت تشویش ہو رہی تھی کہ اس حال میں ساحل تک پہنچنا ممکن نہیں۔

ایک شخص غیب سے آیا اور مجھ سے کہا۔ ڈر مت! حضرت مجدد کی مدد سے تمہاری کشتی منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔ اسی وقت ہوا تھم گئی اور کشتی بحفاظت تمام ساحل تک پہنچ گئی۔ دو تین روز کے بعد وہ مشکل حل ہوگئی۔ حاجات بر آری کے لئے میں حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے جناب میں التجا کرتا ہوں، تو غیب سے خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ رحمتہ اللہ علیہ (۵۹)۔

۳۳۔ میر روح الامینؒ

سونی پت کے سادات کبار میں سے تھے۔ ایک بزرگ سے طریقہ قادریہ حاصل کیا اور باطنی شغل میں مصروف ہوگئے۔ اور سلسلہ شطاریہ کے بعض اذکار بھی ایک بزرگ سے سیکھے، جس سے عجیب واردات حاصل ہوئیں۔

وہ کہتے ہیں اسم ذات کے ذکر کا مجھ پر ایسا غلبہ ہوا کہ میں ہر جگہ اسم مبارک اللہ کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ قبلہ کی طرف دیوار میں شگاف پڑ گیا ہے اور قبلہ شریف کا جمال بے حجاب نظر

Marfat.com

آنے لگا۔ (متقدمین) اولیاء کرام کی میں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے زیارت کی جس سے حرارت و شوق قلب حاصل ہوا۔ لیکن میرے دل کو اطمینان نہ آسکا۔ یہاں تک کہ میں آپ سے وابستہ ہوا، تو مجھے جمعیت وطمانیت حاصل ہوئی۔ اور جو میری آرزو تھی پوری ہوئی۔ انہوں نے کئی سال آپ سے استفادہ کیا۔ طریقہ کی اجازت کا مقام حاصل ہوا۔ یہاں سے انہوں نے مزید ترقی کی۔ ان کی نسبت کمالات تک پہنچتی تھی۔ قوی استقامت رکھتے تھے، آپ فرماتے ہیں:

وہ محمدی المشرب ہیں، ان کی نسبت بھی قوی ہے، عمر کے آخری حصہ میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا، سارا قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا کہ انتقال ہو گیا۔ شرح الصدور (۶۰) میں سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے:

کہ جس کسی نے قرآن مکمل حفظ نہ کیا (اور مر گیا) تو فرشتے اسے ایک سیب دیتے ہیں، اس کی خوش بو سونگھتے ہی اسے سارا قرآن یاد ہو جاتا ہے۔

ان کے فرزند میر غلام حسین، جنہوں نے تعلیم طریقہ آپ (حضرت مظہر) سے حاصل کی تھی، انہوں نے خواب میں ایک عزیز کی روح سے پوچھا کہ میرے والد کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ وہ میری ہمسائیگی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ سیوطی نے اسی کتاب میں مردوں کے قبور میں تلاوت کرنے کے بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: **کما تعیشون تموتون و کماتموتون تبعثون** (جس حال میں تم زندہ رہو گے اسی طرح مرو گے، اور جس حال میں مرو گے اسی طرح اٹھائے جاؤ گے) اس بیان کے مطابق احتمال ہے کہ وہ بھی قرآن کی تلاوت کرتے ہوں گے۔ مردوں کی یہ تلاوت ان کی (زندگی کی) عادت اور حظ نفس کے مطابق ہے۔ اس میں کوئی تکلیف نہیں ہے، کیوں کہ تکلیف کا مدار تو دنیا ہے۔ ایک ولی نے کہا ہے، اگر جنت میں نماز نہیں تو اس کی احتیاج نہیں۔ نماز اور مناجات کی لذت کو اخروی لذت سے زیادہ سمجھ کر عبادت کی

Marfat.com

آرزو کی گئی ہے۔بہشت میں جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا، اللہ کی رضامندی کی دولت میسر آئے گی۔

۳۴۔شاہ محمد شفیعؒ

کسی بزرگ (۶۱) سے طریقہ حاصل کیا۔پھر آپ کی صحبت مبارک کے التزام سے اپنے باطن کا کام بلند مقامات پر پہنچایا۔اور تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے،اور اپنا وقت یاد الٰہی میں بسر کرتے تھے (۶۲)۔

۳۵-۳۶۔ محمد واصل و محمد حسین

اس طریقہ (نقشبندیہ) کے ایک بزرگ (۶۳) سے ذکر اور مراقبہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کی خدمت میں اٹھارہ سال رہ کر انوار جمعیت کا کسب کیا۔انہیں سکر احوال حاصل ہوا۔ساری رات بے خودی اور مراقبہ میں گزار دیتے،اپنے پیر کے انتقال کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچے۔اور اس طریقہ کے فیوض حاصل کئے۔

اسی اثنا میں محمد واصل انتقال کر گئے،اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ کے جوار میں دفن ہوئے۔محمد حسین نے کئی سال آپ کی صحبت کا التزام کیا اور خوب ترقی کی۔اور اچھی کیفیتیں پیدا کرلیں۔ولایت قلبی کی سیر کے دوران عاشقانہ اشعار پڑھتے تھے:

خنجر ناز تو تنہا نہ مرا کشتہ و بس
یعلم اللہ کہ جہاں جملہ قتیل است و قتیل

ترجمہ:۔تیرے خنجر ناز نے تنہا مجھے ہی قتل نہیں کیا۔اللہ جانتا ہے کہ سارا جہاں قتیل ہے۔

کہ دل خوشی سے جھوم اٹھتے،اور ذوق حاصل کرتے۔سلوک کی سیر نسبت کمالات تک کی تھی۔چونکہ نسبت قلبی کے استغراق سے خوگر ہو گئے تھے۔اس لئے مجددی نسبت کی بیرنگی ولطافت سے چنداں محظوظ نہیں ہوتے تھے۔

ایک روز میں (مصنف کتاب ہذا) نے ان کے حال پر توجہ کی اور انہیں ہر مقام کی کیفیت

Marfat.com

سے آگاہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہر مقام کی کیفیات و حالات مجھے جدا جدا معلوم ہیں۔ لیکن نسبت کمالات میرے ادراک سے باہر ہے۔ میں نے جواب دیا، امام طریقہ حضرت مجدد (الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس نسبت کے حصول کے لئے جہل اور نکارت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے جس کا ادراک وجدان وتجلیات ذاتیہ کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ تھوڑا عرصہ مزید صبر و جبر سے آپ کی صحبت میں رہے تب ان کی اس لطافت و بے رنگی میں قوت پیدا ہوئی، اور اس مقام میں ان کا قدم راسخ ہوا۔ ان کی شکایت تشکر میں تبدیل ہوگئی۔ اور انہیں تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل ہوئی۔ اور اپنے وطن چلے گئے۔

۳۷۔ شیخ غلام حسین تھانیسری

آپ کے پسندیدہ اور ریاضت کرنے والے اصحاب میں سے تھے۔ پنجاب کے شہر بٹالہ میں علم فقہ پڑھا۔ طریقہ قادریہ شیخ غلام قادر شاہ قادری (۶۴) سے حاصل کیا۔ پھر حضرت محمد میر (۶۵) سے سات سال صحبت رہی۔ حضرت شیخ الشیوخ محمد عابد رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ صوفی عبدالرحمان کی زیارت کی، اور ان سے توجہات لیں، سات سال تک حبس نفس سے ہر روز پانچ ہزار مرتبہ نفی واثبات کرتے۔ اس کثرت ذکر سے جمعیت حاصل کر کے آپ (حضرت مظہر) کی خدمت میں پہنچے۔ کئی سال تک صحبت مبارک کا التزام کیا اور، طریقہ کے مراتب سلوک میں آپ کی توجہات علیہ سے ترقی کی۔ سیر وسلوک باطنی نے تجلیات ''اسم الظاہر'' سے گزار کر اپنے باطن کے معاملہ کو تجلیات اسم الباطن تک پہنچایا۔ لہذا حبس نفس اور کیفیات ولایت کی گرمی سے ان کے نفس کی تاثیر بہت گرم، شوق افزا، آزاد اور بے تکلف ہوگئی۔ باطنی حالات کے ادراک کے لئے ان کی وجدانیات صحیح ہیں۔ رام پور میں افغانوں نے ان سے طریقہ حاصل کیا، اور ان کی توجہات سے گرمی اور حرارت قلبی کا کسب کیا۔

میں (مصنف کتاب ہذا) نے ان کے اصحاب کو ان کی صحبت کی کیفیات و برکات سے بہرہ ور پایا اور اس جماعت میں سے دو کو میں نے ممتاز دیکھا۔

Marfat.com

درویشی خدا کا ہو جانے کا نام ہے، اور سعادت یہی ہے کہ اپنی عمر یادالٰہی اور اتباع رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کی جائے، اور اسی کو اپنا زندگی کا سرمایہ بنانا چاہیے، وہ حج کے لئے گئے، الحمد اللہ انہیں حرمین الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اور بعافیت واپس آئے (۶۶)۔

۳۸-۳۹۔ مولوی عبدالکریم اور مولوی عبدالحکیم

آپ کے کمالات کا شہرہ سن کر ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد ملک پورب (۶۷) سے آپ کے حضور پرنور میں پہنچے اور نقشبندی طریقہ حاصل کیا۔ چند سال تک آپ سے ''حضور و آگاہی:: کے انوار کا کسب کیا۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت کا مقام حاصل ہوا۔ اور طالبوں کی رشد وہدایت کے لئے مامور ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔ ان دنوں مولوی عبدالکریم کا انتقال ہو گیا ہے۔

مولوی عبدالحکیم نے گوشہ نشینی اور ترک ماسوا اللہ اختیار، اور یادالٰہی پر قناعت کر لی ہے۔ دو پہر کے وقت تھوڑا سا بے مزہ کھانا کھاتے اور پھر تنہائی میں مراقبہ اور ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ اس لئے ان کی نسبت میں بہت قوت پیدا ہو گئی اور ان سے بہت کرامات ظہور میں آئیں۔ ایک امیر ان کے پاس پندرہ ہزار روپیہ بطور ہدیہ لایا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنے زہد کی وجہ سے قبول نہ کیا۔

ایک مرتبہ ایک کوڑھی نے آپ کے وضو کی تر شدہ مٹی بدن پر ملی اور وضو کا غسالہ شفا جان کر پی لیا۔ اسے چند دن میں شفا ہو گئی۔ اس قسم کی کرامات کے ظہور سے انہیں قبولیت حاصل ہو گئی اور لوگ ان کے پاس آنے لگے۔ ان کے اوقات، اعمال اور احوال ہم پس ماندگان کے لئے فخر اور دلیری کا مقام ہے۔ ان کا دل ماسوا اللہ سے اچاٹ اور یاد مولیٰ میں مصروف ہو گیا، انہوں نے اپنا دروازہ لوگوں کے لئے بند کر لیا، یہی سعادت دوستان خدا کا مقصود ہوتی ہے۔

Marfat.com

۴۰۔نواب ارشاد خان

آپ کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں۔اعلیٰ اوصاف سے متصف اور آپ کی محبت واعتماد میں ان کی شان بلند تھی۔ جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی۔آپ کی محبت اور صحبت کی وجہ سے دنیاوی تعلقات کے باوجود اس خاندان کی نسبت کا کسب کیا،اور ارشاد طریقہ کی اجازت حاصل کی۔آپ کی خدمت لائقہ بجالائے۔جس سے انہیں خاص قرب اور معیت حاصل ہوئی (۶۸) ان کے فرزند ظفر علی خان (۶۹) نے بھی تعلیم طریقہ آپ ہی سے لی ہے۔

مدت ہوئی باپ بیٹا دونوں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر چکے ہیں (۷۰)۔

۴۱۔غلام مصطفیٰ خانؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے۔آپ کی اعلیٰ تربیت کی بدولت انہیں خاندان احمدی (مجددی) کی نسبت میں حظ وافر حاصل ہوا۔نسبت باطن کے سلوک میں تجلیات ذاتیہ دائمیہ تک پہنچے۔انہیں تعلیم طریقہ کی اجازت تھی۔ چند اشخاص کو یادالٰہی میں مصروف کیا۔

وہ پاکیزہ اخلاق سے آراستہ تھے۔خلق خدا کی تعظیم کا ان پر غلبہ تھا جو کہ کمالات الٰہی کا مظہر ہے۔اپنے متوسلیں میں سے کسی ادنیٰ کو بھی کبھی لفظ تو (صیغہ واحد حاضر) سے خطاب نہیں کیا۔وہ سب سے احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔اپنے نوکروں کو تنخواہ دیتے وقت مقررہ اجرت سے زیادہ دیتے تھے۔

وہ آپ سے بہت اخلاص رکھتے تھے۔آپ کی پسندیدہ خدمات بجالاتے تھے۔جناب الٰہی میں انہیں قبولیت حاصل ہوئی۔کیونکہ درویشوں کے خادم کو ہی فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں۔ نعم المال الصالح للرجال الصالح (۷۱) (نیک آدمی کے لئے مال حلال بہت اچھا ہے)

Marfat.com

انہی کا وصف تھا، آپ ان کی وفات کے بعد ان کے مزار پر تشریف لے گئے اور دیر تک مراقب بیٹھے رہے۔ سر اٹھا کر فرمایا سبحان اللہ اگر مجھے یقین سے یہ معلوم ہو جائے کہ میری قبر بھی اسی طرح کے انوار الٰہی سے معمور ہوگی تو میں (آج ہی) خوشی کا شادیانہ اپنے دروازے پر بجواؤں۔

اس تمام مغفرت اور رحمت کے ظہور کی وجہ ان کا حسن اخلاص ہے۔

۴۲۔ اخون نور محمد قندھاریؒ

علم دین سے بہرہ ور تھے۔ انہوں نے طریقہ اخون فقیر سے حال کیا۔ اور اسی خاندان کے اذکار کی مشق کرتے رہے، تعلیم طریقہ کی اجازت لی۔ اگر چہ ان کے سینہ میں سوز اور دل میں گداز موجود تھا۔ لیکن ان کے درد دل کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں آئے اور نقشبندی طریقہ میں داخل ہوئے۔ اور کئی سال آپ کی صحبت میں فیوض کا کسب کیا۔ طریقہ احمدیہ کے سلوک کا کام انتہا کے قریب پہنچ گیا تو نورانی نسبت حاصل ہوئی، خلوت گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ (حضرت مظہر رحمتہ اللہ علیہ) کی وفات کے بعد کہنے لگے کہ آپ کی نیابت (۷۲) کا منصب اور طریقہ کی ترویج (کا شرف) مجھے عطا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ اسرار ہما سے اویسی طریقے پر مجھے تازہ نسبت حاصل ہوئی ہے۔

باطنی افاضات کی دولت مغل گھرانہ (یعنی حضرت میرزا مظہر) سے منتقل ہو کر اب افغانوں (اخون نور محمد قندھاری) کے گھر آکر طالبوں کے احوال کو رونق بخشتی ہے۔ ایک شخص جسے حضرت محمد زبیر اور اس خاندان کے دیگر افراد کی صحبت حاصل تھی، کہتا ہے کہ ان کے انوار و برکات اتنے زیادہ تھے کہ گویا ایک خشک نہر ہے، جو نور کی شعاعوں سے بھر گئی ہے۔

چند اشخاص نے اخذ طریقہ کے لئے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کی صحبت میں بہت سے فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ بڑے بڑے دعوے کرتے تھے۔ کہ وہ فیض اور وہ مقامات جو آپ (حضرت مظہر) کی صحبت میں مدت دراز کے بعد جا کر بھی حاصل نہیں ہوتے

Marfat.com

تھے، میری فوری توجہ سے ہی طالبان خدا کو حاصل ہو جاتے ہیں۔

فی الحقیقت وہ طریقہ احمدیہ کے مطابق علم و عمل اور ضبط اوقات سے آراستہ تھے، لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ چند ہی دنوں میں انتقال کر گئے۔ غفر اللہ لہ۔

۴۳۔ ملا نسیم

آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں (۷۳)۔ طریقہ احمدیہ کا باطنی سلوک آپ کی توجہات علیہ سے انجام کے قریب پہنچایا۔ کسب مقامات میں خلافت کے کمالات تک تربیت کی۔ اور بطریق طفرہ (بلا توقف، پھلانگ کر) وہاں تک پہنچے جہاں تک خدا نے چاہا۔ صحیح حالات رکھتے ہیں۔ ہر سال اپنے وطن سے آپ کی خدمت میں آتے۔ طریقہ کے انوار حاصل کرتے (۷۴)۔ اخلاص و محبت اور آپ کی اتباع میں راسخ ہیں۔ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ قے کرنا چاہی اپنا گلا بند کر لیا اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا، اجازت ہو تو قے کر لوں۔ آپ کے کمال اتباع کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئے۔ طالبوں کا ان کی طرف رجوع ہونے لگا اور ان کی توجہ کی برکت سے انہیں جمعیت اور حضور حاصل ہوتا ہے۔

میں (مصنف کتاب ہذا) نے ایک ثقہ شخص کی زبانی سنا ہے کہ ایک بار انہوں نے ایک شخص پر پورے جذبے سے توجہ کی وہ تاب نہ لا سکا۔ اور دیر تک مظرب اور بے تاب رہا، آخر اسی حالت میں انتقال کر گیا۔

ان کی کثیر البرکت ذات بہت غنیمت ہے۔ اپنے اوقات علم کے درس اور طریقہ کی تعلیم میں صرف کرتے ہیں۔

۴۴۔ ملا عبد الرزاق

علم فقہ اور اصول میں پوری مہارت رکھتے ہیں (۷۵)۔ آپ کی صحبت مبارک کے التزام سے ان کو صحیح حالات حاصل ہیں۔ اور مدارج قرب الٰہی میں ترقی کر کے کمالات پر فائز ہوئے۔ تعلیم

Marfat.com

طریقہ کی اجازت حاصل کی۔

اپنے نیک اوقات ظاہری و باطنی علوم کے افاضہ میں صرف کرتے ہیں۔

۴۵۔ ملا جلیل

آپ سے وابستہ تھے، کئی سال تک باطنی انوار کا کسب کیا۔ باطنی نسبت کو کمالات تک پہنچایا، تعلیم طریقہ کی اجازت پائی۔ یادمولیٰ میں بخوشی وقت گزار رہے ہیں۔ خدا جسے چاہتا ہے اسے باطنی طریقہ میں مشغول کر دیتا ہے اور ذکر الٰہی سے اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے۔

۴۶۔ ملا عبداللہؒ

عالم، ادیب اور صالح مرد تھے۔ آپ کی صحبت کی برکت سے صاحب حضور و آگاہی بن گئے۔ ملا نور محمد (مذکور) سے چند روز صحبت بھی رہی۔ پھر اپنے وطن (۷۶) چلے گئے۔ ذکر اور مجاہدہ کی کثرت نے ان کے احوال قلبی میں رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ ان کے گرد طالبوں کا ہجوم رہنے لگا۔ وہ ان کی توجہات سے (مقام) جمعیت و حضور پر فائز ہونے لگے۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی نے جنہیں ان سے تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل تھی۔ ذکر کا حلقہ گرم رکھا۔ اب ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایک بزرگ کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۴۷۔ ملا تیمور

آپ سے طریقہ حاصل کر کے فنائے قلب کے مقام پر فائز ہوئے۔ احوال حضور و آگاہی بھی انہیں حاصل ہیں۔ ملا نور محمد کی صحبت میں رہے۔ اپنے وطن (۷۷) میں سخت ریاضتیں کیں۔ اور اپنے باطن کی نسبت کی حفاظت کے لئے بڑی کوشش کی اور ان کی نسبت میں ذوق و شوق اور استغراق پیدا ہو گیا۔ وہ طالبوں کے مرجع بنے۔ بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔ کفار نے ان کی

Marfat.com

باطنی تاثیرات کی گرمی پر شیفتہ ہو کر اسلام قبول کیا۔ اور ان کے التفات شریفہ سے انہیں طریقہ کا شغل حاصل ہوا۔ رافضی بھی ان کی صحبت کے جذبے سے متاثر ہو کر اہل سنت و جماعت میں شامل ہو کر یاد خدا میں مصروف ہوئے۔ طالبوں کو ملا نسیم (مذکور) کی صحبت میں جمعیت وطمانیت کا حظ نہیں ملتا تھا، اس لئے وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے مقصود کو پہنچتے (۷۸)۔ الحمد اللہ فالحمد اللہ.

حضرت مظہر کے اصحاب میں سے ملا اولیاء، ملا ابراہیم، شاہ لطف، ملا سیف الدین، محمد خان، خواجہ محمد عمر، خواجہ یونس، شیخ قطب الدین، شیخ محمد امین اور شیخ غلام حسین اور دوسرے عزیزوں کو مقامات قرب خدا کا امتیاز حاصل ہے۔ انہوں نے ماسوا سے اپنا تعلق منقطع کرلیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم جمیعاً .

حواشی

۱۔ القرآن (طہ) ۱۱۰/۲۰۔

۲۔ مولانا نعیم اللہ بہرا یچی نے لکھا ہے:

ایشان و جناب آں حضرت (میرزا مظہر) باہم آشنا و اُستاد زادہ ہا وہم پیر وہم عمر وہم سبق وسن بودند (بشارت مظہریہ، قلمی، ورق ۱۸۷ ب)

۳۔ روزی حضرت ایشان (میرزا مظہر) می فرمودند کہ مرتبہ اخلاص واتحاد و درجہ رسوخ و اعتقاد جناب حضرت میر صاحب بافقیر آن قدر بہ ظہور می رسید کہ در یاران مخلصان این زمانہ کم تریافتہ می شود۔ (ایضاً) ایک مرتبہ ان کی حضرت مظہر سے عرصہ دراز کے بعد ملاقات ہوئی تو انہوں نے بے اختیار اپنا سران کے پاؤں پر رکھ دیا اور اسے دیر تک

Marfat.com

سہلاتے رہے اور زار و قطار روتے رہے، یہ مصرعہ زبان پر تھا:

ع　　اے بہ قربان سراپائے تو سرتاپائے میں

[تیرے سراپا پر میں از سر تا پا قربان ہوں]

(ایضاً ورق ۱۸۷)

۴۔ (ترجمہ اشعار) اللہ تعالیٰ اس وقت کو شاداب رکھے، جب تم سے خلوت میں صحبتیں رہتی تھیں اور ہم محبت کے باغ میں نغمات محبت گایا کرتے تھے، اس زمانے میں آنکھیں ٹھنڈی تھیں اور اب یہ حال ہے کہ میرے پلکوں سے خون گر رہا ہے۔

۵۔ قاضی صاحب نے اپنے خود نوشت حالات مولوی نعیم اللہ بہڑائچی کو دیے تھے جو انہوں نے من وعن بشارات مظہریہ میں نقل کر لیے، یہ گیارہ واسطے اس طرح ہیں:
فقیر مولوی ثناء اللہ بن حبیب اللہ کہ درخدمت حضرت شیخ، نسبت مجددیہ اخذ نمودہ۔ فقیر کاتب گوید اول کسی را کہ حضرت شیخ (محمد عابد سنامی) بعد اجازت توجہ دادند ایشان بود۔ بن مولوی ہدایت اللہ کہ نسبت چشتیہ از خاندان شیخ عبدالقدوس گنگوہی درخواستہ و حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علوم ظاہر از ایشان استفادہ فرمودند بن عبدالہادی بن شیخ عبدالقدوس بن شیخ خلیل اللہ کہ نسبت چشتیہ از پدر خود شیخ عبدالسمیع یافتہ ومشار الیہ از خلفای شیخ عبدالقدوس بود بہ واسطہ یا بلا واسطہ بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ محفوظ بن خواجہ احمد بن ابراہیم بن مخدوم شیخ جلال الدین کبیر اولیاء چشتی قدس سرہ (بشارات مظہریہ، قلمی، برٹش میوزیم، ورق ۱۴۷ ا)۔

۶۔ رسالہ فقہ درز داہب اربعہ حضرت مظہر کے ارشاد کے مطابق لکھا گیا۔ اس کا خطی نسخہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی، دہلی کے کتب خانہ میں ہے (عبدالرزاق قریشی، مکاتیب میرزا مظہر، ص ۲۳۲)۔

۷۔ الماخذ الاقویٰ کا قلمی نسخہ بھی مولانا زید صاحب کے پاس ہے۔ ایضاً، ۲۳۳)۔

Marfat.com

۸۔ رسالہ پنج روزی در اصول فقہ (حضرت مظہر کے ارشاد کے مطابق لکھا گیا (ایضاً، ص ۲۳۳)۔

۹۔ اس کا نام تفسیر مظہری ہے۔ اس کی دس جلدیں ہیں۔ عربی متن اور اردو ترجمہ، ندوۃ المصنفین، دہلی سے طبع ہوا۔

۱۰۔ اس موضوع پر قاضی صاحب کے دو رسائل ہیں:

(ا) رسالہ احقاق (در رد اعتراضات شیخ عبدالحق محدث بر کلام حضرت مجدد)۔ اس کا ایک خود نوشت نسخہ مصنف، مولانا زید صاحب کے پاس ہے (تجلیات ربانی، ص ۱۹ حاشیہ)۔ دوسرا نسخہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ہے)۔

(۲) اس موضوع پر ان کا دوسرا رسالہ در جواب شبہات بر کلام امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی بصورت مخطوطہ مولانا زید کے کتب خانے میں ہے (قریشی، ص ۲۳۲)۔

۱۱۔ حضرت قاضی صاحب کو علوم ظاہری میں کمال حاصل تھا۔ انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پانی پت کے علماء تحصیل علم کے بعد دہلی آ کر حضرت شاہ ولی اللہ سے فقہ و حدیث میں درس لیا۔ (عبدالحی: نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۱۳)۔ قاضی صاحب کی وفات یکم رجب ۱۲۲۵ھ/ ۲ راگست ۱۸۱۰ء کو ہوئی۔ (دیباچہ مالا بدمنہ، ص ۴۔ بحوالہ قریشی: مکاتیب میرزا مظہر، ص ۲۲۸)۔ قاضی صاحب کثیر التصانیف بزرگ تھے، مولانا زید ابوالحسن فاروقی (دہلی) کو ان کے گھر واقع پانی پت سے ان کی ۳۲ تصانیف کے خطی نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ (ایضاً، ص ۲۳۱۔۲۳۳) جن میں تفسیر مظہری، رسالہ احقاق، ارشاد الطالبین، مالا بدمنہ، السیف المسلول بہت مشہور اور متداول ہیں۔

۱۲۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی. ترمذی (مناقب ۲۰)،

Marfat.com

مسند امام حنبل ۱/۱۷۷ وبعد، معجم المفہرس ۳۳۵/۶۔

۱۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے عہد میں، پانی پت میں مرہٹوں کا غلبہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے بحیثیت قاضی نہایت انصاف سے فرائض منصبی ادا کئے۔ ہم عصر تذکرہ نویس جیسے ان کی خدمت میں چالیس روز تک قیام کے دوران مشاہدہ کا موقع ملا رقم طراز ہے:

از برکت وجود شریف ایشان کہ در قصبہ پانی پت باوجود غلبہء کفار مرہٹہ وجوداست۔ در ممالک دیگر اسلام بالفعل یافتہ نمی شد، باین طور آداب خدمت قضاء راگذاردن کار ہر کس نیست بنابرین انگشت اعتراض برصفا مسند قضاء کہ منافی طریق صوفی گری می نماید نمی رسد وفقیر چہل روز در خدمت وصحبت شریف در پانی پت ماندم، انفاذ حکم اعلام ایشان بردلہائی خلائق موثر یافتم۔ (نعیم اللہ بشارات، ورق ۱۴۷ب، ۱۴۸ا)

حضرت قاضی منصب قضاء پر کب فائز ہوئے۔ اور کن کن مقامات پر انہوں نے یہ فرائض انجام دیئے؟ ان امور کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ حضرت مظہر کے بعض خطوط سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ پانی پت میں قاضی تھے۔ بعض خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نواب نجیب الدولہ اور ملا رحیم داد روہیلہ کے لشکر میں بھی کچھ عرصہ رہے۔
(عبدالرزاق قریشی: مکاتیب میرزا مظہر، ص ۲۲۵)

۱۴۔ القرآن (یونس) ۶۲/۱۰۔

۱۵۔ نعیم اللہ بہرائچی: بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۰

۱۶۔ قاضی صاحب کے اس فرزند مولوی دلیل اللہ کے ساتھ حضرت مظہر رحمتہ اللہ علیہ کو بڑی محبت تھی اور آپ ان پر بہت شفقت فرماتے تھے، وہ حضرت مظہر کے منہ بولے بیٹے اور کنار پروردہ تھے۔

مولوی نعیم اللہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

فرزند خوانده وکنار پرورده حضرت ایشانند ہر چند از کمالات باطنی کما حقہ بہره ندارند لیکن از مناسبت فی الجملہ واجازت مفیده از توجہ آنحضرت خالی (نیست) زیرا کہ نظر توجہ والتفات بحال ایشان بسیار مبذول بوده کہ زیاده از فرزندان شفقت و پرورش می فرمودند (بشارات، ورق ۱۷۳)۔ حضرت مظہر کا ایک مکتوب گرامی بھی ان کے نام ہے۔(مرزا مظہر کے خطوط ۸۴/۲۱۲)۔

۱۷۔ قاضی صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ عجیبہ خانم اور رابعہ خانم، عجیبہ خانم نے حضرت مظہر سے کسب فیض کیا تھا۔ ان بیویوں کے بطن سے چار لڑکے، احمد اللہ، صبغتہ اللہ، دلیل اللہ اور حجتہ اللہ تھے، اور چار لڑکیاں تھیں (تعلیقات عبد الرزاق قریشی بر مکاتیب میرزا مظہر، ص ۲۳۱)۔

۱۸۔ مکتوب حضرت مظہر بنام عجیبہ خانم مجموعہ قریشی ۱۳۲/۱۹۲۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت مظہر میں بڑے گہرے روابط تھے۔ حضرت مظہر کی سودائی بیوی مردم محل کی ناز برداری کا ذمہ انہوں نے لے رکھا تھا اور وہ اکثر پانی پت میں رہتی تھیں۔ حضرت مظہر کے بہت سے مکاتیب ان کے نام ہیں۔ قاضی صاحب ان مکاتیب کو نہایت احتیاط سے ایک خریطہ میں رکھتے تھے۔ مولوی نعیم اللہ کو اس خریطہ کی زیارت اور ان مکاتیب کے مطالعے کا موقع ملا تھا۔ انہوں نے اس خریطہ میں سے چند مکاتیب اپنی کتاب (بشارات) میں شامل کیے ہیں:

> حضرت ایشاں مکاتیب بسیار.... بنام حضرت مولانا (قاضی ثناء اللہ) نوشتہ بودند وحضرت مولانا آن مکاتیب را در خریط با حتیاط نگاه میداشتند وفقیر از مطالعہ تمام آن مکاتیب مشرف شده جزی چند انتخاب نموده میداشت　(بشارات، ورق ۱۵۰، ۱)

اس نادر خریطہ میں سے ۱۴۱ مکاتیب حضرت مولانا زید الحسن فاروقی (دہلی) کو قاضی

Marfat.com

صاحب کے مکان پانی پت سے دستیاب ہوئے۔ انہوں نے اپنے خط بنام عبدالرزاق قریشی میں ان مکاتیب کی جس تھیلے میں موجودگی کی اطلاع دی ہے، اس سے یہی خریطہ مراد ہے۔ یہ ۱۴۱ مکاتیب مجموعہ قریشی کی زینت ہیں، مجموعہ خلیق انجم میں سات اور مجموعہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان میں بھی ان کے مکاتیب شامل ہیں۔ ان کے اسی ارتباط کی وجہ سے بعد میں مجددی حضرات نے ان سے رشتے ناطے کیے۔ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی صاب زادی محترمہ فاروقی مرحومہ کا عقد نواب زادہ لئیق احمد خان انصاری نبیرہ قاضی ثناء اللہ سے ہوا۔ جن کی اولاد اب لاہور میں مقیم ہے۔ (زید ابوالحسن: مقامات خیر، ص ۱۷۴۔ ۱۷۷)

قاضی صاحب کے دونوں فرزند مولوی احمد اللہ اور مولوی دلیل اللہ قاضی صاحب کے مزار کی چار دیواری کے باہر مدفون ہیں۔ مولانا عبدالحی حسنی اپنے سفر پانی پت ۱۳۱۲ھ کے دوران زیارت کے لئے گئے تھے۔ (دہلی اور اس کے اطراف۔ دہلی ۱۹۵۸ء، ص ۸۴)

۱۹۔ میاں محمد مراد نے کفش فروشی کا پیشہ اختیار کیا تھا، مولوی نعیم اللہ لکھتے ہیں:

بہ سبب پیشہ کفش فروشی کسی از من این معنی را اصلاً باور نخواہد داشت (بشارات، ورق ۱۷۶ اب)۔

۲۰۔ میاں محمد مراد، حضرت مظہر کی خانقاہ کے خادم خاص تھے، انہوں نے خانقاہ کے صوفیہ کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی، جس کی وجہ سے حضرت مظہر نے انہیں ''امام الصوفیہ'' کا لقب دیا تھا۔ (ایضاً، ورق ۱۷۵ اب، ۱۷۶۔ ا)۔

مقامات مظہری کے مطبوعہ فارسی نسخوں کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شیخ محمد مراد سے استفادہ کیا تھا (حاشیہ، ص ۷۹)۔

۲۱۔ ابن ماجہ، ص ۳۰۳۔

Marfat.com

۲۲۔ ایک مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی، حضرت مظہر کے پاؤں دبا رہے تھے کہ میر علیم اللہ گنگوہ سے حاضر خدمت ہوئے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر صاحب کا مسکن گنگوہ تھا:

فقیر راقم روزی پای مبارک آنحضرت می مالید یک بار ایشان از گنگوہ تشریف آوردند آنحضرت معانقہ کردند۔ بافقیر معانقہ کنانیدند وفرمودند کہ ایشان یاران قدیم فقیر (حضرت مظہر) اند وطریقہ از فقیر درحین حیات حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسب نمودند...(بشارات، ورق ۱۹۰،۱)

مفتی غلام سرور لاہوری نے مولوی علیم اللہ گنگوہی کا سال وفات ۱۲۱۱ھ لکھا ہے (خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۸۹۔نزہتہ الخواطر ۷/۳۳۸)۔

۲۳۔ شیخ مراداللہ نے یہ تفسیر لکھی تھی جو صرف پارہ عم کی تفسیر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں انہوں نے حضرت مظہر سے اجازت لے لی تھی، یا قبل از اجازت مذکورہ حصہ لکھ چکے تھے، باقی تفسیر حکماً مکمل نہیں کی۔ اس کا نام ''خدا کی نعمت'' ہے، لیکن تفسیر مرادیہ کے نام سے طبع ہو کر مشہور ہوئی اور ۲۴ محرم ۱۱۸۵ھ میں مکمل ہوئی، خاتمہ میں خود وضاحت کرتے ہیں:

حمد اور شکر کا سجدہ لائق سزاوار ہے پاک پروردگار کے...عم سپارے کی تفسیر ہندی زبان میں تمام کروادی، اور اس عاصی گناہ گار مراداللہ انصاری سنبھلی قادری نقشبندی حنفی کو یہ خدمت فرما کر توفیق بخش کر اس کے دل میں اپنے کلام کا بیان بخشا...اس تفسیر کا نام ''خدا کی نعمت'' مقرر کروایا یہ تفسیر محرم کے مہینہ کی چوبیس تاریخ جمعے کے دن گیارہ سو چوراسی برس ہجری تمام ہو کر پچاسی شروع ہوا تھا جو تمام ہوئی۔

تفسیر مرادیہ بہت مقبول ہوئی اور متعدد مرتبہ پاک وہند کے مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے۔ اس وقت دو نسخے مطبع اسماعیلی بمبئی ۱۲۷۱ھ اور مطبع برکتی کلکتہ ۱۲۸۰ھ پیش نظر ہیں عمومی اشاعتوں کی ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے

Marfat.com

اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ''اردو نثر کے ارتقا میں علماء کا حصہ'' کراچی یونیورسٹی ۱۹۸۰ء، ص ۷۔۱۲، میں تفسیر مرادیہ کا لسانی تجزیہ کیا ہے۔

۲۴۔ شاہ مراد اللہ کا تعلق سنبھل سے تھا۔ ایک مرتبہ کسی تقریب سے بنگالہ گئے تو وہاں ہزارہا طالبان خدا نے ان سے طریقہ و تعلیم حاصل کی۔ اور وہاں ان سے بہت فیض جاری ہوا۔ سنبھل ہی میں مدفون ہیں۔ بقول مولوی نعیم اللہ:

یک بار بہ تقریبی بہ بنگالہ بودند در انجا ہزاراں ہزار عالم از ایشان طریقہ و نام خدا تعلیم گرفتہ ... چنانچہ در انجا سلسلہ فیض ایشان ہنوز جاری ست و ایشان نیز رحلت نمودہ در سنبھل آسودند۔ (بشارات، ورق ۱۹۹ اب، ۲۰۰۔ ا)۔

۲۵۔ حافظ محمد محسن، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نواسے تھے (معمولات، ص ۱۸)۔

۲۶۔ جدید شجروں کے مطابق شیخ محمد احسان، شیخ محدث کی نرینہ اولاد میں ظاہر کیے گئے ہیں، یعنی میاں محمد احسان بن خیر اللہ ابن ابوالحیات بن علیم اللہ بن شیخ نوراللہ بن شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق، ص ۲۵۵)۔ مفتی غلام سرور نے شیخ محمد احسان کو حافظ محمد محسن کا فرزند لکھا ہے۔ (خزینتہ الاصفیاء ۱/۶۸۸) جو درست نہیں، اس بنیاد پر ہم نے اپنی تالیف احوال و آثار عبداللہ خویشگی میں بلا تحقیق انہیں حافظ محمد محسن کا فرزند لکھا تھا جو جدید حقائق کی روشنی میں غلط ثابت ہوا ہے، (ص ۱۴۸)۔

۲۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔

۲۸۔ حقیقی بھائی نہیں تھے بلکہ رشتے میں باہم برادر تھے۔ نسب یوں ہے: غلام حسن بن کمال الدین بن صبغتہ اللہ بن سیف الدین بن نوراللہ بن نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق، ص ۲۵۵)۔ مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت حافظ محمد محسن کی اولاد میں سے تھے (بشارات، ورق ۲۰۱ ب) جو درست

Marfat.com

نہیں ہے۔

۲۹۔ مولوی نعیم لکھتے ہیں کہ شیخ غلام حسن، حضرت مظہر کے ''کنار پر وردہ اور تعلیم و تربیت کردہ'' تھے، انہیں حضرت کے مزاج میں اس قدر دخل تھا کہ باوجود کثرت صحبت کبھی حضرت کی نازک مزاجی کے خلاف ان سے کوئی حرکت سرزد نہ ہوئی۔ خدا انہیں سلامت رکھے۔ اور ان کی رحلت کا داغ مجھے نصیب نہ ہو۔ اسی قسم کی دعا شیخ غلام حسن بھی کیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ ''داغ رحلت آنحضرت بمن نصیب نکند'' چنانچہ اسی طرح ہوا۔ کہ ان کی وفات اور حضرت مظہر کی وفات اس طرح ہوئی کہ دونوں کو ایک دوسرے کی رحلت کا علم نہ ہو سکا۔ بشارات، ورق ۲۰۲)۔

غلام عسکری خان اور محمدی خان بھی اسی خاندان کے افراد تھے۔ میاں محمدی خان کے بارے میں لکھا ہے کہ لکھنو میں رہتے ہیں۔ (ایضاً ورق ۲۰۲) نیز خاندان شیخ محدث کے بارے میں یہ معاصر اطلاع ہے کہ ''تمام خاندان ایشان (غلام حسین و متعلقات) از خورد و کلاں مخلص و معتقد آنحضرت اند''، متعلقین حضرت مظہر میں ایک اور غلام حسن کا نام آتا ہے جن کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا یہ ان سے مختلف ہیں (لوائح، ص ۲۱۱)۔

۳۰۔ بیرون ترکمان دروازہ دہلی میں مسجد کے صحن میں مدفون ہیں ''در دہلی بیرون ترکمان دروازہ در صحن مسجد آسودند'' (ایضاً، ورق ۱۹۱ ب)۔

۳۱۔ خلیق انجم: مرزا مظہر کے خطوط ۳۰/ ص ۱۳۲، فرماتے ہیں کہ انہوں نے (محمد منیر) کوئی بیٹا چھوڑا نہ خلیفہ (اس لئے) ان کے مریدوں کی تربیت اور پس ماندگان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری فقیر کی گردن پر پڑی ہے (ایضاً ص ۱۳۲)۔

۳۲۔ ان کا مسکن تھانیسر تھا۔ مولوی نعیم اللہ نے ان کے نام کے ساتھ تھانیسری لکھا ہے۔ (بشارات، ورق ۱۹۶۔ا)۔ سکھوں نے جب قلعہ تھانیسر پر قبضہ کرلیا تو یہ ان کے ہاتھوں لٹ لٹا کر نواح تھانیسر میں مقیم ہو گئے، حضرت مظہر لکھتے ہیں:

Marfat.com

اس زمانے میں دل کو ایک سخت صدمہ پہنچا ہے، پچھلے مہینے کفار سکھ تھانیسر کے قلعہ پر قابض ہو گئے، اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔ مولوی قلندر بخش جیو سلمہ ربہ مع بیوی بچوں کے لٹ لٹا کر اور جانیں بچا کر نکل آئے عجیب کیفیت ہوئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون بالکل ہی بے سروسامانی کی وجہ سے اس (تھانیسر) کے نواح میں مقیم ہیں، اور ہم تک نہیں پہنچے۔ اس مصیبت کے علاوہ شرم کی بات یہ ہے کہ ''خصوصیت'' کے باوجود ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکے، کیوں کہ بے استطاعت ہیں، خدا اس کی تلافی کرے۔ (خلیق انجم، میرزا مظہر کے خطوط، ص ۱۳۴)۔

مولوی قلندر بخش کے ایک بیٹے مولوی مراد اللہ فاروقی تھے۔ جو کم سنی میں والد کے ہمراہ حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل طریقہ ہوئے، ان کی جوانی میں ہی حضرت مظہر شہید ہو گئے، اور تھانیسر سکھوں کے ہاتھوں تباہ ہو گیا۔ تو مولوی مراد اللہ نے کسب فیض کے لئے حضرت مولوی نعیم اللہ بہرائچی خلیفہ حضرت مظہر و مولف معمولات مظہریہ کی خدمت میں لکھنو چلے گئے، اور اکتساب طریقہ کے بعد ان کے جانشین بنے، مولوی مراد اللہ نے ۱۲۴۸ھ میں انتقال کیا (دیباچہ معمولات مظہریہ نوشتہ مولوی ابوالحسن)۔ مولوی مراد اللہ کے خلفاء میں سے مولوی ابوالحسن بن نور الحسن حسینی نصیر آبادی (ف ۱۲۷۲ھ) مذکور اور مولوی غلام رسول کانپوری قابل ذکر ہیں نزہتہ الخواطر ۷/۴۶۹)۔

۳۳۔ ان کے ہم نام مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے انہیں حضرت حاجی محمد افضل کے کتب خانہ کا ناظم لکھا ہے:

قاری و حافظ و عالم و فاضل و عارف و کامل و متولی کتب خانہ حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی شیخ الحدیث آنحضرت (مظہر) و صاحب اجازت و ارشاد بودند (بشارات ورق ۱۹۶ ب) بشارات کے نسخہ برٹش میوزیم میں ان کا نام بعنوان سید علیم اللہ

Marfat.com

سہو کتابت ہے۔اس کے دوسرے نسخہ میں واضح طور سے ان کا نام میر سید نعیم اللہ ہے (ورق ۱۳۲اب) مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے ان کی نسبت گلاوٹھی بتائی ہے۔

۳۴۔ حضرت مظہر خود فرماتے ہیں:

سید نعیم اللہ قرآن در تراویح می خوانند و ده دوازده کس، ہمہ از یاران حلقہ در جماعت حاضر می شوند (مجموعہ قریشی، ص ۲۵)

غالباً میر سید نعیم اللہ، مدرسہ غازی الدین (دہلی) میں مدرس تھے، حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا قاضی ثناء اللہ کو تاکید کی تھی کہ ان کے احوال مدرسہ مذکور سے معلوم کر کے لکھو۔ (ایضاً ص ۳۳)

میر نعیم اللہ کا ایک عریضہ بنام حضرت مظہر، لوائح خانقاہ مظہریہ (ص ۱۰۵) میں شامل ہے۔جس پر ان کی مہر بھی ہے۔

۳۵۔ القرآن (الحدید) ۴/۵۷۔

۳۶۔ یعنی اس مال پر اتنا بھروسہ بھی نہ کر لیا جائے کہ اسے دائمی مقررہ روزی سمجھنے لگے، بلکہ اسے ایک وقتی امداد خیال کرے تو یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

۳۷۔ خوش قسمتی سے بشارات مظہریہ میں مولوی ثناء اللہ سنبھلی کا سال وفات ۱۱۹۹ھ محفوظ رہ گیا ہے۔اور اپنے مسکن سنبھل ہی میں دفن ہوئے (ایضاً) انہوں نے حضرت مظہر کی مدح میں بہت خوب رباعیات لکھیں (ایضاً) صاحب نزہۃ الخواطر نے ان کا سال وفات تیرھویں صدی ہجری قیاس کر کے انہیں ساتویں جلد، (ص ۱۱۵ تراجم علماء تیرھویں صدی) میں شامل کیا ہے، جو درست نہیں۔

۳۸۔ میر عبدالباقی کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے، ہمیں ان کی ایک تصنیف مآل الکمال، قلمی، کتب خانہ خانقاہ ملا نسیم، (نور محل) اوچ، دیر سے دستیاب ہوئی ہے۔اس کی ایک فصل میں انہوں نے اپنے حالات خود لکھے ہیں جن کی تلخیص ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

Marfat.com

آغاز جوانی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک فرد سے اشغال طریقہ سیکھے (ورق ۳۸ ب) پھر ایک مرتبہ اتفاق سے قلعہ فیروزی میں حضرت مظہر سے ملاقات ہوئی۔ اور عرصہ کے بعد حضرت کو جامع مسجد شاہ جہانی دہلی میں نماز جمعہ ادا کرتے دیکھا، حضرت اپنی خانقاہ کی طرف جارہے تھے۔ میں نے ان سے حصول طریقہ کے لئے استدعا کی، جو مراقبہ کے بعد آپ نے قبول کرلی۔ اس وقت میری عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔ اس کے بعد میں حضرت کی خانقاہ میں ہی مقیم ہو گیا۔ پھر مجھے حضرت نے اجازت ارشاد دی۔ (۳۹ ب) حضرت جب کبھی پانی پت یا سنبھل جاتے تو خانقاہ میں مقیم مریدوں کی خدمت میرے سپرد کرتے تھے (۴۰۔ا) آخر میں نے حضرت سے رخصت لی اور اکبر آباد کی طرف چل پڑا۔ یہ میری حضرت سے آخری ملاقات تھی کیوں کہ الہ آباد میں ہی مجھے حضرت کی شہادت کی اطلاع مل گئی تھی۔ میں اسی وقت دہلی پہنچا۔ تدفین کا مسئلہ درپیش تھا۔

(ورق ۴۱۔ا)۔

مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے لکھا ہے کہ میر عبدالباقی کو نظم ونثر میں کمال حاصل تھا۔ ان کی بے شمار تصانیف ہیں انہوں نے جو مکتوبات اپنے دوستوں کو لکھے تھے ان کے دوستوں نے انہیں کتابی صورت میں یک جا کیا ہے۔ یہ مکاتیب نصائح سے پر ہیں مولف نے ان کے بعض مکاتیب میر اعز الدین کے پاس پانی پت میں درس کے دوران دیکھے تھے، (بشارات، ورق ۱۷۸۔ا)۔

۳۹۔ بشارات مظہریہ و معمولات مظہریہ کے مولف مولوی نعیم اللہ بہرائچی کے محسن تھے۔ انہوں نے ان کے بہت سے احسانات کا ذکر کیا ہے:

حقوق ایشان بہ ذمہ فقیر بسیار اند یکی آنکہ ذکر این طریقہ از خدمت شریف ایشان گرفتہ ، دوم بہ برکت توجہ ایشان بہ جناب فیض مآب آنحضرت رسیدہ، سوم یک بار سخت بیمار

Marfat.com

بودم از برکت دعای ومعالجہ ایشان بدولت شفا رسیدہ (بشارات، ورق ۱۹۰ب)۔
ان کے والد کا نام شیخ محمد رفیع تھا جو حضرت مظہر کے یاران مخصوص میں سے تھے (ایضاً، ۱۹۱)۔
خلیفہ محمد جمیل نے حضرت مظہر کی زندگی میں ہی دہلی میں انتقال کیا۔ اس وقت مولوی نعیم اللہ بہرائچی بھی موجود تھے۔
خلیفہ صاحب دہلی سے ۱۱۸۶ھ /۱۷۷۲ء میں لکھنو گئے، تو مولوی نعیم اللہ بہرائچی ان کی زیارت کے لئے پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تھے (ایضاً ورق ۲۔۱) اسی سال مولوی نعیم اللہ حضرت مظہر کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ دو ماہ کے بعد واپس چلے گئے، پھر دو سال کے بعد ۱۱۸۹ھ میں دوبارہ حضرت مظہر کی خدمت میں دہلی گئے (ایضاً) اور کامل چار سال تک وہاں رہ کر (یعنی 1189 + ۴ = ۱۱۹۳ھ) باطنی فیض پایا (معمولات، ص۲) گویا انہی سالوں میں خلیفہ صاحب کا دہلی میں انتقال ہوا تھا۔

۴۰۔ حضرت عبدالاحد وحدت کے ذریعہ ان کا شجرہ، نسب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ اس طرح واصل ہوتا ہے۔ شیخ محمدی عرف شاہ بھیک بن شیخ محمد زکی بن شیخ محمد ابو حنیف بن شیخ عبدالاحد وحدت ملقب بہ شاہ گل بن حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔
شاہ بھیک کی اولاد میں ایک لڑکا شاہ پیر اور چھ لڑکیاں تھیں (ایضاً)۔ روضۃ القیومیہ میں ہے۔: بھیک ہندی زبان میں دریوزہ کو کہتے ہیں، چونکہ شیخ محمد زکی کے ہاں اولاد نہیں تھی اس لئے جب یہ پیدا ہوئے تو انہیں بھیک کہنے لگے۔ یعنی خدا سے مانگا ہوا۔ (رکن اول، ص ۳۰۲)۔

۴۱۔ القرآن (النور ۲۴/ ۳۷)۔

۴۲۔ ان کی صحبت خاصی موثر تھی۔ ان کے مریدین میں سے حافظ ضیاء صاحب استقامت

Marfat.com

تھے۔ میر علی اصغر نے رد شیعہ میں ایک طویل و متین مکتوب حضرت مظہر کو لکھا۔ جس وقت یہ مکتوب پہنچا، مولوی نعیم اللہ بہرا یچی بھی حاضر خدمت تھے۔ جب حضرت مظہر نے مکتوب پڑھا تو فرمایا ''این عزیز مکتوبی خوب نوشتہ''۔ ان کے دو بھائیوں میں عاشوری اور میر جکن بھی حضرت مظہر سے منسلک تھے۔ ان کے خاندان کی اکثر ''ذکور واناث'' بھی داخل طریقہ تھیں، (بشارات، ورق ۱۸۲ب)

۴۳۔ القرآن (الانفال) ۴۵/۸۔

۴۴۔ مولوی قطب الدین ۱۲۰۵ھ تک بقید حیات تھے، جب مولوی نعیم اللہ بہڑا یچی نے معمولات مظہریہ مکمل کی تو اسی سنہ میں ان سے اس کتاب پر اپنی رائے لکھوائی، جو یہ ہے: برگزیدہ ارباب یقین حضرت شاہ قطب الدین این گوہر بیان از دامان زبان الہام ترجمان افشاندند کہ ''این نسخہ را بآب زر باید نوشت بالجملہ این نسخہ قبول خاطر جمیع اکابر این طریقہ گردیدہ''۔ معمولات، ص ۱۴۶۔ نیز دیکھیے: بشارات مظہریہ، ورق ۱۸۴ ب۔

۴۵۔ لواء الہدیٰ فی اللیل والدجیٰ شرح میر زاہد اور حاشیہ علیٰ شرح السلم، (نزہۃ الخواطر ۲۱۶/۶) (ان کے حواشی میں سے ہیں)۔

۴۶۔ شیخ بدر عالم بن محمد باقر قدوائی سادا موی اودھی (ف ۱۱۸۰ھ) سے انہوں نے باطنی فیض پایا جس کا ذکر مولوی نعیم اللہ نے بشارات میں کیا ہے (ورق ۱۹۲۔ا)۔
شیخ بدر عالم کا سلسلہ طریقت شیخ پیر محمد لکھنوی تک اس طرح پہنچتا ہے: شیخ بدر عالم، حافظ سید ابوالقاسم بجنوری، غلام نقشبند، میر محمد شفیع، پیر محمد لکھنوی (مخزن برکت، ص ۸۸۔۹۲)۔

۴۷۔ مولوی غلام یحیٰ کا مولد و منشاء قریہ باڑہ من مضافات بہار تھا (نزہۃ الخواطر ۶/ ۲۱۵)۔ تذکرہ علمائے ہند میں ہے، ان کا مولد و مسکن موضع اکرام متصل نگرنہسہ ہے، جو بہار

Marfat.com

سے آٹھ کوس کے فاصلے پر پٹنہ و بہار کے درمیان واقع ہے (ص ۳۷۱)۔

۴۸۔ اس سلسلے کی مختلف تحریرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی غلام یحییٰ مسلسل پانچ سال حضرت مظہر کی خدمت میں نہیں رہے بلکہ مختلف اوقات کے قیام کی مجموعی مدت پانچ سال ہوگی۔ بقول مولوی نعیم اللہ بہڑایچی:

درعرصہ دونیم سال کسب کمال این طریقہ تا خرقہ واجازت مطلقہ از آن جناب حاصل نمودہ باز مراجعت بہ بلدہ لکھنو فرمودہ۔ (بشارات، ورق ۱۹۲۔ا)

وہ پھر ایک ماہ کے لئے خانقاہ شریف میں مقیم نظر آتے ہیں۔ خود حضرت مظہر، قاضی ثناء اللہ کو لکھتے ہیں:

یاران حلقہ، خصوصاً مولوی غلام یحییٰ صاحب کہ بعد یک ماہ قصد وطن دارند و بہ کمالات رسالت رسیدہ اند۔ (مجموعہ قریشی ۴۱/۳۰)

۴۹۔ حضرت مظہر سے بیعت و خلافت کے بعد ان کا قیام مسجد شیخ محمود قلندر کے قریب خانقاہ شیخ پیر محمد لکھنوی میں تھا۔ (نزہتہ الخواطر ۲۱۶/۶) یہ خانقاہ بتل ساحل گومتی معروف بہ بتل شیخ پیر محمد، لکھنو میں ہے۔ (ایضاً ۹۷/۵)۔

۵۰۔ اس رسالے کا نام کلمات الحق ہے جو خود حضرت مظہر کی فرمائش پر مولف نے لکھا تھا۔ اس کا سال تصنیف ۱۱۸۴ھ ہے۔

کلمات الحق کے اس وقت ہمیں تین خطی نسخوں کا علم ہے۔ دو کتاب خانہ بانکی پور، پٹنہ (نمبر ۱۷۰۲، دوسرا نمبر ۱۷۰۵ء فہرست بانکی پور ۱۵۳/۱۶)۔ تیسرا، کتب خانہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، رسالہ کلمات الحق کے مندرجات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل شاہ ولی اللہ کے رسالہ تطبیق وحدت الوجود والشہود کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے رسالہ کلمات الحق کا دمغ الباطل کے نام سے لکھا ہے، جو مکتبہ نشرواشاعت، نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ سے

Marfat.com

۱۹۷۶ء میں چھپ چکا ہے۔ (ترتیب و تحقیق از عبد الحمید سواتی) مسئلہ وحدت الوجود والشہود کو اس دور کے مصنفین نے خاصا الجھا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی دو فعال ترین شخصیتوں یعنی شاہ ولی اللہ اور میرزا مظہر اس معاملے میں خاصے متفکر و متحرک نظر آتے ہیں۔ حضرت مظہر نے اپنے مکاتیب میں بھی اس موضوع پر خاصی جامع و مدلل بحث کی ہے۔ نیز انہوں نے شیخ قمر الدین اورنگ آبادی سے اس موضوع پر بھی ایک رسالہ لکھوایا جس کا نام مظہر النور (عربی) ہے۔ اس رسالے کی شرح ''المظاہر'' کے نام سے سید نور الہدیٰ بن قمر الدین اورنگ آبادی نے لکھی تھی۔ (عبد الحی حسنی: الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، اردو ترجمہ، اعظم گڈھ، ص ۲۷۰)۔ مظہر النور کا ایک قلمی نسخہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک میں ہے (تصوف برصغیر میں، ص ۳۹۴)۔

۵۱۔ مولوی غلام یحییٰ بن نجم الدین اپنے عہد کے کبیر عالم تھے۔ انہیں ظاہری علوم پر بھی کامل دسترس تھی۔ انہوں نے سندیلہ جا کر مروجہ کتب، مدرسہ منصوریہ میں مولانا باب اللہ جونپوری سے پڑھیں اور مدت تک طلبہ کو علم کی روشنی سے بہرہ ور کرتے رہے۔ حافظ قرآن تھے۔ (نزہتہ الخواطر ۶/۲۱۵۔۲۱۶)۔ مولوی غلام یحییٰ کے سال وفات میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ صاحب نزہتہ الخواطر نے بحوالہ بحر زخار ۱۱۸۰ھ لکھا ہے اور مولوی رحمٰن علی نے ۱۱۲۸ھ، ص ۱۷۱)۔

لیکن ہم عصر مولف نعیم اللہ بہرائچی نے ۱۱۸۶ھ لکھا ہے۔ تکیہ شاہ پیر محمد لکھنوی میں دفن ہوئے (بشارات ورق ۱۹۴، نزہتہ الخواطر ۶/۲۱۶)

۵۲۔ مولوی غلام محی الدین کا تعلق دکن سے تھا۔ صاحب بشارات مظہریہ لکھتے ہیں کہ وہ حصول فیض کے لئے دکن سے نکلے تھے۔ نیز حضرت مظہر سے حصول فیض و خرقہ کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لئے ارکاٹ جانے کی اجازت چاہی ابھی راستے میں ہی تھے کہ انہیں اپنی والدہ کی وفات کی خبر ملی (ورق ۱۹۸ ب) جس سے

Marfat.com

اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے والدین ارکاٹ میں رہتے تھے۔

۵۳۔ ملا باب اللہ اپنے عہد کے نامور عالم تھے۔ ان کا اصل مسکن منور پور شمس پور ضلع اعظم گڑھ تھا۔ ان کے استاذ مولانا احمد اللہ سندیلوی تھے۔ انہوں نے شرح مسلم کا حاشیہ لکھا۔ اور محلہ خواجگی ٹولہ جون پور میں مدرسہ و خانقاہ تعمیر کر کے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ سال وفات معلوم نہیں ہے۔ ان کا مدفن محلہ مذکور متصل مسجد حکیم عبدالغفور ہے۔ (اقبال احمد: تاریخ شیراز ہند جون پور، مطبوعہ، جون پور، ۱۹۶۳ء، ص ۴۴۷) مولوی غلام یحییٰ بہاری مذکور انہی کے شاگرد تھے۔

۵۴۔ بشارات مظہریہ میں مولوی بہڑائچی نے اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ (ورق ۱۹۸-ا)۔

۵۵۔ رسالہ در خود نوشت حالات نعیم اللہ بہڑائچی، قلمی، مخزونہ کتب خانہ انڈیا آفس، لندن۔

ذیل میں اس اہم رسالے کے بعض مندرجات پیش کیے جا رہے ہیں:

نعیم اللہ بن غلام قطب الدین عرف ملک کالے بن ملک غلام محمد بن ملک آدم ... الخ۔ حضرت خواجہ عماد خلجی کی اولاد میں سے تھے، جو بہ نیت جہاد، مسعود سالار غازی کے ساتھ ہندوستان آئے اور شہید ہو گئے، ان کی اولاد ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئی۔ یہ خاندان دراصل علوی نسب اور حنفی مشرب تھا۔ لیکن مختلف زمانوں میں اس خاندان کے افراد کو سلاطین کی طرف سے ملک کا خطاب ملا، جس کی وجہ سے یہ ان کے نام کا جز بن گیا۔ اس خاندان کے افراد موروثی طور پر عالم تھے ... مولوی نعیم اللہ کی ولادت ۱۱۵۳ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز سات سال کی عمر میں ہوا اور محمد روشن بہرائچی کے حوالے کیا گیا ... ایک سال میں قرآن مجید ختم کیا۔ تحصیل فارسی کے بعد عربی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور ۱۱۷۱ھ میں حاجی فتح علی کے ہمراہ لکھنو چلے گئے۔ تو مولوی خلیل سے جو کہ اجل عالم تھے، صرف و نحو پڑھی۔ پھر شاہ جہان پور اور بریلی وغیرہ کی سیاحت کی، بریلی میں دو سال قیام کیا جہاں مولوی شہاب الدین سے تحصیل

Marfat.com

علم کی۔ پھر مختلف اساتذہ مولوی برکت الہ آبادی اور مولوی سالم کی خدمت میں رہنے کے بعد واپس چلے گئے۔ پھر ۱۱۷۷ھ میں لکھنوآ کر تکیہ شاہ محمد عاقل میں قیام کیا، جہاں مولوی محمد، مولوی محبوبی، مفتی عبدالرب لکھنوی، شیخ الحدیث حاجی احمد شاگرد شاہ ولی اللہ سے پڑھا، اور ۱۱۸۶ھ میں خدا طلبی کا شوق دامن گیر ہوا، ان ہی ایام میں حضرت مظہر کے خلیفہ اجل شیخ محمد جمیل لکھنو گئے تو مولوی نعیم اللہ نے ان سے ذکر قلبی اور طریقہ مجددیہ کا جذب حاصل کیا۔ اور دہلی آ کر حضرت مظہر کی خدمت میں رہنے لگے۔ دو ماہ کے بعد رخصت ہوئے۔ پھر ۱۱۸۹ھ میں دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور چار سال تک خانقاہ حضرت مظہر میں قیام کیا۔ اور اجازت مطلقہ ملی، اور پھر انہوں نے واپس بہرائچ جا کر شادی کی۔ وہ ۱۲۰۵ھ میں حضرت مظہر کے مزار کی تعمیر کے لئے دہلی گئے۔ پھر ۱۲۰۸ھ میں چوتھی بار دہلی گئے۔ ایک مرتبہ کامل ایک سال تک پانی پت میں حضرت مظہر کی خدمت میں رہے۔ وہ چالیس روز تک مولوی ثناء اللہ پانی پتی کی خدمت میں بھی رہے۔

۵۶۔ مولوی کرامت اللہ، مولوی نعیم اللہ کے بیٹے تھے ان کے نام کے ساتھ ''نسبت اخوت قبول فرزندی طریقت'' لکھا ہے (معمولات، ص ۵ و انفاس الاکابر، ص ۲)۔ مولوی بہرائچی کے ایک فرزند غلام احمد باقی بھی تھے (رقعات کرامت سعادت ص ۲)
کرامت اللہ کے ساتھ نور محمد کو بھی انہوں نے اپنا بیٹا بتایا ہے (معمولات، ص ۵)، مولوی نعیم اللہ کے ایک داماد بشارت اللہ بھی تھے، ان کے ایک بیٹے مولوی ابوالحسن، مولوی نعیم اللہ کے مزار پر متولی تھے (آئینہ اودھ، ص ۱۳۵)۔ مولوی نعیم اللہ نے اپنے حلقہ یاران میں سے ایک مولوی بہاء الدین کا بھی ذکر کیا ہے (بشارات، ورق ۱۸۷۔۱) نیز ملاحظہ ہو مکتوبات بہرائچ مرتبہ نجم الاسلام (تحقیق ۶ ص ۱۷)

۵۷۔ مولوی نعیم اللہ کے خلفاء میں سے مولوی محمد احسن متوطن اٹک متصل کلکتہ اور مولوی

Marfat.com

مراد اللہ فاروقی تھانیسری (ف ۱۲۴۸ھ) بن مولوی قلندر بخش (مذکور خلیفہ حضرت مظہر) قابل ذکر ہیں۔ مولوی مراد اللہ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت مظہر کے حلقہ ارادات میں داخل ہوئے، ان کی نوعمری میں حضرت مظہر کی شہادت ہوگئی اور تھانیسر پر سکھوں کا قبضہ ہوگیا۔ تو مولوی مراد اللہ، مولوی نعیم اللہ سے منسلک ہو کر ان کے خلیفہ و جانشین بنے۔ ان کے خلفاء میں سے مولوی غلام رسول کانپوری اور مولوی ابوالحسن نصیر آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے ۱۲۱۸ھ میں وفات پائی (دیباچہ ابوالحسن بر معمولات مظہریہ، ص ۳) ان کا مزار بہرائچ میں متصل آبادی میں واقع ہے۔ (آئینہ اودھ، ص ۱۳۵)۔

مولوی نعیم اللہ حضرت مظہر کے اولین سوانح نگاروں میں سے ہیں۔ حضرت مظہر سے متعلق جتنی ثقہ روایات اب تک ہمیں دستیاب ہوئی ہیں وہ انہی کی تصانیف کے ذریعے محفوظ ہیں۔ اس باب میں ان کی بشارات مظہریہ، معمولات مظہریہ، رسالہ در احوال خود، مجموعہ مکتوبات حضرت مظہر (مطبوعہ مطبع فتح الاخبار، کول)، انفاس الاکابر اور انوار الضمائر (در شرح کلمات حضرت مظہر) ورسالہ شمسیہ مظہریہ قلمی مخزونہ کتابخانہ خانقاہ کاظمیہ کاکوری (برہان، مارچ ۱۹۸۴ء، ص ۱۵۳) کا تعلق حضرت مظہر سے ہے۔ ان کے علاوہ حاشیہ میر زاہد اور حاشیہ ملا جلال، ان کی تالیفات سے ہیں۔

مکتوبات بہرائچ مرتبہ ڈاکٹر نجم الاسلام مشمولہ تحقیق (شمارہ ۶۔ ۱۹۹۲ء) اس مجموعہ میں سلسلہ مظہریہ سے منسلک افراد کے خطوط ہیں جو خانقاہ بہرائچ میں محفوظ ہیں۔

۵۸۔ ان کا مسکن مرشد آباد تھا۔ ان کے اجداد بنگالہ میں آکر مقیم ہوگئے تھے۔ مولوی کلیم کے نبیرہ مولوی عبدالرحمٰن سلہٹی نے سیف الابرار کے خاتمہ پر اپنے اجداد کے حالات لکھے ہیں۔ اس میں مولوی محمد کلیم کی قیام دہلی کی مدت ۱۸ سال لکھی ہے (ص ۷۶)

۵۹۔ مولوی محمد کلیم بنگالی کا نام مقامات مظہری (کتاب حاضر) اور بشارات مظہریہ میں کلیم

Marfat.com

اللہ لکھا ہوا ہے جو سہو کتابت معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ معتبر تحریرات میں ان کا نام محمد کلیم ہے۔ خود ان کے نبیرے مولوی عبدالرحمٰن سلہٹی نے سیف الابرار میں محمد کلیم ہی لکھا ہے (ص ۶۶)، حضرت مظہر کا ایک مکتوب (نمبر ۵۳ مجموعہ خلیق انجم ص ۱۶۳) میں ان کا نام محمد کلیم ہے اور مکاتیب حضرت مظہر (مجموعہ قریشی) میں بھی کئی مکتوبات میں ان کا ذکر آیا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا خیال ہے کہ یہ مکتوبات مولوی محمد کلیم کے قیام دہلی کے دوران لکھے گئے تھے (لوائح، ص ۱۲۰)۔ مکتوب نمبر ۵۳ میں حضرت مظہر انہیں لکھتے ہیں کہ اس وقت اس علاقہ کے لوگوں کی حالت خراب ہے۔ اس مکتوب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مولوی محمد کلیم کے نواب بنگال قاسم علی خان (۱۷۶۰ء۔۱۷۶۳ء) سے قریبی تعلقات تھے۔ خود مولوی محمد کلیم کا ایک مکتوب بنام حضرت مظہر، خانقاہ ملانسیم (اوچ، دیر) میں محفوظ ہے، جسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے لوائح میں نقل کیا ہے (ص ۱۲۱)۔

ان کے نبیرے مولوی عبدالرحمٰن سلہٹی بن محمد ادریس بن محمد محمود بن محمد کلیم جو کہ خود ذی علم بزرگ تھے اور احسن العقائد اور سیف الابرار المسلول علی الفجار (بزبان فارسی رد مولوی نذیر حسین دہلوی) کے مولف بھی ہیں، سیف الابرار کے خاتمہ پر اپنے اجداد کے جو حالات لکھے ہیں، ان کی تلخیص ذیل میں دی جا رہی ہے: باپ کی طرف سے ان کا نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ان کے اجداد میں سے عبدالرحیم پہلے بزرگ ہیں جو مدینہ منورہ سے بغداد میں منتقل ہوئے۔ پھر بغداد سے ہرات چلے گئے، ان کا شغل تعلیم و تعلم تھا۔ ان کے اجداد میں سے عبدالکریم کو ہرات سے نکال دیا گیا۔ وہ وہاں سے بنگال (ہندوستان) آ کر مقیم ہو گئے، وہاں انہوں نے نکاح کیا، جس سے ایک فرزند محمد صالح تولد ہوئے تو وہ بیوی بچوں کے ساتھ پھر ہرات گئے، لیکن دوبارہ بنگال آ گئے، محمد صالح کے فرزند ملا محمد رفیع تھے اور ان کے

Marfat.com

صاحبزادے (صاحب ترجمہ) مولوی محمد کلیم تھے۔ جو محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے استاذ بھی تھے۔ اور ان کے تین بیٹے تھے، اول محمد اسرائیل جو مرشد آباد کے قاضی القضاۃ اور پھر کلکتہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، دوسرے ابوسعید محمد محمود، جن کا نواب وناظم عاقبت محمود خان سے قریبی تعلق تھا، اور تیسرے احمد جو کہ ڈھاکہ میں مفتی تھے۔ (سیف الابرار، مطبوعہ استنبول، ترکی، ۱۹۷۷ء، ص ۶۵۔۶۶)۔

۶۰۔ شرح الصدور (بشرح حال الموتی والقبور)، امام جلال الدین سیوطی کی تالیف ہے، کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

۶۱۔ مولوی نعیم اللہ بہرایچی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر سے منسلک ہونے سے پہلے شاہ محمد شفیع نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے استفادہ باطنی کیا تھا:

(بشارات، ورق ۲۰۱۔۱)۔

۶۲۔ حضرت مظہر کے عین حیات ہی مرض فتق میں انتقال ہو گیا تھا اور احاطہ مزار شاہ ولی اللہ، دہلی میں دفن ہوئے جس کا ذکر خود حضرت مظہر نے کیا ہے (مکتوب نمبر ۳۳ کلمات طیبات، بشارات مظہریہ، ورق ۲۰۱۔۱)۔

۶۳۔ ہمارے پیش نظر بشارات مظہریہ کا ایک ایسا قلمی نسخہ (برٹش میوزیم) ہے جس پر جا بجا مصنف مقامات مظہری (حضرت غلام علی کے حواشی ہیں، متعلقہ حاشیہ پر انہوں نے لکھا ہے:

محمد حسین و محمد واصل از ٹھٹھہ بہ دہلی آمدند واز حضرت محمد زمان زبیری تا ہژدہ (۱۸) سال استفادہ کردند اشواق و بے خودی ممتد کہ ہمہ شب واجب می نشستند (ورق ۱۸۶۔۱)۔

گویا یہ دونوں ٹھٹھوی طالب حق، پہلے خواجہ محمد زمان زبیری سے منسلک ہوئے تھے۔

۶۴۔ حضرت غلام قادر شاہ بٹالوی بن حضرت شیخ محمد فاضل الدین بٹالوی، بارھویں صدی

Marfat.com

ہجری کے پنجاب کی نامور شخصیات میں سے تھے۔انتقال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں ہوا، اپنے والد کے جانشین بنے، پنجاب کے نامور حضرات نے ان سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔کئی کتابوں کے مصنف تھے، جن میں سے صفاء المرآت، نہایت الکمال اور رمز العشق زیادہ مشہور ہیں۔ان میں مثنوی رمز العشق اردو میں ہے، اور ادب اردو کے قدیم نمونوں میں خاصی اہمیت رکھتی ہے، محمود شیرانی: پنجاب میں اردو، ص ۳۲۳۔۳۲۸۔شرائف غوثیہ، قلمی، (ورق ۱۲۹، ب)۔

۶۵۔ صوفی محمد میر بھی شیخ محمد عابد سنامی کے خلیفہ تھے۔

۶۶۔ مولوی غلام حسین کے بارے میں حضرت مظہر غلام عسکری خان کو لکھتے ہیں:

مولوی غلام حسین نام ایک فاضل جو اخوان حلقہ اور یاران قدیم میں ہیں۔قصبہ تھانہ کے رہنے والے، فاروقی النسب، نجیب، اور مہذب، نجیب الدولہ کے ہاں بہ عنوان فضیلت ملازم ہیں۔اس سے پہلے انہوں نے اپنی قوم میں شادی کی تھی۔لیکن ان کے ہاں لڑکا نہیں ہوا اور (بیوی) کی موافقت بھی پسند نہیں آئی بلکہ سکونت وطن سے بھی خوش نہیں۔فقیر کی صحبت پسند کی اور دہلی میں مستقل قیام کر لیا اور دوسری شادی کا ارادہ کیا... (مجموعہ خلیق انجم ۸۹ /۲۱۷)۔

۶۷۔ مولوی نعیم اللہ نے ان کا مسکن شہر بردوان بتایا ہے"در شہر بردوان با جمعیت تمام با طالبان حق بسر می برند" (بشارات، ورق ۱۸۵ب) بردوان، بنگال میں ہے۔

۶۸۔ حضرت مظہر اور ان کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے، انہی کی وجہ سے حضرت مظہر اکثر سنبھل جایا کرتے تھے، اور انہی کے مکان پر قیام فرماتے تھے (بشارات، ورق ۲۰۲)۔

۶۹۔ نواب ارشاد خان کے فرزند ظفر علی خان بھی حضرت مظہر سے بیعت تھے بلکہ حضرت کے خلفائے مجاز میں سے تھے اور حضرت مظہر کے کنار پر وردہ تھے۔بقول مولوی نعیم اللہ:

Marfat.com

ایشان نیز از یاران مجاز آنحضرت اند و کنار پرورده و تعلیم کرده ایشان باین ہمہ نظر التفات نیز بایشان میداشتند (بشارات، ص ۲۰۳)۔

نواب ارشاد خاں کی وفات کے بعد سرادارانِ بسولی نے ظفر علی خان سے تعلقات بحال رکھے تھے (مکاتیب مظہر، مجموعہ خلیق انجم، ص ۱۲۵) حضرت مظہر مولوی ثناء اللہ سنبھلی کو لکھتے ہیں: جو کچھ آپ نے برخوردار ظفر علی خان کے بارے میں لکھا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے... اس کی انہی خوبیوں نے مجھے اپنا شکار کر رکھا ہے۔ ورنہ مجھ جیسے آزاد انسان کو جسے خود اپنی فکر نہیں کسی دوسرے سے کیا مطلب... مجھے دنیا میں اس سے زیادہ کوئی عزیز نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی ماں باپ کی جگہ اس کی خبر گیری کرنے والے کی بجائے سب کچھ میں ہی ہوں وہ میرے ساتھ ارادت، فرزندی و غلامی اور بندگی کے آداب بجا لاتا ہے... اس سے کہیے کہ ہر صبح فقیر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرے... (ایضاً، ص ۱۳۲۔۱۳۳) وہ ایسا انمول ہیرا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں، فقیر بے وجہ اس کا عاشق نہیں ہے (ایضاً، ص ۱۳۵)، حافظ رحمت خان صاحب نے ان کو اپنے ساتھ رکھنے اور روزگار دینے کا وعدہ کیا تھا اس لئے ظفر علی نے پیلی بھیت کا قصد کیا ہے (ایضاً، ص ۱۵۳) وہ اپنے اقربا کے ساتھ قضیہ کی وجہ سے شجاع الدولہ کے لشکر میں چلا گیا ہے (مجموعہ قریشی، ص ۱۰۵)۔

۷۰۔ مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے کہ نواب ارشاد خان شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن بعد میں حضرت مظہر کی صحبت سے سارے خاندان سمیت مذہب اہل سنت سے مشرف ہوئے (بشارات، ورق ۲۰۲ ب)۔

۷۱۔ مشکاۃ المصابیح، بہ تحقیق محمد ناصر الدین الالبانی، طبع دمشق، ۱۹۶۱ء، ۲/ ۳۴۰، نمبر ۳۷۵۶۔

۷۲۔ مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت کی شہادت کے بعد ملا نور محمد نے "بہ کمال بے

Marfat.com

ظرفی عرق کبر و انغانیت'' دعویٰ کیا کہ مجھے حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت خواجہ نقشبند سے براہ راست فیض پہنچا ہے، درمیان کے واسطے نہیں ہیں۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو حضرت مظہر نے اسے خواب میں تنبیہ کی۔ تو اس نے مزار حضرت مظہر پر حاضر ہو کر معافی چاہی لیکن شفا باطنی نہ ہو سکی اور اسی حالت میں انتقال ہو گیا (بشارات ورق ۲۰۴۔ا)۔

۷۳۔ راقم محمد اقبال مجددی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی نشان دہی پر اخوند ملا محمد نسیم کی خانقاہ واقع موضع اوچ (ریاست دیر، صوبہ سرحد، پاکستان کی زیارت کے لئے جولائی ۱۹۷۷ء کو گیا۔ وہاں ایک الماری مخطوطات کی اور ایک شوکیس تبرکات سے بھرا ہوا ہے، جس کی معتقدین کو سال میں مقررہ تاریخوں کو زیارت کروائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے نشان دہی فرمائی ہے کہ ان تبرکات میں حضرت میرزا مظہر کا وہ چغہ بھی ہے جس میں ان کی شہادت ہوئی تھی (لوائح، ص۲)۔

ملا محمد نسیم، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی سے بھی منسلک رہے ہیں اوچ کے اس مجموعے میں حضرت مظہر کا ایک مکتوب (بنام قاضی صاحب) ایسا بھی ہے، جس میں ملا نسیم کے لئے سفارش کی گئی ہے کہ وہ آپ کے پاس آرہے ہیں، انہیں توجہ دیں، (مکتوب نمبر ا، لوائح)

۷۴۔ بشارات مظہر یہ میں ہے، یہ عزیز باوجود دولت اجازت ارشاد ہر سال پشاور (اس وقت اوچ سے قریب ترین مشہور شہر پشاور ہی تھا) سے آتے اور حضرت کی صحبت سے مستفید ہوتے (ورق ۱۸۵)

اخوند ملا نسیم کا سال وفات ان کے مزار مبارک پر ۱۲۳۱ھ کندہ ہے۔ اس وقت صاحب زادہ جمیل احمد صاحب سجادہ نشین ہیں۔

۷۵۔ مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے جوان سے رام پور میں ملے تھے لکھا ہے کہ انہوں نے مجھ

Marfat.com

سے بیان کیا کہ حضرت مظہر میری فقاہت کے معترف تھے اور اس باب میں انہیں مجھ پر اعتماد تھا، اور مجھے اچھا فقیہ تسلیم کرتے تھے:

حضرت را بر فقاہت من بسیار اعتماد بودہ ہر مسئلہ کہ پرسیدند، چون جواب آن عرض می کردم می فرمودند کہ تو خوب فقیہ ہستی۔ (بشارات، ورق ۱۸۳ب)۔

۷۶۔ مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے حضرت مظہر سے منسلک جن تین شخصیتوں کے رام پور یعنی بلاد ولایت روہیلہ میں مقیم اور مصروف ارشاد پایا۔ ان میں ملا عبداللہ کا نام بھی ہے۔ (بشارات، ورق ۱۸۵ب) گویا ان کا مسکن رام پور تھا۔

۷۷۔ ان کا وطن (مسکن) بھی رام پور تھا۔ مولوی نعیم اللہ بہرائچی نے ان سے ۱۲۰۵ھ میں رام پور میں ملاقات کی تھی ... ''در سال گذشتہ از فقیر در رام پور ملاقات کردہ بود'' (بشارات، ۱۸۶۔ا)۔

۷۸۔ مولوی نعیم اللہ رام پور میں ان سے ۱۲۰۵ھ میں ملے تھے، اور اس سے پہلے انہوں نے اسی سنہ میں ملا نور محمد قندھاری سے رام پور میں اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ وہ اس موقع پر دو متوسلین یعنی ملا تیمور اور ملا عبداللہ سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں:

در سال گذشتہ (۱۲۰۵ھ) از فقیر نیز در رام پور ملاقات کردہ بود، احوال ایشان بغایت بلند نقل می کرد کہ این ہر سہ عزیزان در بلاد ولایت روہیلہ بمقام خود ہا شیخ وقت و مقتدی زمانند خدا ارشاد و ہدایت ایشان تا قیامت جاری دارد (ایضاً ۱۸۶)۔

گویا ملا تیمور کا مسکن بھی رام پور ہی تھا۔

Marfat.com

اٹھارھویں فصل

آپ کے بعض وہ مکتوبات جو آپ نے اپنے مخلصین کو لکھے

پہلا مکتوب

[خودنوشت حالات حضرت مظہر]

برخوردارتم نے مکرر التماس کیا ہے کہ میں اپنا حسب ونسب لکھوں، چوں کہ اس میں زیادہ فائدہ نہیں تھا اس لئے غفلت برتی گئی۔ لیکن چوں کہ اس وقت تمہاری سماجت حد سے گزر گئی ہے، اس لئے مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اس فقیر کے سرمایہ وجود کا آغاز ایک قطرہ آب اور انجام ایک مشت خاک ہے۔ اس عالم امتحان میں اس خاکسار کا نسب اٹھائیس واسطوں سے بتوسط (حضرت) محمد بن حنفیہ، شیر بیشہ، کبریا علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثناء تک پہنچتا ہے۔

میرے اجداد میں سے امیر کمال الدین طائف سے آٹھویں صدی ہجری میں کسی تقریب سے ترکستان گئے تھے۔ انہوں نے وہاں کے ایک حاکم کی بیٹی سے جو الوس قاقشالان کا سردار تھا، شادی کر لی، اور تقرب حاصل ہوگیا۔ چوں کہ اس کی نرینہ اولاد نہیں تھی اس لئے اس علاقے کی

Marfat.com

حکومت ان (امیر کمال الدین) کی اولاد سے متعلق ہوگئی۔

ہمایوں بادشاہ نے جب ہندوستان کی مملکت سوری افغانوں سے واپس لی تو وہ اس خاندان کے دو بھائیوں، محبوب خان اور بابا خان کو جو تین واسطوں سے امیر کمال الدین کی اولاد سے تھے، ہمراہ لایا۔ ان دونوں کے حالات عہد اکبری کی تواریخ میں ملتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کا مادری نسب امیر صاحبقران (تیمور) تک پہنچتا ہے۔ میرا نسب صرف چار واسطوں سے بابا خان پر منتہی ہوتا ہے۔ خان مذکور (بابا خان) نے عہد اکبری میں بغاوت کی تھی، جس کے جرم کی سزا میں میرے والد (مرزا جان) کم منصبی کا شکار رہے۔ انہوں نے عمر کا بڑا حصہ اورنگ زیب بادشاہ کی خدمت میں گزارا آخر ترک دنیا کی دولت کا اعزاز وافتخار حاصل ہوا۔ اور انہوں نے طریقہ قادریہ کے ایک خلیفہ (شاہ عبدالرحمٰن دہلوی) سے استفادہ کیا اور انہوں نے ۱۱۳۰ ہجری میں وصال فرمایا۔

میری ولادت ۱۱۱۳ھ کو ہوئی، سولہ سال کی عمر میں یتیم ہوگیا۔ بیس سال کی عمر میں کمر ہمت باندھ کر دنیا سے کنارہ کش ہوا اور راہ فقر میں سعی شروع کردی۔

(اس وقت کے) مروجہ علوم میں نے والد کی زندگی میں ہی پڑھ لئے تھے۔ حاجی محمد افضل سیالکوٹی شاگرد شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی کی خدمت میں کتب حدیث پڑھیں اور حافظ عبدالرسول دہلوی تلمیذ شیخ القراء شیخ عبدالخالق شوقی سے قرآن مجید سند کیا۔

طریقہ نقشبندیہ کا ذکر، خرقہ اور اجازت مطلقہ جناب سید السادات سید نور محمد بدایونی رضی اللہ تعالی عنہ سے جو دو واسطوں سے حضرت قیوم ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسلک تھے، حاصل کی۔ اور عمر کا ایک حصہ ان کی خدمت میں گزارا۔ ان کی وفات کے بعد اس طریقہ (نقشبندیہ) کے متعدد مشائخ سے استفادہ کیا۔

آخر حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا سلسلہ طریقت بھی دو واسطوں (ا) سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے کے، آستانۂ فیض آشیانہ پر جبہ سائی کی۔ اور مدت تک ان کی خدمت کر کے طریقہ قادریہ، سہروردیہ اور چشتیہ کا خرقہ اور اجازت حاصل کی۔

Marfat.com

اور آج تک جب کہ ۱۱۸۵ ہجری ہے، ان حضرات کے حکم سے طالبان خدا کی تربیت میں مشغول ہوں۔ خدا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاتمہ بالخیر کرے۔

دوسرا مکتوب

طریقہ نقشبندیہ کے متوسلین کے احوال پر اعتراض کا جواب جو انتہائی بلند مقامات کے دعوے کرتے ہیں

مخدوما! تم نے دو شبہات لکھے ہیں: اول یہ کہ حضرات سرہند (اولاد و خلفائے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہم) بلند مقامات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ان کے آثار اولیائے متقدمین کی طرح ظاہر نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ وہ اپنے مریدوں کو شاندار بشارات دیتے ہیں لیکن ان کے حالات ان بشارات پر دلالت نہیں کرتے۔ اس طرح تو ان کی نہ صرف ان سے برابری بلکہ ان پر فضیلت لازم آتی ہے جو بعید معلوم ہوتی ہے۔

جواب شبہہ اول: جاننا چاہئے کہ اگلے بزرگوں نے بھی (مراتب) فنا کی تحقیق کے باوجود اعلیٰ کمالات کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس طرح کی کتابیں ان مطالب سے بھری پڑی ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ اس طبقے کی ایک جماعت تو ان امور کے اظہار پر مامور ہے، اور ایک کو غلبہ سکر کے باعث معذور قرار دیا گیا ہے۔ پس ان کے معاملے میں ان دونوں احتمالات میں سے کوئی ایک سمجھ لینا چاہئے سوائے نبوت کے کوئی کمال بنیادی طور پر ختم نہیں ہوا۔ اور مبداء فیاض سے بخل اور دریغ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ان بزرگوں کے حق میں حسن ظن سے کیا چیز مانع ہے؟ آخر یہ صلحائے مسلمین میں سے ہیں اور اگر آثار کمال کے ظہور سے استقامت مراد ہے تو یہ فوق کرامت

Marfat.com

ہے۔ پس اس طریقہ کے قوی اصحاب سے پوری قوت کے ساتھ اس کا اظہار ہوا ہے۔ ضعفاء پر اعتبار نہیں ہے اور اگر آثار (کمال) سے مراد کرامات اور مکاشفات کا ظہور ہے جسے عوام پسند کرتے ہیں تو یہ مقدمات صوفیہ کے نزدیک نہ تو ولایت کے لئے شرط ہیں اور نہ لازم۔

یہ مخفی نہیں ہے کہ صحابہ کرام سے جو کہ تمام امت مرحومہ میں افضل ہیں ایسے امور بہت کم ظاہر ہوئے ہیں۔ چوں کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) کے مجاہدات اور ریاضتیں صحابہ کرام اور تابعین کے مطابق اور کتاب وسنت کے اتباع میں ہیں۔ اس لئے اس طریقہ کے اکابر کا ذوق ووجدان بھی صحابہ کے مطابق ہے۔ فلاتکن من الممترین (۲) (پس تم شک کرنے والوں میں نہ ہونا)۔

شبہ دوم کا جواب یہ ہے کہ اہل کمال کے باطنی آثار معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے۔ خاص طور سے اس طریقہ کے نسبت بے کیف معلوم کرنا ہر عمر وزید کے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ صحیح فراست کے مالک ہیں۔ ان سے یہ بات مخفی نہیں رہتی اور آثار ظاہری میں جس میں کثرت طاعت و ریاضت اور افراط ذوق وشوق اور تجرید انقطاع از دنیا شامل ہیں، اہل اخلاص وریا اور ارباب حق وباطل سب شریک ہیں اور احیاناً گناہوں کے سرزد ہو جانے سے معصومین کے سوا کوئی محفوظ نہیں ہے (۳)۔

سچ تو یہ ہے کہ نبوت کا زمانہ دور ہونے اور قیامت کے قریب ہونے کی وجہ سے ظاہری و باطنی امور میں مکمل طور پر ضعف آ گیا ہے۔ لیکن یہ بشارتیں بے حقیقت نہیں ہیں۔ ایسی بشارات سے مشائخ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرید اس مقام سے قدرے بہرہ ور ہوا ہے نہ یہ کہ مشہور اولیاء کی طرح اس مقام میں اس نے قوت اور رفعت حاصل کر لی ہے جس سے مساوات لازم آئے۔ اگر ایک اچھی استعداد والا طالب عمر کا ایک حصہ اس جد وجہد میں صرف کرے اور ان بزرگوں کی دولت (باطنی استعداد) میں شریک بن جائے تو یہ محالات میں سے نہیں ہے:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

ترجمہ:۔ فیض روح القدس (حضرت جبرائیل علیہ السلام) اگر پھر مدد کرے تو بعد والے بھی

Marfat.com

وہ کردکھائیں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا۔

جاننا چاہیے کہ ان حضرات کی نسبت انعکاسی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے آئینہ میں سورج کی روشنی کا انعکاس، پیر کے انوار آئینہ (قلب) مرید پر نقش ہونے کے لئے بہت وقت درکار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ انعکاس یقین میں بدل جائے اور مرید کمال و تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے بعض اوقات مقام کا عکس مرید کے آئینہ باطن میں پڑنے لگتا ہے۔ اور وہ مقام مرتبہ تحقیق تک نہیں پہنچا ہوتا، اور پیر کشف دقیق اور نظر تحقیق کو کام میں لائے بغیر مرید کو اس مقام کی بشارت دے دیتا ہے۔ اور (پیر سے) جدا ہونے کے بعد وہ نسبت جو بشرط محاذات (۴) ظاہر ہوئی تھی چھپ جاتی ہے۔ پس اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو بڑی بات ہے۔ یہ غلطیاں خصوصاً اس دور میں بہت رواج پا گئی ہیں۔ کیوں کہ پیروں میں کشفی نسبت بہت کم یاب ہے اور پھر مریدین بھی ضعف ہمت کے باعث اجازت ارشاد اور بشارات مقام کے لئے بے چین رہتے ہیں۔

تیسرا مکتوب

صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ نسبت کے معنیٰ

تم نے پوچھا تھا کہ صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ نسبت کے کیا معنی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ عربی لغت میں لفظ نسبت کا مطلب طرفین کا تعلق ہے، اور صوفیہ کی اصطلاح (۵) میں یہاں وہ تعلق مراد ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جسے متکلمین صانع اور مصنوع کے تعلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے کوزے کی نسبت کمہار سے ہوتی ہے اور بظاہر کتاب و سنت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے

اگر صوفیہ وحدت الوجود کے ماننے والے ہیں تو وہ اس نسبت کی تعبیر کثرت میں وحدت

Marfat.com

کے ظہور سے کرتے ہیں۔ جیسے موج وحباب کی صورتوں میں پانی کا ظہور۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کثرت ہماری حقیقی وحدت میں کبھی حاوی نہیں ہوتی۔ اس تعبیر کا ماحصل حق سے خلق کا عینیہ اثبات ہے۔ اور اس کے مفہوم کو تاویلات اور تمثیلات کے ساتھ عقلی وشرعی طور پر پیش کرتے ہیں۔

اگر صوفیہ وحدت الشہود سے تعلق رکھتے ہیں تو اس نسبت کو اصل اور ظل کے تعلق سے ثابت کرتے ہیں۔ جیسے سورج سے نکلنے والی شعاع کو سورج سے نسبت ہے۔ یہاں ظل سے مراد تجلی ہے۔ یعنی مرتبہ ثانیہ میں کسی چیز کا ظاہر ہونا اور یہ کثرت ظلی بھی سورج کی حقیقی وحدت کا مقام نہیں ہو سکتی۔ پہلی اور دوسری تعبیر میں اتنا فرق ہے کہ ظل کی کوئی اور حقیقت اپنی اصل سے الگ نہیں ہے۔ وہی اصل ہے جس نے مرتبہ، ثانی میں ظہور کر کے خود کو ظل ظاہر کیا ہے۔ لیکن ایک کو دوسرے کے مشابہ خیال کرنا درست نہیں، مگر یہ مشابہت موج اور دریا (کی تشبیہ) میں صحیح ہے۔ اس لئے شہودیہ اس تعبیر کے مطابق اثبات غیریت اس طرح کرتے ہیں کہ توحید وجود حقیقی میں خلل واقع نہ ہو اور کتاب و سنت سے یہ بات بآسانی استنباط کی جاسکے۔

پہلی تعریف کے مطابق نسبت کا مفہوم وجودی صوفیہ کی کتابوں سے معلوم کرنا چاہیے۔

شہودی صوفیہ کے نزدیک اس کی تعریف اس طرح ہے کہ حقائق ممکنات علم الٰہی کے مرتبے میں عدم اور وجود سے مرکب ہیں۔ اس طرح کہ اعدام اضافیہ یعنی عدم العلم جو جہل سے عبارت ہے۔ اور عدم القدرت وغیرہ جسے عجز کہنا چاہیے۔ جن کے علیحدہ علیحدہ مفہوم ہیں۔ اور ان سے مرتبہ الٰہی کا ثبوت پیدا ہوتا ہے۔ صفات حقیقیہ کے آئینے جو ان عدمات کے مقابل ہیں اور ان صفات کے عکس ان آئینوں میں منعکس ہوتے ہیں۔ اور یہ مخلوط تعینات عالم کے مبادی ہیں۔ ان کے نزدیک اعیان ثابتہ فی العلم، اعدام اضافیہ اور صفات حقیقیہ کے پرتو سے مرکب ہیں۔ اور خارج ظلی کے آئینوں میں جو خارج حقیقی کا ظل ہے۔ آثار خارجیہ کا مصدر بن گئے ہیں۔ بس ان کے نزدیک اعیان خارجیہ وجود ظلی میں موجود ہیں۔ اور خارج ظلی میں متحقق ہیں، جو وجود حقیقی کے تحقق کا موطن ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ موجود ہے اور اس کے توابع سب ظلاً یا انعکاساً خدا کی ذات سے مستفاد ہیں۔ کیوں کہ

Marfat.com

وجود حقیقی کے ساتھ خارج حقیقی میں سوائے خدا کے کوئی چیز موجود نہیں، پس یہی توحید ہے۔

چونکہ عدم شر اور نقص کے پیدا ہونے کا مقام ہے اور وجود خیر اور کمال کا مبداء ہے اور دنیا عدم اور وجود دونوں سے مرکب ہے۔ بلکہ عدم اس کا ذاتی اور وجود عاریتی ہے [اور وجود حق بسیط ہے اور خیر محض اور حسن محض ہے اور عین عالم نہیں ہوسکتا (۶)] اس لئے دنیا حسن وقبح کا مجموعہ ہوگی۔ لیکن تمام وجوہ حسن خدا کی ذات سے مستفاد ہیں۔ برائی کی تمام اقسام عدم کی طرف سے آتی ہیں۔ جب سالک اپنی استعداد کی قوت سے اور جذب مشائخ سے جو جذبہ الٰہی کا پرتو ہے، سیر علمی کے ذریعہ امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی کی طرف سفر کرتا ہے جو ظلمانی اور نورانی حجابوں کے دور ہو جانے سے عبارت ہے اور حدیث کے مطابق خدا اور خلق کے درمیان حائل ہے، تو اس نسبت محاذات کی برکات جو ظاہر اور مظہر کے درمیان متحقق تھے، وہ ان پردوں کے ہٹ جانے سے جو سالک کے تعین کے آئینہ پر شمس حقیقی کے انوار کے منعکس ہونے میں مانع تھے، دور ہو جاتے ہیں اور انوار کی فراوانی اس آئینہ کو ڈھانپ لیتی ہے، اس حالت کو ''نسبت فنا'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فنا کے بعد لازم ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر مقام کے مطابق وہبی وجود عطا ہو، جس سے سالک بشریت کے کارخانے اور شریعت کے احکام کو قائم رکھ سکے۔ اس کو ''نسبت بقائی'' کہتے ہیں۔ پس اگر سالک تمام ''ظلمانی اور نورانی'' حجابات دور کر کے ''صفات اور شیونات'' کی تجلیات سے گزر کر ''تجلی ذات بحت'' سے مشرف ہو جائے اور زمانہ نبوت باقی ہو تو وہ نبی ہو جاتا ہے اور عصمت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے جہاں شر کے صادر ہونے کا احتمال باقی نہیں رہتا، ورنہ امکان سے وجوب کی طرف جتنی مسافت طے کی ہے اس کے مطابق عدم سے جو شر محض ہے دور ہو جاتا ہے۔ اور ظلمات عدم انوار کے غلبہ سے مضمحل ہو جاتی ہیں اس لئے سالک مصدر خیر بن جاتا ہے۔ چونکہ احیاناً وقوع شر کا احتمال باقی ہے ولی اور نائب نبی ہو جاتا ہے۔ اور وہ بنی نوع کی تربیت و اصلاح کرتا ہے۔ اس لئے کہا گیا کہ انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں (۷)۔

ظہور نسبت کے یہی معنی ہیں جو اس قوم (صوفیہ) کی اصطلاح ہے۔ اور مختصراً یہی صوفیہ، شہودیہ مجددیہ کا مشرب ہے۔ رحمہم اللہ۔

Marfat.com

چوتھا مکتوب

حضوری اور حصولی علم کا بیان

مخدوما! آپ کا سوال ہے کہ حصول فنا کے بعد دوامی حضوری لازماً ہے [لیکن سالک کو] جناب حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی غفلت ہوتی ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟

جاننا چاہیے کہ اس شبہہ کی بنیاد جس اشتباہ پر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم دو قسم (۸) کا ہے۔ حضوری اور حصولی، حضوری تو نفس عالم کو لازم ہے یا اس کا عین ہے۔ جیسے علم نفس اپنے اور اپنے عوارض کے بارے میں اور حصولی، عقل و حواس کے توسط سے ذہن کے آئینہ میں معلومات کی صورتوں کا حاصل ہونا ہے، اور سالک جو سیر علمی کے ذریعہ امکان کی پستی سے وجود کی بلندی تک پہنچتا ہے تو یہ علم اس کے لئے حضوری ہو جاتا ہے حصولی نہیں رہتا۔ اور جناب الٰہی سے عارف کے علم حضوری کے تعلق کی کیفیت یہ ہے کہ صوفیہ کے نزدیک اشیاء کا وجود ظلی ہے حقیقی نہیں۔ یعنی یہ کثرت جو دکھائی دیتی ہے حضرت وجود حقیقی کا پرتو ہے، اور خارج میں وجود واحد کے علاوہ کوئی اور وجود متحقق نہیں ہے، ظلال کا تعدد و تکثر دراصل کثرت شیونات کی وجہ سے ہے اور ظل جب تک اپنی اصل سے غافل ہے اور اپنی ظلیت سے آگاہ نہیں ہے وہ اپنے پندار میں اپنا مستقل وجود سمجھتا ہے۔ اور گفتگو کے دوران لفظ ''میں'' سے اس وجود وہمی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور جب صوفیہ کی اصلاح کے مطابق وہ مسافت (سلوک) طے کر لیتا جو خدا اور مخلوق کے درمیان سے نورانی اور ظلمانی حجاب دور ہونے سے عبارت ہے اور حدیث سے ثابت ہے تو اپنی اصل سے واصل ہو جاتا ہے۔ اور خود کو واصل کے پرتو سے زیادہ نہیں پاتا اور اپنے وجود اور اس کے توابع کو اصل سے مستعار سمجھتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ ظل کی حقیقت علیحدہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ وہی اصل ہے جس نے مرتبہ ثانی میں تعین ظلی کے ساتھ ظہور کیا ہے۔ اس پر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ ''میں'' کا مرجع اور مشار الیہ وہی اصل ہے نہ کہ

Marfat.com

پرتو اوراس وقت اس کا علم حضوری جواس تعین ظلی کو لازم تھا، اصل سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اولاً لفظ ''انا'' کا اشارہ اصل کی طرف راجع ہوتا ہے اور چونکہ یہ اصل کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہے اس لئے پھر وہ ''انا'' ظل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور جب یہ حالت مستقل طور پر رہتی ہے تو اسے دائمی حضوری کہتے ہیں۔ اور تحقیق فنا کے بعد اس حضوری کو زوال نہیں ہے۔ اگر کبھی اس کیفیت میں فتور واقع ہو جائے تو وہ ضعف علم العلم میں ہوتا ہے نہ کہ عین علم حضوری میں (۹)۔

جب تک عارف کے حواس باقی ہیں علم حصولی عوام الناس کی طرح باقی رہتا ہے۔ کیوں کہ بشری امور کا ظہور اس پر موقوف ہے۔ اس علم کو بارگاہ خداوندی میں ہرگز بار نہیں کیوں کہ حواس کا اس بارگاہ میں کوئی دخل نہیں۔

اس اشتباہ کا سبب یہ ہے کہ [سالک] علم العلم کے مغالطہ کو علم حضوری کا فتور سمجھ کر دوام حضور سے منکر ہو جاتا ہے۔ حضرت [عمر] فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''اصلی واجهز الجیش'' (میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں) یہاں ان دونوں علوم کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ لشکر کی تیاری کا تعلق حصول علم سے ہے اور نماز میں حضوری کا ہونا علم حضوری سے متعلق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آنجناب کی نماز بے حضوری نہیں ہو سکتی اور جہاد کی تدبیر تصور اسباب کے بغیر ممکن نہیں۔

پس جب تک دونوں طرح کے علم بیک وقت حاصل نہ ہوں [جو دو عبارتوں کا تداخل ہے (۱۰)] یہ دونوں کام ایک ہی وقت میں ایک شخص سے نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں خلیفہ ثانی [حضرت عمر] کے قول کے معنی بھی صحیح نہیں رہتے۔ فافہم [اس پر غور کرو] والسلام۔

Marfat.com

پانچواں مکتوب

ان شبہات کے جوابات جو حضرت مجدد قدس سرہ کے کلام پر کئے گئے ہیں

برخوردار! ان شبہات کے متعلق جو بے وقوفوں کے نزدیک حضرت مجدد الف ثانی قیوم ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقامات کرامت آیات پر کیے جاتے ہیں، تمہارے سوالات نظر سے گزرے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ان اعتراضات کی بنیاد جہالت ہے یا حسد پر۔ انکار کرنے کی رسم بہت پرانی ہے۔ اہل تعصب نے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر کی تکفیر میں بہت سے رسالے لکھے ہیں اور حضرت مجدد نے دفع دخل کے طور پر اپنے مکاتیب میں ان تمام شبہات کے جوابات دیے ہیں (۱۱)۔ آپ کی اولاد امجاد میں سے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ (۱۲) لکھا ہے اور حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''کشف الغطاء عن وجہ الخطاء'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ تالیف کیا ہے۔ آں جناب کے ایک مخلص مولانا محمد بیگ ترکی ثم المکی نے بھی ایک رسالہ ''عطية الوهاب الفاصلة بين الخطا والصواب'' (۱۳) کے نام سے لکھا ہے۔ جو بطور سوال و جواب ہے اور محمد برزنجی شاگرد شیخ (ابراہیم) کردی ثم المدنی کے رسالہ کے رد میں مرتب کیا ہے اور عرب کے چاروں مذاہب کے علماء کی مہریں اس پر ثبت کروائی ہیں۔

غیر معروف معارف جب ظاہر ہوتے ہیں تو حسد کا سبب بنتے ہیں اور مادہ حسن ان معارف غیر متعارف کی بنا پر ہے جو آنجناب (حضرت مجدد) سے قرونِ اولیٰ میں شیوع پذیر ہوئے۔ مشہود بالخیر قرون ثلثہ کے بعد پردہ کموں میں چلا گیا تھا۔ اور آپ (حضرت مجدد) کی طینت مطہرہ کی خصوصیت سے ظاہر ہوا۔ کیوں کہ یہ آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت مقدسہ کا بقیہ تھا۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ پہلے ان مقالات کے قائل (فاعل) کی طرف نظر کی جائے، اگر وہ کتاب وسنت کا تابع ہے اور اس کے اکثر اعمال واقوال میزان شریعت پر موزوں ہیں تو اس کے کلام کے

Marfat.com

متشابہات کی تاویل اس کے کلام کے محکمات کے موافق کی جائے یا اسے ڈھکی چھپی باتوں کے جاننے والے یعنی خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اسے معذور سمجھا جائے۔ کیوں کہ اس قوم (صوفیہ) کو بہت سے عذر ہوتے ہیں۔ کبھی ان کی عبادات حال کے غلبہ میں ان کی مرادات کی مساعدت نہیں کرتیں اور کبھی معلومات کشفی میں وہم اور خیال کے مخلوط ہو جانے سے غلطی ہو جاتی ہے اور اس خطا میں وہ ''اجتہادی خطا'' کی طرح معذور ہیں اور کبھی ان کی اصطلاح کی اطلاع بہتر نہیں ہوتی پس ان امور کے پیش نظر اعتراض ترک کرنا لازم ہے۔ خاص طور پر حضرت مجدد کے کلام کرامت انتظام پر اعتراض کرنا بالکل فضول ہے۔ کیوں کہ ان کے طریقے کی بنیاد اتباع سنت پر ہے، اور ان کی تصانیف بھی ایسی ہی نصیحتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اس فتنہ کے ہیجان کا بڑا سبب توحید وجودی سے انکار اور توحید شہودی کا ماننا ہے کیوں کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لے کر آپ کے دور مبارک تک لوگوں کے ذہنوں پر وحدت الوجود کا مسئلہ چھایا ہوا ہے حضرت مجدد کا توحید وجودی سے انکار کرنا علمائے ظاہر کے انکار کی طرح نہیں ہے بلکہ جس مقام سے وحدت الوجود کے ماننے والے بات کرتے ہیں۔ آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اسے تسلیم کرتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ اصلی مقام کو اس سے زیادہ بلند بتاتے ہیں اور غیریت کو جو خدا اور مخلوق کے درمیان ہے اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ وہ وجود حقیقی (جو خارج حقیقی میں متحقق ہے) کی وحدت میں مخل نہ ہو، وحدت الوجود کے ماننے والوں کے خلاف جو خلق اور خالق کے درمیان عینیت ثابت کرتے ہیں۔ وحدت وجود اور شہود کا مسئلہ دیگر خطوط میں علیحدہ لکھا گیا ہے۔ والسلام۔

چھٹا مکتوب

بعض شبہات کا جواب

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جان جاناں کی طرف سے مولوی صاحب (۱۴) مہربان سلمہ الرحمٰن

Marfat.com

مطالعہ فرمائیں۔ آپ کا ایک طویل التفات نامہ ملا۔ جس میں حضرت قیوم ربانی مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے "مقامات کرامت سمات" پر شبہات کیے گئے ہیں۔

مخدوما! یہ شبہات صرف اس لئے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی کی اصطلاحات کو اچھی طرح سمجھا نہیں گیا۔ اگر حضرت کے مکتوبات کی تین جلدیں میسر ہوں تو ان کا مطالعہ کریں، اطمینان ہو جائے گا۔ (خاطر جمع ہو جائے گی)۔ تعمیل ارشاد کے طور پر میں چند باتیں لکھتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ حضرات صوفیہ لفظ وجود کے معنی تین طرح سے کرتے ہیں۔ ایک وجود بمعنی کون (ہونا) اور حصول یعنی حاصل ہونا جو کہ امر انتزاعی اور معقول ثانوی ہے، دوسری وجود منبسط جو پہلے معنی کے انتزاع کو متغیر کرنے والا اور صادر اول ہے، یہ جو انتزاع معنی اول کے منشا اور ظاہر وجود کا، دونوں وجود ذات باری تعالیٰ سے متاخر ہیں اور ذات ان دونوں وجود سے مصدر آثار نہیں ہو سکتی۔ تیسرا وجود وہ ہے جو اول الاوائل اور مبداء المبادی ہے، اور اس قوم (صوفیہ) کے خیال میں عین ذات ہے، اور ذات اس وجود سے مصدر آثار ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ذات تعالیٰ خود اپنے آثار کا مصدر ہے۔ جب وجود اور ذات حقیقت میں ایک ہوں تو آثار کے صادر ہونے کو چاہے وجود سے منسوب کرو چاہے ذات سے مطلب ایک ہی ہے۔ پس یہ اختلاف لفظی ہے۔ تسلسل کو یہاں کیا دخل ہے، تسلسل تو اس وقت لازم آتا ہے جب وجود حق تعالیٰ کسی دوسرے وجود سے مستفاد ہوتا اور اس وجود سے مصدر آثار ہوتا اس موجود کا بھی ایسا ہی حال ہوتا، آپ (حضرت مجدد) کا لفظ وجود کائنات خداوندی پر اطلاق کرنا اور حمل بالمواطات (۱۵) سے ایک دوسرے سے بچنا احتیاط کی وجہ سے ہے، کیوں کہ شرع میں یہ اطلاق کہیں وارد نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات توفیقی ہیں۔

تمہارے دو شبہے جو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور حقیقت محمدی پر حقیقت کعبہ کی فضیلت کے بارے میں ہیں وہ مکتوبات کی تیسری جلد (۱۶) سے رفع ہو جائیں گے۔ ان شبہات کا جواب تو بہت طویل ہوگا۔

Marfat.com

جو کچھ آپ نے حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول:

قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ

(میرا یہ پاؤں تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے)

کے بارے میں لکھا ہے اگر معاصرین سے مخصوص کریں تو آں جناب پر کیا نقصان عاید ہوتا ہے اور ادب کی وجہ سے متقدمین کو مستثنیٰ کرنا لازم ہے۔ کیوں کہ ان میں کچھ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ اور اجداد ہیں۔ اس حدیث کے مطابق:

لایدری اوله خیر ام آخره (۱۷)

[امت کے بارے میں از خود یہ معلوم نہیں کیا جاسکتا کہ (دین پھیلانے میں) اس کا اول بہتر ہے یا آخر]

متاخرین مستثنیٰ ہوجاتے ہیں کیوں کہ تقدیم اور تاخیر نسبی امر ہے۔ اور وہ ہر متاخر کا ایک متاخر ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا متاخران سے افضل ہو۔ (کمالات نبوت کے علاوہ دیگر کمالات قطعی طور پر ختم نہیں ہوئے) (۱۸) آپ کے التفات نامہ کے مطابق میں حق اور باطل میں فرق کرنے پر مامور تھا اور:

المامور معذور اللهم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلا

(جو کسی کام پر مامور ہو معذور ہوتا ہے، اے خدا ہم کو تو سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ دکھا)

والسلام۔

ساتواں مکتوب

حمد وصلوٰۃ کے بعد فقیر جان جاناں کی طرف سے مطالعہ فرمائیں۔ آپ کا التفات نامہ ملا، جس میں آپ نے دریافت کیا تھا کہ جناب قیوم ربانی مجدد الف ثانی اور محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کس کو افضلیت حاصل ہے؟

Marfat.com

مخدوما! فضیلت کی دو قسمیں ہیں، جزوی اور کلی۔ ظاہر ہے کہ آپ کا سوال جزوی فضیلت کے بارے میں نہیں ہے، اور فضل کلی قرب الٰہی کے زیادہ ہونے پر منحصر ہے۔ اس کا تعلق باطن سے ہے، اور عقل کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ مگر مناقب کی کثرت یا قلت سے مطلب کا سراغ لگایا جاسکتا ہے لیکن افادہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نقل عبارت ہے کتاب وسنت اور قرن اول کے اجماع سے، یہ بھی ظاہر ہے کہ دونوں بزرگوں کے وجود مبارک کتاب وسنت اور اجماع کے ورود سے متاخر ہیں اور شرع کے یہ تینوں اصول اس سلسلہ میں خاموش ہیں۔ کشف میں غلطی کا احتمال ہے۔ اور مخالف پر حجت نہیں، اور مریدوں کے اقوال قابل اعتبار نہیں کیوں کہ مریدوں کو اپنے پیروں سے غلو کی حد تک محبت ہوتی ہے، اور ایسا صاحب کشف بھی نظر نہیں آتا، جو ان دونوں حضرات کے کمالات کا احاطہ کر سکے اور ان میں سے کسی ایک کی فضیلت کلی کا قطعی فیصلہ کرے، اس لئے سلامتی کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کو علم الٰہی کے سپرد کر دیا جائے اور ایسی فضول باتوں سے اجتناب کیا جائے، اور ان دونوں بزرگوں کے فضائل کا قائل ہونا چاہیے۔ اس باب میں لب کشائی بے ادبی ہے کیوں کہ یہ مسئلہ دینی ضروریات میں سے نہیں ہے کہ اس پر بات کرنا لازم ہو، وہ انتہائی محبت جو ہمیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے ہے، کے سامنے دم مارنا مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ بات عقل کی حدوں سے گزر گئی ہے (۱۹):

ہرگز در بیش و کم نمی باید زد
از حد بروں قدم نمی باید زد
عالم ہمہ مرأت جمال ازلی است
می باید دید و دم نمی باید زد

ترجمہ:۔ کمی اور بیشی کی طرف ہرگز توجہ نہیں دینی چاہئے اور حد سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہئے۔ تمام کائنات جمال ازلی کا آئینہ ہے۔ اسے دیکھنا چاہئے اور دم مارنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

Marfat.com

آٹھواں مکتوب

ان دو مفاہیم کی تطبیق جو حضرت مجدد کے کلام سے معلوم ہوتے ہیں

مخدوما! آپ نے تحریر کیا ہے کہ حقائق ممکنات کے مسئلہ میں حضرت مجدد کا مکشوف یہ ہے کہ واحدیت کے مرتبہ میں جو خانہ علم الٰہی میں کمالات الٰہیہ کی تفصیل سے عبارت ہے، ہر صفت کمال کے مقابلے میں اس صفت کے عدم اضافی نے ثبوت اور تمائز پیدا کیا ہے۔ جیسے علم کی صفت کے مقابلہ میں عدم العلم جسے جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے (۲۰)۔ علیٰ ہذا القیاس۔

وہ متمائز کرنے والے اعدام آئینوں کے مقابلے کی وجہ سے ان صفات کے انوار یا پرتو بن گئے ہیں اور تعینات عالم کے مبادی اور ممکنات کے حقائق بن گئے ہیں۔ یہ اعدام ان حقائق کے مواد کی جگہ ہیں اور ان میں عکوس اور ظلال صور حالہ کی جگہ ہیں۔ اسی وجہ سے ممکنات کے اعیان خارجیہ ان حقائق کے مرکز پر مصدر آثار ہوئے ہیں۔ وجود اور عدم دونوں قبول کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے خیر اور شر کے مصادر ہوتے ہیں، حضرت مجدد کا مکشوف یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام والصلوۃ کی تعینات کی مبادی صفات ہیں۔ یہی ظلال مذکورہ کے اصول ہیں۔ اور وجود وجوبی رکھتے ہیں۔ اس لئے چاہیے کہ ان حضرات کے حقائق میں عدم داخل نہ ہو حالانکہ یہ حضرات بھی ممکنات میں سے ہیں۔ اور آپ کی تحقیق کے مطابق ممکن کی حقیقت بے خلط عدم نہیں ہوتی۔ تو پھر تطبیق کی وجہ کیا ہے؟

مخدوما! چونکہ علم الٰہی میں وجودات صفات مقدسہ اور اعدام متمائزہ کے درمیان مقابلہ اور محاذات مقرر ہیں اس لئے جس طرح اعدام آئینہ صفات ہوگئے ہیں، صفات بھی ان اعدام کے آئینہ ہوگئے ہیں۔ لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے کہ صفات مادے کی جگہ، اور اعدام صور حالہ کی بجائے ہیں۔ اس صورت میں جہت عدم حقیقت اور جہت وجود قوی ثابت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے شر کا صدور نہیں ہوتا لیکن ان کا خارجی وجود عدم اور

Marfat.com

وجود دونوں کو قبول کرتا ہے امکان کا ثبوت دینے کے لئے ان حضرات کے حقائق میں عدم کا اتنا دخل کافی ہے۔ والسلام۔

نواں مکتوب

اس قول کی توضیح کہ جب تک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے، کافر فرنگ سے بدتر ہے

آپ نے پوچھا تھا کہ ایک بزرگ (۲۱) کا قول ہے کہ جب تک ایک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے، کافر فرنگ سے بدتر ہے۔ یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے؟ کیوں کہ صوفی مومن ہے۔ اور کبھی وہ عالم اور متقی بھی ہوتا ہے۔ صحو اور افاقہ کی حالت میں اپنے اوصاف اور اعراض کا علم بھی رکھتا ہے۔ ایک ہی نوع کے افراد میں ایک کی دوسرے پر فضیلت کا انحصار انہی اوصاف اور اعراض پر ہے نہ کہ ذات اور حقیقت پر، اس لئے اس علم کے باوجود کہ کافر فرنگ کفر و معاصی سے متصف ہے اور اس علم کے باوجود کہ صوفی ایمان اور فضائل سے بہرہ ور ہے کس طرح خود کو اس سے بدتر سمجھ سکتا ہے؟ اور اگر تکلفاً ایسا کرتا ہے تو وہ ان فضائل کو اس کے رذائل سے برا سمجھتا ہے۔

اس عقیدے کی خرابی شرعاً و عقلاً ظاہر ہے۔

مخدوما! ہمارے مجددی حضرات کے مذہب میں حقائق ممکنات، اعدام اضافیہ اور صفات حقیقیہ کے ظلال سے مرکب ہیں۔ یعنی اعدام نے علم الٰہی میں اسماء و صفات کے تقابل کی وجہ سے علم الٰہی میں ثبوت پیدا کر لیا ہے۔ اور اسماء و صفات کے انوار کے آئینے بن کر تعینات عالم کے مبادی ہو گئے ہیں، اور خارج ظلی میں کہ ظل خارج حقیقی ہے، خدا کی قدرت سے وجود ظلی میں

Marfat.com

موجود ہیں۔اس ترکیب کی وجہ سے آثار خیر وشر کے مصدر ہوتے ہیں۔عدم ذاتی کی وجہ سے کسب شر کرتے ہیں۔اور وجود ظلی کی وجہ سے کسب خیر۔ یہ پوشیدہ بات نہیں ہے کہ عالم حس میں جب کوئی شخص سورج کی روشنی سے لبریز آئینہ کو دیکھے تو پہلی مرتبہ اسی روشنی کو دیکھتا ہے نہ کہ آئینہ کو، کیوں کہ آئینہ تو انوار کی کرنوں سے مستور ہوگیا ہے اور ذات پر نگاہ کرے گا تو اس تعین مراتی کو دیکھے گا نہ کہ انوار کو،، کیوں کہ اس کی نظر ظاہر پر نہیں ہے۔پس صوفی کی نظر نیک وبد اشیاء کے ظاہر پر ان مظاہر کے وجود کے سبب جو اس میں ظاہر ہیں اور مصدر خیر وشر ہوئے ہیں، پڑتی ہے۔اس وجود کی وجہ سے جو اس میں ظاہر ہونے والا ہے، خیر ہوا ہے۔اور جب خود دیکھتا ہے تو اس کی نظر اپنے عدم ذاتی کی جہت پر پڑتی ہے، جو منشاء شر ہے، خود کو خیر وکمال سے مطلقاً عاری پائے گا ، اور وہ خیر وکمال جو اس نے وجود سے عاریتاً حاصل کیے ہیں ان میں اپنا پن پائے گا۔ اس لئے مجبوراً خود کو کافر فرنگ اور دوسری اشیاء بد سے کمتر سمجھے گا۔

یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کے کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کامل صوفی کبھی اپنی طرف خیر وکمال کو منسوب نہیں کرتا، بلکہ انہیں مستعار سمجھتا ہے۔فنائے تام اور مشہود صحیح کے حاصل ہونے کے معنی بھی یہی ہیں، اگر صوفی کی نظر اپنی جہت وجود اور اپنے مستعار انوار پر پڑتی ہے اور اس کی جہت مراتیب جو کہ عدم ہے مستور ہو جاتی ہے تو پھر وہ ''انا الشمس'' کا دعویٰ کر دیتا ہے۔اور حسین بن منصور رحمتہ اللہ علیہ کے ''انا الحق'' کہنے کا یہی راز ہے۔اگر چہ وہ اسے دیکھنے سے معذور تھے، لیکن دیکھنے میں خطا کی، اور سکر کے غلبہ کی وجہ سے جہت عدم اور جہت وجود میں تمیز نہ کر سکے۔اور اس راستے کے بہت سے سالکوں سے ایسی غلطی ہو جاتی ہے۔سوائے اس شخص کے جسے خدا اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

دسواں مکتوب

اس شبہہ کا ازالہ کہ "ایک ولی جو شدید مرض میں مبتلا ہوئے لیکن اس مرض سے شفا کے لئے دعا نہیں کی، جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی دفع مرض کے لئے دعا کرنے سے ولی کے صبر کا پیغمبر کے صبر پر فضیلت لازم آتی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ایک بزرگ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح ایک بڑی بلا میں گرفتار ہوئے، اور ایک بزرگ ان کی عیادت کے لئے گئے تو پوچھا کہ کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ حال تو ظاہر ہے۔ لیکن ابھی تک میں نے رب انی مسنی الضر (۲۲) (اے خدا مجھے تکلیف نے گھیر لیا ہے) نہیں کہا۔ یعنی حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح نہ تنگ آیا اور نہ ہی امان اور پناہ مانگی۔ ایسی صورت میں اس بزرگ کا مقام صبر حضرت ایوب کے مقام صبر سے بلند معلوم ہوتا ہے، چوں کہ مقام صبر بہت ارفع ہے۔ اس لئے اس ولی کی حضرت ایوب علیہ السلام پر فضیلت لازم آتی ہے (لیکن یہ بات اجماع کے خلاف ہے (۲۳)) اس لئے اس شبہہ کا حل لازم ہے۔

جواب: مخدوما! بظاہر یہ شبہہ وارد ہوتا ہے، لیکن اگر غور کریں تو اس میں شبہہ کی گنجائش نہیں ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے تو کہا تھا:

رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین
(اے خدا مجھے مصیبت نے گھیر لیا ہے اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے)

نیز یہ بھی کہا تھا:

انی مسنی الشیطان بنصب و عذاب (۲۴)
(اے خدا شیطان نے مجھے مصیبت وایذا میں مبتلا کیا ہے)

بظاہر یہ آیات بے صبری اور بے تابی کی دلیل ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جو مخفی اور دلوں کا جاننے والا ہے، فرماتا ہے:

Marfat.com

انا وجدناه صابراً نعم العبد انه اوّاب

(ہم نے اسے صابر اور اپنے بندوں میں اچھا پایا وہ بے شک ہماری طرف بہت رجوع کرنے والا ہے)

اس لئے معلوم ہوا کہ ان کی یہ بے صبری بھی صبر کا ایک لطیفہ ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ان کی بے صبری کے باوجود ان کے صبر کا اقرار نہ کرتا، اس کا راز یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا نفس شریف مدت دراز تک مختلف مصائب مثلاً مال اور اولاد کی ہلاکت، مرض کی شدت، فقر اور لوگوں کی ان سے (اور ان کے ساتھیوں سے (۲۵)) نفرت وحقارت پر صابر رہا اور جب نزول رحمت کا وقت قریب آ گیا تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ ان مصائب کا حل آہ وزاری پر منحصر ہے۔ اس وقت بے صبری کا اظہار ادب ہے تو آپ مقام صبر سے ترقی کر کے مقام رضا میں پہنچے، جو کہ قرب کے تمام مقامات پر فوقیت رکھتا ہے اور بے صبری کی عار پر صبر کیا، اور آہ وزاری کرنے لگے، اس ادب کے صلہ میں ''نعم العبد'' بنے اور ''انہ اواب'' (وہ ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے) کے منصب کا خلعت ملا۔ کیوں کہ اوّاب مشتق ہے، اوب سے جس کا مطلب ہے ''رجوع''، یعنی اتنے سال کے صبر کی وجہ سے آپ نے اپنے نفس کی خواہش کی طرف رجوع نہیں کیا، بلکہ خدا کی رضا کی طرف رجوع کیا (کہ اظہار بے صبری اس وقت منظور تھا (۲۶)۔ الحمد للہ خدا نے ان کے صبر کی داد دی اور ظاہری بے صبری کے باوجود ان کے باطن کے حال کو پیش نظر رکھ کر ان کے صبر کا اثبات کیا اور فرمایا:

انا وجدناہ صابراً نعم العبد انه اوّاب

(ہم نے اسے صبر کرنے والوں اور اچھے بندوں میں پایا، بے شک وہ ہماری طرف رجوع کرنے والا ہے)

اور جو کچھ حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فص ایوبی میں فرماتے ہیں کہ غیر سے شکوہ کرنے سے اپنے نفس کو باز رکھنے کا نام صبر ہے تو حضرت ایوب نے کسی غیر سے شکوہ نہیں کیا۔ اپنا حال خدا کے حضور پیش کیا اس لئے صبر ترک نہیں کیا اس شبہہ کا جواب ابھی مکمل نہیں ہوا، جب اس

Marfat.com

ولی نے خدا سے آہ وزاری نہیں کی اور دم نہیں مارا تو اس ولی کے صبر کی فضیلت اس نبی کے صبر پر ہنوز باقی ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ولی کو نبی پر فوقیت نہ ہو، اس بے چارے ولی نے جو کمالات نبوت کے مذاق سے اور حقیقت عبودیت اور کمال مقام رضا کی خبر نہیں رکھتا، جو کچھ اس نے سکر کے غلبے میں کہا ہے وہ اس سے معذور ہے۔ والسلام۔

گیارھواں مکتوب

ذکر جہر اور ذکر خفی کا بیان (٢٧)

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح رہے کہ بعض حنفی فقہا نے ذکر جہر کے انکار میں غلو کیا ہے۔ اور اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور کچھ محدثین نے ثابت کیا ہے کہ ذکر جہر کی شرعی حیثیت ہے اور ذکر جہر کو ذکر خفی پر فضیلت دی ہے۔ (دراصل) دونوں فریق افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ اور انصاف سے نہیں کہتے، یہ مقام تحقیق طلب اور محاکمہ چاہتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ لفظ ذکر کا مطلب ہے یاد کرنا۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اول ذکر لسانی، اس میں قلب کے آگاہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات اعتبار سے ساقط اور غفلت کی اقسام میں سے ہے۔ دوسرے ذکر قلبی ہے، جس میں زبان حرکت نہ کرے، صوفیہ کی اصطلاح میں یہ ذکر خفی ہے۔ صوفیہ کے مراقبات کی بنیاد اسی پر ہے، اور تمام سلاسل تصوف کا یہی معمول ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ کبھی ذات بحت کا حضور مراد ہے جو صفت کے ملاحظہ کے بغیر ہے اور کبھی اس کی صفات کے ملاحظہ سے، یہ دونوں وجوہ اس آیت سے ماخوذ ہیں:

واذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خیفةً و دون الجھر من القول بالغدو والاٰصال (٢٨)

Marfat.com

(اور صبح وشام اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور ڈر سے آواز نکالے بغیر یاد کرو)

دوسرے مذکور کی حضوری چاہتا ہے۔ اس کی نعمتوں اور بخششوں کے منسوبات کو ملاحظہ کر کے موثر پر اثر کے استدلال کا یہ طریقہ ہے۔ شرع کی زبان میں اسے فکر سے تعبیر کرتے ہیں جو یقین کے زیادہ ہونے کے لئے مفید ہے۔ اور کتاب وسنت اس کے فوائد سے بھری پڑی ہے۔

ذکر کی تیسری قسم ذکر لسانی ہے جو ذکر قلبی کے ساتھ کیا جائے، ذکر کی تمام اقسام میں یہ سب سے مکمل قسم ہے۔ اس کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک یہ کہ ذاکر ذکر میں اسماع نفس پر اکتفا کرے اور اسی کو شرع کی زبان میں ذکر خفی کہتے ہیں جو اس آیت سے ماخوذ ہے:

ادعو اربکم تضرعاً و خفیة انه لا یحب المعتدین (۲۹)

(اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو، بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں)

دوسرا ذکر وہ ہے جو دوسروں کو بھی سنائی دے اسے شرع میں جہر کہتے ہیں۔ اور خاص موقعوں پر بعض مصلحتوں کی وجہ سے جہر کو خفی پر افضلیت ہے۔ لیکن مطلق افضل نہیں ہے۔ جیسا کہ "صلوۃ جہریہ" میں اذان اور قرات جہر سے پڑھنا کیوں کہ اس کا مقصد سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کرنا اور غافلوں کو تنبیہ کرنا ہے۔

ذکر خفی میں یہ حکمت ہے کہ نفس عمل سمع اور ریا سے پیدا ہونے والے فساد سے محفوظ رہتا ہے، جو قبول عمل میں مانع ہے۔ ذکر خفی کی ذکر جہر پر فضیلت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ بلکہ اس حدیث کے مطابق تو ذکر جہر سے منع کیا گیا ہے:

انکم لا تدعون اصم ولا غائباً (۳۰)

(بے شک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے)

مخصوص کیفیات کے ساتھ ذکر جہر اور مراقبات اطوار معمولہ (۳۱) کے ساتھ جو دور آخر میں رواج پا گئے ہیں، کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں ہیں۔ بلکہ حضرات مشائخ نے الہام اور اعلام کے طور پر اخذ کیے ہیں، ورنہ شرع اس باب میں خاموش ہے۔ یہ دائرہ اباحت میں داخل ہے، اور اس میں

Marfat.com

فائدہ یقینی ہے (۳۲) اور انکار کرنا ضروری نہیں اور ظاہر ہے کہ جو کتاب وسنت سے ثابت ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کتاب وسنت میں نہیں ۔۔ اگر چہ وہ کسی وجہ سے بھی مباح اور مفید ہو۔

شداد بن اوس کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہر سے کلمہ طیبہ کے ذکر کی جو تعلیم دی وہ اوسط درجے کا جہر تھا نہ کہ مروجہ جہر، جیسا کہ اس حدیث کے شروع میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا، اس کے بعد ذکر کی تعلیم دی جو مکمل اخفا کی طرف اشارہ کرتی ہے (۳۳)۔ گفتگو جہر کے جواز یا عدم جواز کی نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی فضیلت میں ہے ذکر جہر مطلقاً ذکر خفی پر فضیلت دینا نصوص سے انکار کرنے کے مترادف ہے اور ذکر جہر کی تمام اقسام کا انکار کرنا بھی ایسا ہی ہے، بعض مواقع پر جہر کی شرعی حیثیت موجود ہے۔ ذکر خفی میں مراقبات معمولہ کا مسنون ہونا ثابت ہے۔ اور اس ذکر جہر کی مشروعیت جو متاخرین میں رائج ہے، فضول ہے، چہ جائے کہ اس کی فضیلت ثابت کی جائے (۳۴) اور دونوں فریقوں میں جو لوگ مجادلہ کرتے ہیں وہ کسی طرح قابل قبول اور لائق التفات نہیں اور افراط وتفریط تو بہت بری ہے۔ اعتدال ہی اچھا ہے، بہتر کلام وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ والزم متابعة المصطفیٰ علیه التحیة والثناء

(سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنے لئے لازم کیا)

بارھواں مکتوب

سماع کے باب میں

مخدوما! سماع کے مسئلہ میں ائمہ فقہا اور حضرات صوفیہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین میں سخت اختلاف ہے (۳۵)۔ پہلا فرقہ فساد کے دروازے کو بند کرنے کی مصلحت سے کہتا ہے کہ سماع قطعی

Marfat.com

حرام ہے۔ دوسرا فرقہ غلبہ ذوق کے تقاضے سے اسے مطلقاً حلال بتاتا ہے۔

لیکن انصاف یہ ہے کہ سماع دو قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ کوئی شخص جو فتنہ کا باعث نہ بنے موزوں کلام کو موزوں آواز میں محذور شرعی کی مداخلت کے بغیر گائے اور سننے والوں کو باطن میں اس سے کوئی فساد پیدا ہونے کی بجائے ان کے دل میں خوشی یا حزن پیدا ہو، سماع کی یہ قسم البتہ مباح ہے، کیوں کہ یہ مرکب ہے دو مباح چیزوں یعنی کلام موزوں اور آواز موزون سے۔۔۔۔۔ تو پھر یہ کس طرح غیر مباح ہو، نیز قرن اول میں شرعی تقریبات مثلاً نکاح اور ولادت کے مواقع پر اکابر کا معمول رہا ہے، اور امت کے اتقیاء و علماء نے کبھی کبھی ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ لیکن ان بزرگوں سے یہ عمل اتفاقاً ہوا ہے، انہوں نے اس کا کبھی التزام نہیں کیا۔

دوسری قسم وہ ہے جسے ”غالی متاخرین“ نے رواج دے کر انتہا کو پہنچا دیا ہے، اور بہت سے غیر شرعی امور کو ان میں شامل کر دیا ہے (۳۶)۔ اس قسم کے سماع میں جس قدر غیر مباح امور شامل ہوں گے یہ اسی قدر حرام ہوگا، اور محرمات کے مباح ہونے کا اعتقاد متفقہ طور پر کفر تک پہنچ جائے گا۔

ارباب کمال میں سے اگر ایک جماعت ”سماع مباح“ سے رغبت نہیں رکھتی تو یہ ان کے ذوق کی بات ہے نہ کہ شرعی احکام کی۔ مثلاً شراب پینے والا میٹھی چیز پسند نہیں کرتا اور افیون کھانے والا نمکین چیز سے رغبت نہیں رکھتا، حالاں کہ ان میں سے ایک دوسرے کی نقل کو حرام نہیں کہتا۔ اسی طرح سلسلہ چشتیہ کے حضرات (۳۷) کی نسبت کا نشہ شراب کے نشے کی طرح ہے وہ سکوت کے بجائے شور و نغمات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی نسبت افیون کے نشے کی طرح ہے۔ یہ شور اور ہنگامے کی بجائے سکوت سے محظوظ ہوتے ہیں۔ پس اس اختلاف کی وجہ ذوق طبع ہے نہ کہ دین و شرع۔ تمام طریقوں کے اکابر دین و ملت کے تابع ہیں نہ کہ حرص و ہوا کے، نیز غیر مباح سے اجتناب کرنے کے سلسلہ میں سب متفق ہیں اور دونوں سلسلوں کے جہلا قابل اعتماد نہیں۔ افراط و تفریط ممنوع ہے۔

اس مسئلے کی تفصیل کے لئے امام حجۃ الاسلام غزالی (۳۸) اور شیخ الشیوخ سہروردی (۳۹)

Marfat.com

وغیرہ جیسے محققین کی کتابیں دیکھنی چاہیے۔

خدا کا شکر ہے کہ بندہ سماع غیر مباح سے تائب اور سماع مباح کو ترک کر چکا ہے، اباحت وغیرہ اباحت کے عقیدہ میں کتاب وسنت کا تابع ہے ذوق ووجدان کے متعلق اس سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس سلسلہ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ صحیح احوال اور بلند مقامات کے بزرگوں نے سماع مباح میں اپنی جانیں دی ہیں۔ اور جو علمائے صوفیہ کے مذاق سے واقف، عقل سلیم اور اچھا ذوق رکھتا ہے وہ اس تحریر کی قدر جانتا ہے (۴۰)۔ پس بہترین کلام وہی ہے جو مختصر اور مدلل ہو۔　　والسلام۔

تیرھواں مکتوب

مسئلہ جبر واختیار

مخدوما! جبر واختیار کے مسئلہ میں علماء نے بہت کچھ کہا ہے۔ لیکن دل کو ابھی تک تسلی نہیں ہوئی چونکہ بعض دینی مقدمات کو سمجھنے کے لئے عقل کافی نہیں ہے، ورنہ بندوں کی اصلاح کے لئے وحی کے نزول کی ضرورت نہ ہوتی۔

جاننا چاہیے کہ مستقل اختیار اور جبر محض کا دعویٰ کتاب وسنت سے انکار کو لازم کرتا ہے۔ کیوں کہ بندوں کے اعیان کی طرح ان کے اعمال بھی قرآن (نص جلی) کے مطابق خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں، پھر مکمل اختیار کہاں ہوا؟ اور مجبور انسان سے مواخذہ کرنا محض ظلم ہے اور عقل وشرع کے مطابق اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ظلم ممکن نہیں، پھر جبر محض کس لیے؟ یہ ظاہر ہے کہ ہمارے افعال حرکات کی طرح مرتعش نہیں ہوتے، بلکہ علم، ارادہ اور قوت کے ساتھ چلتے ہیں۔ پس یہی اختیار کا

Marfat.com

حصہ اور فعل اختیاری کا مطلب ہے۔ لیکن ان تینوں قوتوں کا ظاہر ہونا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر جب بھی خدا چاہتا ہے انہیں دیتا ہے۔ اور یہی حصہ جبر اور فعل اضطراری کا مطلب ہے۔ چونکہ اختیار نام اور جبر محض متحقق نہیں ہوا اس لئے یہ امر متوسط ہے۔ جیسا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب سے ظاہر ہے جو انہوں نے امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو دیا تھا کہ:

لا جبر و لا تفویض ولکن امر بین امر ین

(انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ تمام اختیار اسے دیا گیا ہے بلکہ معاملہ دونوں کے درمیان ہے)

اور شرع میں اس امر متوسط کو لفظ کسب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فعل عباد کے علاوہ اس لفظ کا اطلاق کہیں اور نہیں کیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے افعال جبر و اختیار کا مجموعہ ہیں۔ اور اسی اختیار ضعیف پر تکلیف کا انحصار ہے۔ پس بندوں کے اسی اختیار ضعیف کے باعث ہی رحمت کو غضب پر سبقت دی ہے۔ حالانکہ صفات الٰہیہ میں کوئی صفت دوسری صفت پر سبقت نہیں رکھتی۔ جب خدا کے افعال ہمیشہ علم ارادہ اور قدرت کی وجہ سے ہیں اور افعال عباد میں ان تین صفات کی مسبوقیت کی وجہ سے ایک طرح افعال خداوندی سے مشابہت رکھتے ہیں، اور حرکات اضطراری جو مجبور محض ہیں مناسبت نہیں رکھتیں۔ اگر محاسبہ ان افعال کی طرف توجہ کرے تو یہ انصاف کے منافی نہیں ہے (۴۱)۔

طریقہ صوفیہ کے مطابق حصہ اختیار کو اس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک ذرات کائنات میں سے ہر ذرہ میں کل کا ظہور ہوتا ہے۔ کیوں کہ خدا کا وجود بسیط حقیقی ہے۔ اس کے حصے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہتے ہیں:

کل شی فیه کل شی

(ہر چیز میں ہر چیز ہے)

چونکہ اختیار بھی صفات و شان خدا میں سے ایک صفت اور ایک شان ہے، پس یہ لازم ہوا کہ مظاہر کائنات کے ہر مظہر میں خصوصاً انسان میں جو منصب خلافت سے مشرف ہے کچھ حصہ اختیار

Marfat.com

کا بھی متحقق ہو، اگرچہ وہ ضعیف ہے، تکلیف اور امرونہی کی بنیاد اسی پر ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور خیر الوریٰ پر درود و سلام۔

چودھواں مکتوب

آئین کفار ہند کا بیان

آپ نے پوچھا تھا کیا کفار ہند بھی مشرکین عرب کی طرح بے اصل دین رکھتے ہیں یا اس کی کوئی اصل تھی (جو بعد میں) منسوخ ہو گئی۔ اور ان کے پیشروؤں کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے؟

تحقیق و انصاف کے ساتھ اجمالاً (۴۲) لکھا جاتا ہے، جاننا چاہیے کہ اہل ہند کی قدیم کتابوں (۴۳) سے جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی پیدائش کے آغاز میں رحمت الٰہی نے ان کی دنیا اور عاقبت کی اصلاح کے لئے "بید" نامی ایک کتاب برہما نام کے ایک فرشتے کے ذریعے بھیجی تھی، جو دنیا کی ایجاد کا وسیلہ ہے، یہ کتاب چار دفتروں پر مشتمل ہے اور احکام امر و نہی اور ماضی و مستقبل کی خبریں اساس میں درج ہیں۔ اس کے مجتہدوں نے اس میں سے چھ مذاہب نکالے ہیں۔ اور اصول عقائد کی بنیاد اس پر رکھی ہے۔ اور اسے "دھرم شاستر" کا نام دیا ہے یعنی فن ایمانیات جو علم کلام ہی ہے۔ نوع انسانی کو چار فرقوں میں تقسیم کیا ہے اور اس کتاب سے چار مسلک نکالے ہیں۔ ہر فرقہ کے لئے ایک مسلک مقرر کیا ہے۔ اور فروعی اعمال کی بنیاد اس پر رکھی ہے، اسے انہوں نے "کرم شاستر" کا نام دیا ہے۔ یعنی فن عملیات، جسے ہم علم فقہ کہتے ہیں۔ چونکہ وہ نسخ احکام کے منکر ہیں اور ہر دور اور زمانے کے اہل دانش کی طبیعتوں کے مطابق تبدیلی لازم ہے۔

Marfat.com

دنیا کی طویل عمر کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔اور ہر حصے کا نام ”جگ“ رکھا ہے۔اور ہر جگ کے لئے چاروں دفتروں سے طریقہ عمل اخذ کیا ہے۔ان کے متاخرین نے اس میں جو تصرفات کیے ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں۔ان کے تمام فرقے توحید باری تعالیٰ پر اتفاق رکھتے ہیں اور دنیا کو مخلوق جانتے ہیں۔دنیا کے فنا ہونے، نیک و بد اعمال کی جزا، حشر اور حساب کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو علوم عقلی و نقلی، ریاضات، مجاہدات، تحقیق معارف اور مکاشفات پر ید طولیٰ حاصل ہے۔[ان کے کتب خانے اب تک محفوظ ہیں اور ان لوگوں میں بت کی رسم الوہیت میں شرک کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت دوسری ہے (۴۴)] ان کے عقلا نے انسانی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔پہلا حصہ تحصیل علوم دوسرا حصول معاش اور اولاد، تیسرا اعمال کی صحت اور نفس کی اصلاح اور چوتھا ترک و تجرید میں جو کہ انسانی کمال کی انتہا ہے۔اور نجات کبریٰ جسے مہا مکت کہتے ہیں، اسی پر موقوف ہے۔اس دین کے قواعد و ضوابط میں مکمل نظم و نسق ہے۔پس معلوم ہوا کہ یہ مقبول (پسندیدہ) دین تھا جو اب منسوخ ہو گیا، اور شرع میں سوائے یہود و نصاریٰ کے دین کے منسوخ ہونے کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں، حالانکہ ان کے علاوہ بھی بہت سے دین منسوخ ہوئے اور بہت سے پیدا اور ختم بھی ہوئے۔ جاننا چاہیے کہ آیت کریمہ کے مطابق:

وان من امة الا خلا فيها نذير (۴۵)

(اور ہر امت میں کوئی نہ کوئی خوف خدا دلانے والا ہوا ہے)

دوسری آیت میں ہے:

ولكل امة رسول (۴٦)

(اور ہر امت میں ایک رسول ہوا ہے)

اور بعثت کے (بارے میں) دیگر آیات بھی ہیں۔ممالک ہند میں انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔جن کے احوال ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، اور ان کے (باقی) آثار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچ گئے تھے اور رحمت عامہ نے اس وسیع مملکت کے

Marfat.com

انسانی معاملات کو فراموش نہیں کیا (۴۷)۔ (مشہور ہے (۴۸)) کہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے اور ہر قوم پر صرف اپنے پیغمبر کی اطاعت واجب تھی نہ کہ دوسری قوم کے نبی کی۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد جو خاتم المرسلین اور تمام بنی نوع انسان کے لئے نبی ہیں کا مذہب مشرق ومغرب کے تمام ادیان کو منسوخ کرنے والا ہے۔ اور جب تک دنیا قائم ہے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی مجال نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے آج تک ایک ہزار ایک سو اسی سال گزرے جس نے اسے قبول نہ کیا وہ کافر ہے لیکن (ظہور اسلام سے) پہلے کے لوگ نہیں۔ اور شرع اس آیت کے حکم کے مطابق:

منهم من قصصنا عليک ومنهم من لم نقصص عليک (۴۹)

(سابقہ رسولوں میں سے) کسی کے حالات تم سے بیان کیے اور کسی کے حالات بیان نہیں کیے)

اکثر انبیاء کے احوال کے بیان میں خاموش ہے۔ اس لئے ہندوستان کے انبیاء کے حق میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ نہ تو ہمارے لئے ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر وہلاکت کا یقین لازم ہے اور نہ ہی ان کی نجات کا یقین ہمارے لئے واجب ہے۔

صرف حسن ظن رکھنا چاہیے (۵۰)۔ بشرطیکہ تعصب نہ ہو۔ اسی طرح اہل فارس کے حق میں بلکہ ہر ملک والوں کے لئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں اور جن کے بارے میں شرع خاموش ہے، ان کے احکام وآثار متعدل مسلک کے مناسب وموافق ہیں، اسی قسم کا عقیدہ رکھنا بہتر ہے۔ کسی کو قطعی دلیل کے بغیر کافر کہنا آسان نہیں سمجھنا چاہیے اور ان کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو اللہ کے حکم سے اسی عالم کون وفساد میں تصرف رکھتے ہیں یا بعض کاملوں کی روحیں جو اجسام سے ترک تعلق کے بعد بھی اس دنیا میں تصرف رکھتی ہیں یا بعض زندہ افراد جو ان کے خیال کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام کی طرح زندہ، جاوید ہیں، ان کے بت بنا کر ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اس توجہ کے سبب کچھ مدت کے بعد صاحب صورت سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں اسی کی بنیاد پر دنیاو

Marfat.com

عاقبت کے تعلق سے اپنی حاجتیں پوری کر لیتے ہیں۔ یہ عمل ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو مسلمان صوفیہ کا معمول ہے کہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں اور اس سے فیض یاب ہوتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے شیخ کا بت نہیں بناتے۔ لیکن اس کا کفار عرب کے عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ وہ تو بتوں کو اپنی ذات سے موثر اور متصرف کہتے ہیں۔ اور اللہ کے تصرف کا ''الٰہ'' نہیں سمجھتے تھے اور انہیں زمین کا خدا جانتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو آسمان کا۔ جو (الوہیت میں) شرک ہے۔

ہندوؤں کا سجدہ، سجدہ تحیت ہے نہ کہ عبودیت ۔۔۔ کیوں کہ ان کے مذہب میں ماں، باپ، پیر اور استاد کو سلام کی بجائے یہی سجدہ کیا جاتا ہے۔ اور اسے ''ڈنڈوت'' کہتے ہیں ۔۔۔ تناسخ (۵۱) پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا (۵۲)۔ والسلام۔

پندرھواں مکتوب

رفع سبابہ کا بیان

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات میں سے ایک مکتوب (۵۳) میں رفع سبابہ سے منع فرمایا ہے۔ لیکن آپ حضرت مجدد سے اتنی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور رفع سبابہ کو جائز رکھتے ہیں۔ حالانکہ محبت کرنے والے پر محبوب کی اتباع لازم ہے۔

مخدوما! اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کی پیروی اپنے بندوں پر فرض کی ہے چنانچہ فرماتا ہے:

وما كان لمومن ولا مومنة اذا(انا)قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم (۵۴)

(اور کسی مسلمان مرد اور عورت کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ اور رسول حکم فرمائیں تو وہ اپنے معاملہ میں اپنا اختیار استعمال کریں)

Marfat.com

اور حضرت رسول علیہ السلام فرماتے ہیں:

لایومن احد کم حتیٰ یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ(۵۵)

(تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو)

حضرت مجددالف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کامل ہیں، اپنے طریقہ کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھی ہے۔ اور علماء نے رفع سبابہ کے حق میں صحیح احادیث و فقہ حنفیہ کی روایات پر مشتمل رسائل(۵۶) تصنیف کیے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ یحییٰ (۵۷) رحمتہ اللہ علیہ فرزند اصغر حضرت مجدد نے اس موضوع پر ایک رسالہ (۵۸) لکھا ہے اور انہیں ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے رفع سبابہ کی نفی ہوتی ہو۔ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کا رفع سبابہ ترک کرنا اجتہاد کی بنا پر ہے۔ اور وہ سنت جو نسخ نہ ہوئی ہو، مجتہد کے اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے۔ سنت سے انگلی اٹھائے جانے کا ثبوت مل جانے کے بعد بھی اس وجہ سے ترک کرنا کہ حضرت مجدد نے ترک کیا تھا، معقول بات نہیں ہے۔ خود حضرت مجدد ترک سنت میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ اور حضرت مجدد حنفی مذہب رکھتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی واترکوا قولی بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(جب حدیث ثابت ہو جائے تو میرا مذہب وہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی موجودگی میں میرا قول چھوڑ دو)

اس لئے امید ہے کہ حضرت مجدد اس امر اجتہادی کو ترک کرنے اور صحیح احادیث سے اخذ کرنے پر ناراض نہیں ہوں گے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مجدد کو اپنے وسیع علم کے باوجود یہ معلوم نہیں تھا کہ رفع سبابہ کا ثبوت ملتا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے زمانہ مبارک تک ہندوستان میں وہ کتابیں اور رسائل مشہور نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کی نظر مبارک سے نہیں گزرے، آپ نے ترک کر دیا، ورنہ آپ رفع سبابہ ہرگز ترک نہ کرتے۔ کیوں کہ آپ اس امت کے اکابر

Marfat.com

میں سے سب سے زیادہ متبع سنت تھے اور اگر یہ کہا جائے کہ کشف کے ذریعے آنحضرت علیہ التحیۃ کی رضامندی نہ پاکر آپ نے اسے ترک کر دیا، تو ہم کہتے ہیں کہ کشف طریقت کے معاملات میں تو معتبر ہو سکتا ہے لیکن احکام شریعت کے لئے حجت نہیں ہے نیز اس خط میں آپ نے کشف کا کوئی دعویٰ نہیں کیا (۵۹)۔ یہ جزوی مخالفت حضرت مجدد کے قاعدہ کلی یعنی اتباع سنت کی ترغیب میں ہے اور عمدہ نتائج کی حامل ہوگی۔ والسلام۔

سولھواں مکتوب

حدیث کے مطابق عمل کرنا

آپ نے حدیث کے مطابق عمل کرنے اور ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔

مخدوما! حدیث پر عمل کرنے کے سلسلے میں شیخ محمد حیات (۶۰) محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ (۶۲) لکھا ہے جس کی تلخیص فارسی میں لکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

(اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا فرمان بردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا)

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یومن احد کم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ

(تم میں سے کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہیں ہوتی)

Marfat.com

یہ صحیح حدیث ہے، ابو القاسم بن اسمٰعیل بن فضل اصفہانی نے کتاب الحجۃ میں اس کی روایت کی ہے اور روضۃ العلماء (۶۲) میں درج ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اترکو قولی بخبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقول الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم

(جب رسول اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول مل جائے تو میرا قول چھوڑ دو۔)

اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قول ہے:

اذا صح الحدیث فھو مذھبی (۶۳)

(جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے)

پس اگر کسی کو فن حدیث میں مہارت ہو اور ناسخ از منسوخ اور قوی اور ضعیف کے فرق کو پہچانتا ہو وہ اگر حدیث ثابت پر عمل کرے تو وہ امام صاحب کے مذہب سے خارج نہیں ہو جاتا کیونکہ امام صاحب کا یہ قول "**اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی**" اس سلسلے میں متحقق ہے اور اگر اطلاع کے باوجود کوئی حدیث صحیح پر عمل نہ کرے تو اس نے امام صاحب کے اس قول:

اترکو اقولی بخبر رسول

(جب حدیث مل جائے تو میرا قول ترک کردو)

کی مخالفت کی اور یہ مخفی نہیں ہے کہ اس امت کا کوئی عالم بھی تمام احادیث کا احاطہ نہیں کر سکا۔ چنانچہ امام صاحب کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں میرا قول ترک کردو، اس امر کا ثبوت ہے کہ امام صاحب تک بھی تمام حدیثیں نہیں پہنچی تھیں بلکہ ان میں سے بعض رہ گئیں اور کیوں نہ رہ جاتیں کہ خلفائے راشدین جیسے امت میں سب سے بڑے علماء سے بھی جو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے تھے، بعض حدیثیں فوت ہو گئیں۔

اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو فن حدیث سے واقف ہو۔ ظاہر ہے کہ امت کے افراد پر پیغمبر کا اتباع واجب ہے لیکن ائمہ میں سے کسی کا اتباع واجب نہیں اور اہل امت کو اختیار ہے کہ وہ جس مجتہد کا مذہب چاہیں اختیار کریں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنے سے حضرت امام ابوحنیفہ

Marfat.com

کے مذہب سے خارج ہو جاتا ہے اگر اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہو تو وہ لائے (۶۴)۔

البتہ ان مشہور مذاہب میں سے ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونا تفصیل کا محتاج ہے۔

امام سیوطی نے (اس موضوع پر) رسالہ "جزیل المواھب فی انتقال المذاھب" (۶۵) تالیف کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا جائز ہے۔ امام رافعی نے اس کی تائید کی ہے اور امام نووی نے بھی اس کا اتباع کیا ہے اور روضۃ (۶۶) میں لکھتے ہیں کہ مذاہب کی تدوین کے بعد کیا یہ جائز ہے کہ مقلد ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہو جائے؟

ہم کہتے ہیں کہ مقلد پر لازم ہے کہ دونوں مذہب کے مجتہدوں کے مطابق طلب علم کرے، اور جب اسے یقین ہو جائے کہ دوسرا اگر وہ زیادہ عالم ہے تو وہ جائز ہے، بلکہ واجب ہے۔ اگر اسے اختیار بھی دے دیں تو بھی جائز ہے۔ انتہا۔

مقلد کی بھی کئی حالتیں ہیں۔ عقل کا تحصر بھی چار چیزوں سے خالی نہیں۔ کیوں کہ مقلد عامی ہے یا عالم، ان دونوں کے انتقال مذہب کی وجہ دینی ہے یا دنیاوی اس لئے اگر جاہل ہے اور فقہ سے واقف نہیں اور اپنے مذہب کے بارے میں سوائے نام کے کچھ نہیں جانتا اور صرف مال وجاہ کے لئے مذہب بدلتا ہے تو یہ اس کی گھٹیا حرکت ہے۔ نیز اس کی تبدیلی مذہب محض خلل ہے۔ اگر وہ عالم اور فقیہ ہے اور دنیا کے لئے مذہب تبدیل کرتا ہے تو یہ زیادہ سخت ہے۔ گویا کہ وہ مذاہب کے ساتھ مذاق کرتا ہے، صرف دنیا کے غرض کے لئے یہ ناجائز ہے۔

اگر اپنے مذہب میں وہ فقیہ ہے اور انتقال مذہب کا سبب دینی ہے اور دوسرے مذہب کو اس کے نزدیک قوی دلائل کے ساتھ ترجیح حاصل ہے تو اس پر انتقال واجب اور ایک روایت کے مطابق جائز ہے۔ اور اگر وہ فقہ سے واقف نہیں ہے اور اپنے مذہب میں تفقہ کے باوجود جاہل رہا اور دوسرے مذہب کو اپنے لئے زیادہ آسان اور جلد سمجھ میں آنے والا خیال کیا اور دوسرے مذہب میں

Marfat.com

فقہ کی حیثیت حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے تو ایسے شخص کے لئے بھی انتقال واجب ہے۔ کیوں کہ مذہب میں تفقہ جہالت سے بہتر ہے۔ کیوں کہ کسی ایک مذہب میں مرتبہ تفقہ حاصل کرنا تمام مذاہب کے جہل سے بہتر ہے۔ غالباً جاہل کی عبادت صحیح نہیں ہوتی۔ اور اگر انتقال کا کوئی دینی یا دنیاوی مقصد نہیں ہے۔ بلکہ محض عمل کی وجہ سے ہے تو عام کے لئے بھی جائز ہے۔ لیکن فقیہ کے لئے ممنوع ہے۔ کیوں کہ اس نے ایک مدت میں اس مذہب کا فقہ حاصل کیا ہے اور اگر اس نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا تو اس مذہب کا فقہ حاصل کرنے کے لئے اسے پھر ایک عمر درکار ہے۔ اور عمل جو اصل مقصد ہے، نہیں ہو سکے گا۔ پس اس کا مذہب تبدیل نہ کرنا ہی سب سے بہتر ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی غیر حنفی، مذہب میں آئے تو جائز ہے اور حنفی مذہب کا دوسرے میں جائے تو یہ ناجائز ہے، یہ محض تعصب ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں، کیوں کہ حقیقت میں تو سب امام برابر ہیں اور اگر حنفی مذہب یا کسی دوسرے مذہب کی تقدیم کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث وارد ہوتی تو اس مذہب کی تقلید امت کے ہر فرد پر واجب ہوتی۔ اور دوسرے مذہب کی تقلید ناجائز ہوتی۔ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔

صاحب جامع الفتویٰ (۶۷) نے جو کہ حنفی مذہب ہیں، کہا کہ مرد یا عورت کا مذہب شافعی سے مذہب حنفی میں جانا جائز ہے۔ لیکن یہ انتقال تمام مسائل میں ہونا چاہیے نہ کہ صرف چند مسائل میں، ماضی اور حال کے بہت سے بزرگوں نے مسلک تبدیل کیا ہے اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے (۶۸)۔

جو کوئی اس کے خلاف کہے اس کا قول بے دلیل، ناقابل قبول اور نامعقول ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلامتی ہو۔

Marfat.com

سترھواں مکتوب

صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

آپ نے لکھا تھا کہ امیر معاویہ بن ابی سفیان اموی صحابی اور ان کے معاونین و تابعین عفی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ مذہب اہل سنت کے علماء صحابہ کے آپس کے اختلافات کی حسن ظن کی بناء پر تاویل کرتے ہیں جو خیر القرون کے لئے لازم ہے۔ اگر قابل تاویل نہ ہو تو جناب الٰہی کے سپرد کرتے ہیں۔ اور طعن و تشنیع کو ممنوع جانتے ہیں کیونکہ تینوں زمانوں کے علماء محدثین اور مجتہدین قرب زمان کی وجہ سے ان کے حالات سے پوری طرح واقف تھے۔ اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کی خطا کا اقرار کرنے کے باوجود اس جماعت پر طعن (۶۹) نہیں کرتے۔ اگر لشکر شام اور کوفہ کے درمیان چند روز کے لئے جنگ اور طعن ہوئی بھی ہو تو وہ محض شدت تعصب کی بنا پر تھی، نہ اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر سمجھتے تھے (۷۰)۔ اس تعصب کا ذکر معتبر کتب میں موجود ہے۔ اس فتنہ کی ابتداء امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ہوئی۔

سب سے زیادہ سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ تنازعہ کے وقت وہاں صحابہ کے تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک فرقہ خلیفہ برحق حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہو گیا۔ دوسرا امیر شام کے ساتھ اور تیسرا غیر جانب دار رہا (توقف کر گیا)۔

اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے محدثوں اور مجتہدوں نے ان تینوں فرقوں کے اصحاب سے اخذ حدیث میں مساوی وثوق سے کام لیا ہے اگر تینوں فرقوں میں سے کسی ایک کو کافر اور فاسق سمجھتے تو اس فرقے کی روایات کو قبول نہ کرتے اور اپنے اجتہاد و استنباط کی بنیاد اس فرقے پر نہ رکھتے اور اگر اس پر طعن کریں تو ملت دین اسلام برہم ہو جائے (۷۱)۔ اس لئے ان پر طعن کرنے سے

Marfat.com

زبان کو روکنا چاہیے۔ اس لئے کہ دینی حکمت اسی میں ہے (۷۲)۔ اور صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت اس کے علاوہ ہے۔ اگر مخالفین یہ کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اصحاب کا احترام زیادہ لازم ہے تو یہ بھی قبول ہے، لیکن اہل قرابت کی طرف سے ان کے مخالفین کی واضح تکفیر ثابت نہیں ہے جو وحشت ونفرت تنازعہ کے لئے لازم ہے، اسی طرح خیر القرون والوں سے ایسی غلطی کا سرزد ہونا بہت بعید ہے اور اس میں گھن کا پہلو نمایاں ہے۔ اگرچہ وہ خطاء، خطاءٔ اجتہادی (۷۳) کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کی محبت تمام افراد امت پر واجب ہے۔ اور اگر اشکراہ درمیان نہ ہوتو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقراباء کی اذیت میں رضامندی لازم آتی ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ بحث مناسب نہیں ہے اس مقام پر مکمل افسوس کے ساتھ خاموشی ہی مناسب ہے۔

چونکہ شیعہ فرقہ نے مسلک اعتدال سے انحراف کر لیا ہے اور بے اصل روایات پر اعتماد کرتے ہیں اور ان پاک نفوس کو اپنے خبیث نفوس کے مطابق خیال کرتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ صحابہ کرام کی تکفیر کرنے لگے (۷۴) جو تواتر حدیث کے مبداء اور کتاب وسنت کے ناقل ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ایسا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) جن پر خدا نے نبوت ختم کر دی اور اسے تمام انسانوں کا سردار بنایا اور اس کے دین کو تمام دینوں کا ناسخ (منسوخ کرنے والا) بنا کر قیامت تک باقی رکھا۔ اور جس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وما ارسلنک الا رحمة للعالمين (۷۵)

(ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا)

وہ جماعت جو عہد نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہی اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تادم حیات جان ومال کے خرچ اور خدمت کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ترویج شریعت میں کسی قسم کا دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ کیا وہ حضرت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دستگیری سے کفر کے بھنور سے بھی نہ نکل سکے اور ساحل نجات تک نہ پہنچ سکے؟ طرفہ یہ ہے کہ

Marfat.com

یہ لوگ خدا اور رسول کے بارے میں عجیب حسن ظن رکھتے ہیں۔ اگر خدانہ خواستہ ایسا ہی ہو جیسا کہ وہ سابقین کے بارے میں گمان کرتے ہیں تو ایسے خدا سے بعد میں آنے والوں کو رحمت کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اور ایسے پیغمبر سے شفاعت کی کیسے امید رکھی جا سکتی ہے؟

سابق پیغمبروں اور ان کی امتوں کے احوال پوشیدہ نہیں ہیں اور اس قوم کے اولیا کے حالات بھی چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ ہرگز سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا کہ ان بزرگوں میں سے کسی کے انتقال کے بعد اس کے تمام مخلصین مرتد اور منکر ہو گئے ہوں۔ اور اس کی آل و اولاد سے عداوت کی ہو۔ ایسی صورت میں پیغمبر کی بعثت سے جس کا مقصد قوم کی اصلاح ہوتا ہے، کیا فائدہ؟ اس حساب سے تو خیر القرون، شر القرون بن گیا۔ خیر الامم شر الامم ہو گئے۔ خدا انصاف نصیب کرے۔ والسلام۔

اٹھارھواں مکتوب

عقیدہ اہل سنت و جماعت کا اجمالی بیان

بعد حمد و صلوٰۃ آپ نے لکھا تھا کہ صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جو شیعہ سنی اختلاف ہے اس سے دل کو اطمینان نہیں ملتا۔ ملت کے اعتقاد کی بنیاد حدیث پر ہے اور حدیث میں جھوٹ اور سچ دونوں ہیں۔ مگر متواتر احادیث کہ جن سے استفادہ یقین دلاتا ہے، بہت کم ملتی ہیں۔ اس لئے اطمینان حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

مخدوما! یہ مسئلہ ضروریات دین اور ارکان اسلام میں سے نہیں ہے۔ توحید باری تعالیٰ اور نبوت کی تصدیق نجات کے لئے کافی ہے۔ ایمان مجمل (۷۶) نجات دلانے والا اور کلمہ طیبہ کی تصدیق اور اقرار (لسانی) کرنے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور یہی کافی ہے۔ صحابہ اور اہل بیت

Marfat.com

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مجمل حسن ظن رکھنا چاہیے چونکہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ حسن خدمت اور قرب قرابت رہا تھا اس لئے ان سے محبت لازم ہے۔ بس یہی کافی ہے۔

ان حضرات کے تفصیلی حالات کے لئے تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ ہیجان اور فتنہ کا موجب ہے (۷۷)۔ کیوں کہ عصمت کا منصب اہل سنت کے مذہب میں حضرات انبیاء علیہم التحیۃ والثنا کے لئے مخصوص ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ عقیدہ رکھنا ناجائز ہے، چاہیے وہ صدیقین اور اولیاء ہی کیوں نہ ہوں۔ ان میں کبھی مخالفت ہوتی ہے لیکن جلد ہی دور ہو جاتی ہے اور حد درجہ صاف باطن ہونے کے باعث تصفیہ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ نفوس خبیثہ ان اکابر کو اپنے جیسا قیاس کرتے ہیں، ان کی آپس کی عداوت و کینہ کو مستقل ثابت کرتے ہیں۔ اس کی فروعات تلاش کر کے رائی کا پہاڑ بناتے ہیں، جو ساقط الاعتبار ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس طبقے کا انکار کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کی تاثیر سے انکار کیا جائے۔ اور پیغمبر کے دنیا میں بھیجے جانے کے فائدے سے انکار کیا جائے۔ ایک روز میں اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہا تھا کہ ان شکوک کے مہلکات سے مجھے نجات کا راستہ مل جائے تو میرے باطن پر یہ "عبارت" وارد ہوئی:

قل امنت باللّٰہ کما ھو عند نفسہ وبرسول اللّٰہ کما ھو عند ربہ وبالہ واصحابہ کما ھو عند نبیھم

(تو کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا، جیسے کہ وہ اپنے نزدیک ہے، اور رسول اللہ پر جیسے کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور اصحاب پر جیسے کہ وہ اپنے نبی کی بارگاہ میں ہیں)

ظاہر بات ہے کہ یہ مطالب عالی تمام اختلافات سے برتر ہیں۔ یہ امر خدا کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یہ نفس الامر (۷۸) کا مرتبہ ہے۔ اس مقام پر کوئی فرقہ دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا:

Marfat.com

فالحمد للّٰہ علی نوالہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ
(خدا کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر اس کے رسول اور آل پر صلوٰۃ وسلام ہو)

انیسواں مکتوب

اس حدیث کے بیان میں کہ بارہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے

آپ نے لکھا تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میرے بعد قریش (۷۹) سے بارہ خلفاء ہوں گے" (۸۰) اہل سنت کے نزدیک ان کے بارہ خلفاء میں سے چار تو وہ ہیں جنہوں نے خلافت خاصہ حاصل کی۔ اور آٹھ وہ ہیں جنہوں نے خلافت پر تسلط کیا۔ اور کفار کے ساتھ جہاد اور کلمہ حق کی تبلیغ کی۔ اور شعیہ بارہ اماموں سلام اللہ علیہم کو کہتے ہیں۔ آپ کے خیال میں کون حق بجانب ہے؟

مخدوما! اہل سنت حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ لفظ خلافت عمومیت کا حامل ہے۔ خلافت ظاہری بھی ہو سکتی ہے اور باطنی بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے لئے ظاہری و باطنی دونوں طرح کی خلافت لازم ہے۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو امر خلافت کو چلائے ظاہری خلافت کا چلنا قدرت واستطاعت پر موقوف ہے۔ یعنی نفاذ حکم کے لئے خزانہ اور فوج لازم ہے۔ ظاہر ہے کہ چاروں خلفاء کے بعد جنہوں نے تیس سال حکومت کی اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے چھ ماہ تک کی۔ ان کے بعد ائمہ اظہار میں سے کوئی کسی وقت بھی اس امر پر قادر نہ ہوا۔ اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے اس قول کی تعبیر کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے اس بات کی دلیل ہے (۸۱)۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی بجائے اہل بیت یا بنی ہاشم

Marfat.com

فرماتے۔اس لئے دونوں مذاہب میں اس طرح اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ دین کی ترویج جو اسباب ظاہر پر موقوف ہے۔(اور قالب اسلام کی بجائے ہے جو ان کے دم سے ہوئی اور دین کے باطن کی تقویت کہ اسلام کی حقیقت اس قالب کی روح کی بجائے ہے)(۸۲) جو حضرات ائمہ علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کی وجہ سے ہوئی۔

چنانچہ صوفیہ اہل سنت بارہ اماموں کی قطبیت تسلیم کرنے میں متفق ہیں۔چاروں خلفاء اور حضرت امام حسن رضوان اللہ علیہم میں یہ دونوں خصائص جمع تھے۔

امیر شام (امیر معاویہ) اور حضرت امام حسن سلام اللہ علیہ کے درمیان صلح کے بعد سے لے کر حضرت امام مہدی صاحب الزمان سے بھی باطنی خلافت کا تعلق ہے۔نیز صاحب الزمان کی ذات سے بھی ظاہری و باطنی خلافت متحقق ہے۔اور دوسرے خلفاء میں بسلسلہ ظاہری خلافت، مجھے بارہ کے عدد کے تعین میں تکلف ہے۔　　　　والسلام۔

بیسواں مکتوب

حضرت عائشہ کی حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملال کی توجیہ

آپ نے لکھا تھا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض تھیں (۸۳)۔اس کے بعد بھی جنگ جمل کے واقعہ کو چھوڑ کر جس کے دوسرے اسباب تھے، ناراضی ثابت ہوتی ہے، جو اشکال سے خالی نہیں کیوں کہ یہ بات حضرت عائشہ سے بہت بعید معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرت علی سے

Marfat.com

انحراف کریں۔ حالانکہ عائشہ کی روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ زہرا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز تھے۔

مخدوما! بعض اوقات تنازعہ میں دونوں طرف کے افراد معذور ہوتے ہیں۔ کیوں کہ دونوں حق پر ہوتے، چنانچہ یہی بات یہاں بھی ہے۔ یہ مخفی نہ رہے کہ "قضیہ افک" (۸۴) میں جب حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اضطراب کا احساس ہوا تو انہوں نے غلبہ محبت اور مصلحت وقت کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین وتسلی کے لئے ایسے الفاظ کہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل حضرت عائشہ سے پھر جائے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات سنی تو بہت پریشان ہوئیں (۸۵)۔ اور کیوں نہ ہوتیں، ایسے وقت میں ایسی باتوں سے محب اپنے محبوب کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ اذیت کی اور کوئی بات نہیں ہوتی۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انحراف "غیرت محبت" اور بشری تقاضے کی وجہ سے ہے۔ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ (انحراف) کسی دوسری وجہ سے نہیں تھا، جب تک محبت باقی ہے وحشت بھی باقی ہے۔ حضرت علی نے یہ باتیں کسی عداوت کی وجہ سے نہیں کہی تھیں، محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ بلکہ یہ باتیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے باعث تھیں۔ اور ان سے گریز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے دونوں حق بجانب اور دونوں معذور ہیں بلکہ دونوں کو اجر ملے گا کیوں کہ دونوں کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔

چنانچہ حضرت خیر النساء فاطمہ علیہا التحیۃ والثناء کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے (۸۶)۔ یہاں دو شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ترک دنیا کرنے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معقول جواب سننے کے باوجود ناراض کیوں ہوئیں (۸۷)۔ دوسرے یہ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسی معمولی بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی مصلحتاً رعایت کیوں نہ کی (۸۸) اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں وراثت کے مال سے بڑھ کر کوئی مال حلال نہیں ہے۔ اس کی طلب ترک دنیا اور تقویٰ کے

Marfat.com

منافی نہیں ہے۔ بلکہ متقی حلال مال کی زیادہ قدر جانتا ہے۔اور جب تک بشریت باقی ہے،ضروریات سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا۔اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار اس حدیث (پرمنی تھا):

نحن معاشر الانبیاء لانورث (۸۹)

(ہم گروہ انبیاء ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا)

اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث حضرت نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہوگی۔اس لئے ان کے حق میں یہ نص قطعی ہے۔اور ایسے امور میں مصلحت جائز نہیں ہے۔اس جواب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عہنا کی تسلی اس وجہ سے نہیں ہوئی ہوگی کہ ورثہ کا ثبوت تو آیۃ میراث سے ثابت ہوتا ہے۔اور یہ حدیث اس وقت تک اتنی مشہور نہیں ہوئی ہوگی کہ حضرت فاطمہ کے لئے حجت بنتی (۹۰)۔۔۔۔یا (یہ ناراضی) نازک مزاجی کے باعث ہے جو صاحب زادگی کی وجہ سے لازم ہے۔لا تبدیل لخلق اللہ (مخلوق خدا کے لئے کوئی تبدیلی نہیں) کے مصداق کوئی کمال خصوصیات مزاج کو تبدیل نہیں کرسکتا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شدید غصہ دم واپسیں تک زائل نہ ہوا،اور آپ کا ملک الموت کے منہ پر طمانچہ مارنے کا قصہ مشہور ہے (۹۱)۔

اسی لئے ایسی صورت میں دونوں معذور ہیں۔اور دونوں طرف حق ثابت ہوتا ہے۔اہل سنت کے لئے طرفین کے حق میں حسن ظن رکھنا اور دونوں کو اچھا خیال کرنا واجب ہے،

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

Marfat.com

اکیسواں مکتوب

سنت سنیہ کے اتباع کا التزام اور مرتبہ حضور و آگاہی وجمعیت کے حصول کا بیان

مخدوما! آپ نے جو کچھ اس زمانے کے ان ضعیف الاعتقاد طالبوں کے بارے میں لکھا ہے۔ جو درویشوں سے صرف کشف وکرامت کے طالب ہوتے ہیں۔ اور قرن اول سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہوتی، معلوم ہوا۔

جاننا چاہیے کہ ان نادان لوگوں کو جو دوسرے مشائخ کی بھی رغبت رکھتے ہوں مرید کرنا کیا ضروری (۹۲) ہے؟ اور عقلمند مخلصین میں سے جو کوئی امر مذکورہ کا التماس کرے (طلب کرامت) تو اس کی تسلی اس طرح کرنی چاہیے کہ خدا حکیم حقیقی ہے، اس آیت کریمہ کے مطابق:

قل انکنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۹۳)

(اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا)

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور رضا کی بنیاد جو تمام طریقوں کے صوفیہ کا مقصود اصلی ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر رکھی ہے۔ خدا نے اس طبیب حاذق (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بعض امور اور منہیات کے ساتھ جو بالکل دوا اور پرہیز کی مثل ہے، اس دنیا میں امت کی اصلاح کے لئے بھیجا، جو کہ غفلت اور معصیت میں مبتلا تھی۔ جس کسی نے یہ نسخہ استعمال کیا، اس نے صحت وشفا پائی اور اگر کسی نے اس کا انکار کیا تو گویا اس نے خود کو ضائع وتلف کر لیا۔ یہ نسخہ صورت بھی رکھتا ہے اور حقیقت بھی۔۔۔ اس کی صورت تو عام مسلمانوں کے لئے ہے تاکہ اعتقادات کی درستی کے بعد کتاب و سنت کے مطابق اپنے عقائد درست کرلیں۔ امر ونہی کا بجالانا اعضاء کا استعمال کرنا ہے۔ ان اعمال

Marfat.com

کی جزاحسی نعمتیں ہیں، نجات بس اسی میں ہے۔

اس نسخہ کی حقیقت خواص کا حصہ ہے۔ اور وہ ہے مذکورہ صورت کے مطابق ریاضات و مجاہدات کے ذریعے قلب کی جلا اور نفس کا تزکیہ ہے، جس کا حاصل تجلیات اور مکاشفات کا ظہور ہے۔

صورت سے مراد ایمان اور اسلام ہے اور حقیقت سے مراد احسان ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ (۹۴)

(تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے)

بے حقیقت صورت اس دوا کی طرح ہے جو ظاہری جلد کے امراض کے لئے ہو مثلاً ورم جو مالش اور لیپ کرنے سے ٹھیک ہو جاتے ہیں اور جو بے فائدہ نہیں ہیں لیکن حقیقت کا بغیر رعایت صورت ہونا غیر مفید ہے۔ وہ حقیقت نہیں بلکہ استدراج (۹۵) اور مکر الٰہی ہے۔ ''اعاذنا اللّٰہ منہا'' (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔

حقیقت تنقیہ کی طرح ہے۔ کہ جس پر مواد فاسدہ کا نکالنا موقوف ہوتا ہے۔ تا کہ مرض کے اعادہ کا احتمال نہ رہے۔ اس مرض سے کامل شفا اس وقت تک نہیں ملتی جب تک ان دونوں کو نہ ملایا جائے۔ بیان ہذا سے یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج سے صحابہ کرام پر صحت و شفا کے کیا آثار ظاہر ہوئے؟

مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت کے غلبے اور خود کو اس کی اتباع و رضا جوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، اطاعت میں لذت اور گناہوں سے توبہ کرنے کے بغیر کچھ ظاہر نہیں ہوا۔ ان آثار کے ظاہر ہونے سے دائمی حضوری قلب اور تہذیب نفس کا ظہور ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت برکت اور شریعت کے صحیح استعمال سے ظاہر ہوئی تھی۔ اور دور آخر کے ذوق و شوق سے متعلق کچھ نہیں کہا۔

صورت و حقیقت کو مکمل طور پر حاصل کرنے کے باوجود کہ اس سے زیادہ حاصل کرنے کا تصور ممکن نہیں، اکثر اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ اس صورت کو محفوظ رکھا جائے، جو کہ حقیقت کی محافظ ہے۔ جس کا فائدہ خواص و عوام دونوں کو پہنچتا ہے۔

Marfat.com

ان حضرات نے کشف وکرامت کی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔اورانہوں نے ان امور کو کمال کے لوازم وشرائط نہیں سمجھا، اس لئے جو مریض (طالب) کامل صحت یعنی نسبت محمدیہ چاہتا ہے، اس کے لئے لازم ہے کہ اتباع سنت کوتمام ریاضات ومجاہدات سے بہتر سمجھے (۹۶)۔اور جو انوار و برکات اس سے ظاہر ہوں انہیں تمام فیوضات سے افضل جانے۔ اور عام مشہور اذواق ومواجید کی جمعیت باطن اور دوام حضور کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں۔اور جس عزیز کی صحبت سے یہ امور حاصل ہوں اس کو حضرت رسول اللہ علیہ وسلم کا نائب خیال کرتے ہوئے اس کی خدمت کو لازم جانے اور اس راہ کا میوہ کھا کر فریفتہ نہ ہوں اگر چہ وہ لذیذ ہی کیوں نہ ہو (۹۷)۔

بائیسواں مکتوب

بنام شاہ ابوالفتح ،طریقہ مجددیہ کے چند درجات کا بیان

مدت کے بعد مخدوم زادہ گرامی کا التفات نامہ سامی ملا۔جس نے تازہ جان بخشی اور نسبت اخلاص کی تجدید وتقویت کا باعث ہوا۔آپ نے سلوک کے آغاز وانجام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، ہم نے مطالعہ کیا۔وہ اطوار وآثار جو آپ میں ظاہر ہورہے ہیں ان سے بہت سی امیدیں ہیں۔ خصوصاً ان حاصل شدہ امور کو جاننا جو اکثر لوگوں کے غرور کا سبب بنتے ہیں۔قدر و قیمت جاننا، طلب خدا میں، ہم جیسے نامراد فقیروں سے مراد چاہنا بھیک کے لئے دست دراز کرنا، وحدت الوجود کے سمندر کے طوفان سے کنارے پر آنا، ہمارے حضرات جن کی ریاضات اتباع سنت اور جو شریعت کے حقائق کے اسرار جاننے والے ہیں، کی نسبت کی آرزو رکھنا، طہارت، طلب اور علو ہمت کی دلیل ہے، بارک اللّٰہ فی برکاتکم واعلیٰ درجاتکم (اللہ تعالیٰ تمہاری برکات میں اضافہ اور تمہارے درجات بلند کرے)۔

Marfat.com

مخدوما! آپ نے حضرت والد ماجد اور میاں ہمت خان صاحب کے افادات کے ثمرات یعنی واردات غریبہ، احوال عجیبہ، استیلاء غیب اور ظہور وحدت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سب لطیفۂ قلب کے آثار ہیں یہ مقام تمکین ہے۔ اس لطیفہ کی انتہا تنگنائے امکان سے باہر آجانا اور مقدمہ وجوب کی وسعت میں آکر دائرہ ظلال اسماء وصفات کی سیر کرنا ہے جو تعینات عالم کے مبادی ہیں اور ظل خاص میں جو تعین امر کا مبداء ہے فانی ہو جاتا ہے اور اسی ظل سے بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اس قوم (طبقہ صوفیہ) کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے فنائے قلب، اور ولایت صغریٰ جو اولیا کی ولایت ہے اور ولایت ظلی سے جو محل سکر ہے، وحدت وجود کے معارف پیدا ہوتے ہیں۔ قلب کے ضمن میں اس مقام پر نفس کو فنا کی ہم رنگی حاصل ہوتی ہے۔ اس ولایت کے حصول کا اثر خدا کی ایسی دائمی حضوری ہے جس میں کبھی غفلت نہیں آتی، کسی اور سے تعلق باقی نہیں رہتا، اس مقام سے اوپر ایک اور مقام ہے جس میں سالک کی سیر اس ظلال کے اصول میں ہوتی ہے جس کا نام اسماء وصفات ہے، اور معاملہ لطیفہ نفس سے متعلق ہو جاتا ہے۔ جو عالم خلق سے ہے۔ جیسا کہ سابقہ میں قلب اور چاروں لطائف سے پڑا تھا جو کہ عالم امر ہیں۔ جن کا عروج مرکز ظلال تک ہے۔ یہاں نفس کو حقیقت فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جاتا ہے۔ اور مخالف دشمن، موافق دوست بن جاتا ہے۔ اور پھر دعوت وارشاد کا حق مل جاتا ہے۔ یہ مقام بعد الجمع کی انتہا ہے، اس لئے یہاں تمیز صحیح حاصل کر کے وحدت شہودی کا راز جو کہ خلق سے غیرت حق کی خبر دیتا ہے، معلوم ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ان چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جنہیں خدا پسند کرتا ہے اور ان سے گریز کرتا ہے جن سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ کلفت درمیان سے جاتی رہتی ہے اور عمل بر شریعت اس کی طبیعت کا خاصا بن جاتا ہے۔ کتاب وسنت پر اعتقاد وعمل بلا تامل ہونے لگتا ہے اور (سالک) محتاط ہو جاتا ہے۔ اس مقام کو فنائے نفس اور ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو انبیاء کی ولایت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے امت کے خاص حضرات کو یہ مقام حاصل ہے۔

Marfat.com

یہاں سالک کو اسماء وصفات کے کمالات کی سیر ہوتی ہے جو ''اسم ھو الظاھر'' سے متعلق ہیں۔اس ولایت سے اوپر ملائکہ کی ولایت ہے۔ جسے ولایت علیا کہتے ہیں۔ یہاں ''کمالات ھو الباطن'' کی سیر ہوتی ہے۔اور ولایت کے حاصل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ تجلی ذات کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔اس سے بلند تر نبوت اور رسالت کے کمالات ہیں۔اس مقام پر حضرت ذات باری تعالیٰ سے اسماء وصفات کے الگ ہونے کے عدم جواز کے باوجود تجلی مجرد ذات عارف پر ظاہر ہو جاتی ہے۔اور یہاں پر چاروں عناصر سے جو لطیفہ نفس کے اصول ہیں واسطہ پڑتا ہے۔یعنی ولایت علیا میں خاک کے سوا باقی تین عناصر سے اور کمالات نبوت میں صرف خاک سے، چونکہ ذات عالیہ کے اعتبارات وشیونات بہت زیادہ ہیں اور ان کمالات سے بھی بالاتر مقامات ثابت ہیں جو اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں۔اس راستے میں سب سے مشکل کام فناء قلب اور فناء نفس حاصل کرنا ہے۔اور دیگر تمام مراتب کا دارومدار انہیں دو قسم کے فنا پر ہے۔مذکورہ مقامات میں سے ہر مقام میں عروج وزوال اور فنا وبقاء ہے۔ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرات مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تحقیقات کے مطابق اور اکابر متقدمین کے مذاق کے مناسب ہے (۹۸)۔لیکن دوسرے مشائخ اس سلسلے میں احتمال رکھتے ہیں جو سالکوں کے لئے ذوق کا باعث ہوتے ہیں۔اس طرح جذبہ کو سلوک پر تقدم حاصل ہے۔ہر چند شیخ کے نفس مفید کی تاثیر کو مرید کے باطن میں پورا دخل حاصل ہے لیکن مفید قسم کی استعداد ہونا بھی شرط ہے۔

آپ سے ملاقات کی بہت آرزو ہے۔خدا ہماری اور آپ کی بخشش کرے، والسلام۔

[عریضہ شاہ ابوالفتح]

شاہ ابوالفتح (مکتوب الیہ ہذا) کے مکتوب کی چند سطریں جن میں بعض اشغال چشتیہ فوائد مندرج ہیں، ایک شغل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس شغل میں کثرت مشق کے باعث سینہ کی گہرائی سے شہد کی مکھی کی مانند نہایت بسیط آواز محسوس ہوئی۔جو ہر روز بڑھتی ہی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ قلب صنوبری کی حرکت پر جو ''ذوالابتداء والانتہا'' میں ثابت ہے، غالب آ گئی۔اسم جلالہ کا

Marfat.com

حمل درست طور پر اس کی گرفت میں آ گیا۔ آواز مزید بسیط ہوگئی چنانچہ قلب کے شروع سے لے کر اس طرف جہاں روح کا مقام ہے یک لخت ایک مستطیل آواز پیدا ہوئی۔ اس نے سارے سینہ کو اپنی گرفت میں لے لیا، اس آواز نے کچھ عرصہ بعد اس قدر غلبہ کیا کہ سارے بدن میں سرایت کر گئی۔ حتیٰ کہ توجہ کے وقت ایک بال بھی اس سے خالی نہیں رہتا اور اس قدر مغلوب کر دیتی ہے کہ جبلی اعمال میں بھی توجہ رکھنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے اور غیر کا تصور جاتا رہتا ہے۔ اور حضرت ذات کی سیر دیر تک اعیان موجودات میں مشہود ہوتی ہے۔ جب اس حالت سے قدرے افاقہ ہوتا ہے تو عجیب حالات اور انوکھے مکاشفات ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس حالت میں کسی کی قبر پر توجہ کرے تو صاحب قبر کا حال منکشف ہو جاتا ہے۔ اگر مستقبل کے حالات کے بارے میں جستجو کرے تو بلا کم و کاست معلوم کر لیتا ہے۔ اگر کسی ایسے آدمی کی طرف توجہ کرے جو صاحب استعداد ہو تو وہ اپنے دل میں تاثرات حرارت محسوس کرتا ہے۔ اس سے پہلے روح کا ذکر قدرے میسر تھا، اب وہ بھی اس آواز کے ساتھ مل گیا ہے۔ اب ذکر قلب اور روح میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے:

مرج البحرين يلتقيان (۹۹)

(اس نے دو سمندر بہائے جو دیکھنے میں ملے ہوئے معلوم ہوئے)

تیسواں مکتوب

مسئلہ توحید وجودی کا بیان

برخوردار تمہاری التماس پر وحدت کا مسئلہ لکھا ہے۔

جاننا چاہیے کہ کتاب مراتب ستہ (۱۰۰) کی شرح میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے علم قدیم میں کلی و جزوی حقائق جانتا ہے۔ کسی چیز کے علم سے اس شے کا وجود علم میں لازم آتا ہے۔ اس لئے

Marfat.com

چاہیے کہ تمام موجد اشیا علم ازلی میں موجود ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کے قائل ہیں کہ "ہر چیز کا وجود علم میں ثابت ہے"۔ اس مرتبہ علم میں جس کا نام صوفیہ کی اصطلاح میں باطن وجود ہے، وجودات اشیاء کو زمانے کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر حاصل نہیں، اس کے خلاف وجود خارجی میں تقدیم وتاخیر بدیہی ہے۔ کیونکہ وجود علمی وجود خارجی سے الگ شے ہے۔ اور چاہیے کہ اس سے مقدم رہے۔ جیسا کہ اصل کو فرع پر اور ظل والی چیز کو ظل پر تقدم حاصل ہوتا ہے۔ وجود علمی سے خارجی اشیاء کے وجود میں آنے کی کیفیت یہ ہے کہ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی ایسی صورت کو صور علمیہ سے وجود میں لائے جسے وجود منبسط کہتے ہیں اور جسے صوفیہ کی اصطلاح میں ظاہری وجود کہا جاتا ہے۔ اور اس صورت کے آثار مطلوبہ کو اس صورت سے ظاہر کرے تو اس صورت اور اس وجود کے نور کے درمیان ایسا رشتہ پیدا کر دیتا ہے جو ذہن میں تو معلوم ہوتا ہے لیکن از روئے کیفیت معلوم نہیں ہوتا، وجود منبسط کا آئینہ اس صورت کے عکس سے منقش کرتا ہے، وہ اس طرح کہ نقش اطلاق وجود برہم نہ ہو:

ولله المثل الاعلىٰ(۱۰۱)

(اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے)

جیسا کہ دیکھنے والے کا عکس آئینہ کے سامنے آ کر آئینہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے آئینہ کا نور زائل نہیں ہوتا اور عقل (سلیم) رکھنے والا غور کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ صورت مرئیہ جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں یعنی شکل، رنگ اور مرائیت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں پر نہ دخول ہے اور نہ ارتسام۔ اگرچہ بظاہر اور عوام کی سمجھ کے مطابق صورت مرئیہ اور صفت مرئیہ یکساں ہیں۔ جو مرأت ہوتا ہے۔ درحقیقت صورت اور مرأت آئینہ میں سے ہر ایک، ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں۔ تحدب آئینہ صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا جامی مراتب ستہ میں فرماتے ہیں کہ اگر وجود کو مرأت سمجھیں تو اس میں بظاہر صور علمیہ کے آثار و احکام پائے جاتے ہیں (نہ کہ وہ صور بہ نفسھا):

لان الاعیان الثابتة فی العلم ماشمت رائحة الوجود فی الخارج

(اس لئے کہ اعیان ثابتہ جو حضرت علم میں ہیں انہوں نے خارج میں موجود کی بو تک نہیں سونگھی)

Marfat.com

اگر صور علمیہ کو مرأت قرار دیں تو اس میں اسماء وصفات کی تجلیات اور حضرت وجود کے شیونات ہیں نہ کہ وجود بعینہ۔ چنانچہ مرأت کوئی خزانہ علم کی طرح ہے جو منقوش صفحے کی مانند ہے۔ اور وجوہ منبسط صیقل شدہ آئینہ کی جگہ اس کے مقابل ہے۔ اس صفحہ میں سے نہ کوئی نقش باہر آتا ہے اور نہ کوئی صورت مرأت وجود میں آتی ہے۔ کیوں کہ مرتبہ علم سے صورت علمیہ کے خروج سے جہالت لازم آتی ہے۔ اور مرأت وجود میں دخول صورت سے قیام حادث قدیم ہوتا ہے اور یہ دونوں محال ہیں۔ اس لئے باطن وجود اور ظاہر وجود کے درمیان طرفین کے آثار واحکام کے عکس میں سے ایک طلسم ہے جو صوفیہ کی اصطلاح میں وہم اور دائرہ امکان کہلاتا ہے کیوں کہ اس میں پانچ مشہور تنزلات میں سے تین تنزلات امکانیہ پائے جاتے ہیں۔ یعنی تنزل روحی، مثالی اور جسدی۔ چنانچہ مرتبہ علم واجبی میں دو تنزل وجوبی ہیں۔ یعنی وحدت وواحدیت جو عبارت ہیں مرتبہ علم میں خدا کے شیونات (۱۰۲) صفات کو اجمالاً اور تفصیلاً ملاحظہ کرنے سے۔ کہتے ہیں کہ خارج میں وجود واحد کے علاوہ کسی شے کی تحقیق اور اس کا ثبوت نہیں اور کثرت مرئیہ مرتبہ وہم میں موجود ہے۔ حکمت بالغہ نے اس (مرتبہ) وہم کو تقویت دی ہے اور اس پر آثار ابدی کی بنیاد رکھی ہے۔ نہ کہ اس وہم پر جو رفع وہم کے بعد اٹھ جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر اطلاق وہم سے اس قوم کی مراد یہ ہے کہ اس کثرت کی کوئی اور حقیقت نہیں۔ تمام وجود واحد اس مرأت وجود منبسط میں تجلیات کثرت میں متجلی کر گیا ہے اور تجلیات کی کثرت کا منشا تکثر شیونات ہے۔ جو حضرت وجود میں موجود ہیں۔ اور مرتبہ علم میں منکشف ہوتے ہیں۔ جیسے بیج سے کوئی پودا اگتا ہے۔ اس طرح حقائق ممکنات بن جاتے ہیں۔ اور حقائق کا عکس جب مرأت وجود میں منبسط ہوا تو عالم کہلایا۔ چونکہ اشیا کے وہمی وجود کی اور کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ وجود علمی کا عکس ہے۔ اور نفس الامر میں تمام وجود علمی کے ساتھ موجود ہے۔ مرتبہ علم سے نہیں نکلی ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور علم صفات الٰہیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اور وجودی صوفیہ کے نزدیک صفات عین ذات ہے اس لئے اس تقریر کے مطابق اشیا کا وجود عین وجود حق ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر (ابن عربی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

ان شئت قلت حق (وان شئت قلت خلق) (۱۰۳)

(اگر تم چاہو تو اسے (ہستی۔کون) حق کہو اور اگر تم چاہو تو خلق کہو)

ثابت ہوا کہ خارج میں وجود واحد کے سوا کچھ نہیں۔ یہی وحدت الوجود کے معنی ہیں۔اور یہی ان حضرات کا مکشوف اور مشہود ہے۔

چوبیسواں مکتوب

حضرت شیخ عبدالاحد نبیرہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین کے نام

جو قیوم ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ کی تسلیک سے مخصوص ہیں۔

اس کا مختصر بیان اس طرح ہے کہ انسان دس اجزا سے مرکب ہے۔ جسے لطائف عشرہ کا نام دیا گیا ہے۔ان میں سے پانچ عالم خلق سے ہیں اور وہ نفس اور عناصر اربعہ ہیں۔اور پانچ عالم امر سے ہیں۔یعنی وہ عالم جو جسمانی اوصاف اور لوازم سے پاک اور مبرا ہے اور وہ قلب، روح سر، خفی اور اخفی ہیں۔حق تعالیٰ نے انسانی ہیکل تخلیق کرنے کے بعد جو کہ عالم خلق کے اجزاء سے مرتب اور مرکب ہوا ہے، عالم امر کے خمسہ سے ہر ایک کو جو عرش کے اوپر لامکانی سے موصوف ہے، انسانی جسم میں مناسب مقام پر رکھ کر تعلق بخشا تا کہ انسان خلق اور امر کا جامع ہو جائے اور اسم صغیر کا مستحق ہو جائے۔

اس لئے پہلے اس لطیفہ میں مشغول کرتے ہیں جو بائیں پستان کے نیچے گوشت کے

Marfat.com

لوتھڑے کے نیچے ہے جسے قلب صنوبری کہتے ہیں۔ اور اس شغل کا طریقہ یہ ہے کہ سالک کو قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اسے اس لوتھڑے کو حجرہ کی طرح سمجھنا چاہیے۔ جس سے اس لطیفے کا تعلق ہے۔ اور اسم مبارک ''اللہ'' اس پر جاری ہوتا ہے۔ اس وقت وہ سانس کو زیر ناف روکے اور زبان کو تالو سے لگائے اور تمام حواس کو یکسو کر کے قلب صنوبری کی طرف توجہ کرے۔ اور اسم مذکور کو ''بیچونی'' اور ''بیچگونی'' کی صفت سے ملحوظ رکھے۔ صرف صورت قلب اور نفس اللہ کا تصور کرے اور کوئی صف مثلاً سمیع، بصیر، حاضر اور ناظر کا تصور نہ کرے اور سانس کو اس وقت تک روکے جب تک حضور میں خلل اور فتور نہ آجائے، اس طریقے پر ہمیشہ عمل کرے، جس سے بیٹھتے اٹھتے، کھاتے پیتے، بولتے یا سوتے وقت اس کا تصور باقی رہے۔۔ اگر اس (عمل) کی نگاہ داشت میں پوری کوشش کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حرارت، گرمی، شوق اور ذوق حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے آثار وانوار مرتب ہونے لگتے ہیں۔ قلبی نور کا زرد رنگ مقرر کیا گیا ہے۔ اس عمل میں فنا اور غیبت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس غیبت کے دوران اس پر اس کی استعداد کے مطابق کچھ کشف بھی ہوتا ہے۔ اس لطیفے کی کشائش کا کمال یہ ہے کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے فعل میں فنا ہو جاتا ہے اور پھر اسی فعل سے باقی رہتا ہے۔ پس اس وقت سالک خود کو مسلوب الفعل اور بے کار محسوس کرتا ہے۔ اس کا معلوم اور مشہود فقط حق جل وعلا رہ جاتا ہے۔ اور ''ماسوا'' کے علاوہ سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے۔ اور یہ فراموشی کسی کو تو مدت دراز تک اور کسی کو تمام عمر رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اسے یاد دلانے کی کوشش کی جائے تو بھی اسے یاد نہیں آتا۔ سالک اس وقت دائرہ ولایت میں داخل ہوتا ہے۔ اس مرتبے کو تجلی فعلی اور فنائے قلب کہتے ہیں۔ اس لطیفے کی ولایت حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے، جو بھی ''آدمی المشرب'' ہوتا ہے اسے اسی لطیفہ کے ذریعے وصال ایزدی میسر آتا ہے۔ اس کی سیر تمام لطائف پر نہیں ہوگی۔ مگر مرشد کامل کی ہمت وکشش سے (تمام لطائف کی سیر ممکن ہے)۔

اس کے بعد لطیفہ روح کا شغل کیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس کا تعلق دائیں پستان کے

Marfat.com

نیچے ہے۔ یہ لطیفہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جل شانہ کی صفات میں فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے۔ اس سیر میں سالک اپنی صفات کو اپنے سے مسلوب پاتا ہے۔ اور اسے حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے۔ خواہ سمع خواہ بصر اور تمام صفات کو اس طرح سمجھتا ہے کہ خود حق تعالیٰ ہی سنتا اور دیکھتا ہے اور اس کی اپنی نہ کوئی سمع ہے نہ بصر۔ اس حالت کے حصول کو تجلی صفات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لطیفے کا نور سرخ ہے۔ اس لطیفے کی ولایت حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے۔ اس لئے جو بھی ابراہیمی المشرب ہوگا وہ لطیفہ قلب طے کرنے کے بعد اس لطیفہ سے وصال خداوندی حاصل کرے گا۔

اس کے بعد لطیفہ سر کا شغل ہوتا ہے۔ جس کا تعلق سینہ اور قلب کے وسط سے ہے۔ اس لطیفے کو شیونات ذاتیہ کی تجلیات سے فنا و بقا حاصل ہوتی ہے۔ اس لطیفے کا نور سفید ہے۔ اس لطیفے کی ولایت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے اور موسوی المشرب سابقہ لطائف طے کرنے کے بعد واصل بحق ہوگا۔

پھر لطیفہ خفی کا شغل کیا جاتا ہے۔ جس کا تعلق روح اور وسط سینہ کے مابین سے ہے۔ اس لطیفے کی فنا صفات سلبیہ میں ہے۔ اس لطیفے کا سیاہ نور متعین کیا گیا ہے، اس لطیفے کی ولایت حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے۔ اس لطیفے کا سالک جو عیسوی مشرب ہوگا وہ سابقہ درجات طے کرنے کے بعد اس لطیفہ کے ذریعے بارگاہ الٰہی میں پہنچتا ہے۔

من بعد لطیفہ اخفیٰ کا شغل ہوتا ہے۔ جس کا تعلق وسط سینہ سے ہے، اس لطیفے کی فنا مرتبہ برزخیہ میں مرتبہ تنزیہ اور مرتبہ احدیت مجردہ میں ہے۔ اس لطیفہ کے نور کو ''نور سبز'' فرمایا ہے۔ اس لطیفہ کی ولایت حضرت افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ اتمھا و اکملھا کے زیرِ قدم ہے جو بھی محمدی المشرب ہوگا، اسی لطیفہ کے وسیلہ سے بارگاہ قدس و تعالیٰ میں واصل ہوتا ہے۔ سابقہ مراتب طے کرنے کے بعد لطیفہ قلب کو ظلال صفات کی تجلی سے حصہ ملتا ہے۔ اور دائرہ، ظلال ولایت صغریٰ جو کہ اولیا کی ولایت ہے، کی سیر ہوتی ہے۔ اور لطیفہ نفس تجلی صفات سے بہرہ ور ہے۔ دائرہ صفات ولایت کبریٰ جو کہ انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے، کی سیر ہوتی ہے۔

Marfat.com

عناصر اربعہ میں سے تین عنصروں کو سوائے خاک کے تجلی صفات کے بااعتبار "اسم الباطن" سے حصہ ملتا ہے۔ چنانچہ نفس کو اسم الظاہر کے اعتبار سے تجلی صفات سے حصہ حاصل ہے۔

اس دائرہ ولایت علیا کی سیر ولایت ملائکہ کی سیر ہے۔ اور عنصر خاک تجلی ذات سے بہرہ ور ہے، کیوں کہ یہ کمالات نبوت ہیں۔

کمال لطائف عشرہ کے حصول اور فنا کے بعد تجلی ہیئتِ وحدانی پر پڑتی ہے۔ جب لطائف خمسہ عالم امر سے فارغ ہو جاتے ہیں اور معاملہ لطائف عالم خلق سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اور وہ نفس اور عناصر اربعہ ہیں۔ پہلے نفس مطمئنہ حاصل ہوتا ہے پھر رضا سے مشرف ہوتا ہے اور پھر اسلام حقیقی حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد عناصر اربعہ کے اصولوں کی سیر ہوتی ہے۔ اس کے بعد کمالات نبوت، قرآن کے حروف مقطعات کا کشف، متشابہات و کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم حاصل ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ فناء لطائف حاصل کرنے کے لئے نفی واثبات ذکر کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ سابقہ طریقہ کے مطابق سانس روک کر لفظ "لا" کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک جو کہ لطیفہ نفس کا مقام ہے، پہنچاتے ہیں اور "الٰہ" کو دائیں طرف لا کر "الا اللہ" کی ضرب قلب پر ایسے طریقے سے لگاتے ہیں کہ اس کا گزر لطائف پر ہوتا ہے جو سینے میں موجود ہوتے ہیں۔ اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ ذات بیچوں کے سوا کوئی مقصود اور معبود نہیں ہے۔ اسے "بازگشت" کہتے ہیں۔ جب ایک ہی سانس میں ذکر کی تعداد اکیس ہو جائے تو ہر روز اتنا ہی کرے۔ یہاں تک کہ ایک ہزار مرتبہ روزانہ ضرب لگائے۔ لیکن اسے مقررہ شرائط کے مطابق کیا جائے، پھر فنا کا پھل مل جائے گا:

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان ما گر نرسیدیم تو شاید بری

ترجمہ:۔ ہم نے تجھے گنج مقصود کی نشان دہی کر دی ہے۔ ہم اگر اس تک نہیں پہنچ سکے تو شاید تو اسے پالے۔

راقم فقیر (شاہ غلام علی) عفی عنہ کہتا ہے کہ اس طریقے کے متاخرین نے سالکوں کی عدم

Marfat.com

فرصت کے باعث حرکت ذکر کے القا کے بعد لطائف عشرہ میں جو ترکیب میں سات ہیں، لطیفہ قلب کی تہذیب کے بعد لطیفہ نفسی کی تہذیب اختیار کی ہے۔ کیوں کہ ان دونوں لطیفوں کی سیر کے ضمن میں عالم امر کے لطائف اربعہ کو بھی فنا، بقا، عروج اور صعود اپنے اصول سے حاصل ہوتی ہے اور بتدریج اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ اسم ذات کے ذکر میں سانس روکنا حضرت ایشاں (مرزا مظہر) اور آپ کے اصحاب سے نہیں سنا حرکت قلبی بھی چنداں لازم نہیں۔ مقصود تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے۔ اس (مکتوب) میں چونکہ بہت فوائد تھے، اس لیے تبرکاً نقل کیا گیا ہے:

فالحمد لله کما یحب ربنا و یرضی وصلی اللہ علی سیدنا محمد و علی اله واصحابه وبارک وسلم.

حواشی

۱۔ یعنی حضرت شیخ عبدالاحد ملقب بہ شاہ گل، متخلص بہ وحدت اور خواجہ حضرت محمد سعید بن حضرت مجدد۔

۲۔ القرآن (آل عمران ۳/۶۰)۔

۳۔ عصمت صرف انبیائے کرام کا خاصہ ہے۔ عصمت انبیاء پر علماء نے مستقل رسائل لکھے ہیں، حضرت مجدد فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام جو کہ گناہوں سے معصوم و پاک ہیں اور ان حضرات سے گناہ کے صادر ہونے کا امکان بھی سلب کر لیا گیا ہے۔ (مکتوب ۲/۴۴)۔

۴۔ یعنی پیر کی موجودگی شرط ہے۔

۵۔ رشحات میں ہے:

Marfat.com

گاہی نسبت گویند وازان طریقہ وکیفیت مخصوصہ ومعہودہ این طائفہ علیہ خواہند وگاہی صفت غالب وملکہ نفس کشی ارادہ کنند وگاہی بارگویند گرانی ونسبتی خواہند (ص،۱۱۶)۔

احمد طاہری عراقی نے رسالہ قدسیہ کے تعلیقات میں اس اصطلاح پر بحث کرتے ہوئے صوفیہ کے اقوال یک جا کردیے ہیں (ملاحظہ ہو: قدسیہ مولف حضرت خواجہ محمد پارسا مرتبہ احمد طاہری عراقی، تہران ۱۹۷۵ء)، (ص ۱۱۸۔۱۲۰)۔

۶۔ کلمات طیبات (ص ۱۵) میں یہ فقرہ موجود ہے ''وجود حق بسیط وخیر وحسن محض است و عین عالم نمی تواند شد'' جو مقامات مظہری کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے۔

۷۔ شہودی صوفیہ نے اس باب میں جو بحثیں کی ہیں ان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

پارسا، خواجہ: رسالہ قدسیہ مرتبہ احمد طاہری عراقی، مطبوعہ تہران، ومرتبہ ملک محمد اقبال، مطبوعہ راولپنڈی۔

ایضاً: تحقیقات (فصل اصطلاحات صوفیہ)، فقیر اللہ علوی شکار پوری: مکتوبات نمبر ۱/۹۔۱۰/۲، ۲۷/۳، ۲۷/۲۹۷، ۶/۶۵۔

مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات ۱/۱۶۷۔

ولی اللہ، شاہ، شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل، مطبوعہ مطبع احمدی، فصل ہفتم، ص ۶۸۔

فقیر اللہ علوی شکار پوری: مکتوبات ۱/۴، ثناء اللہ پانی پتی، قاضی، ارشاد الطالبین، ص ۱۲۔

شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقہ، ۶۱۔

۸۔ صوفیہ کرام نے علم کو اصطلاح کے طور پر بیان کرتے ہوئے اس کی کئی اقسام بتائی ہیں۔ چند حوالہ ملاحظہ ہوں۔

کلاباذی، ابوبکر محمد: التعارف لمذہب اہل التصوف، قاہرہ ۱۹۶۰ء، ص ۸۶۔۸۹۔

انصاری، خواجہ عبداللہ ہروی: منازل السائرین مرتبہ روان فرہادی، کابل ۱۳۵۵ش، ص ۱۳۰، ۳۹۴، ۳۹۵۔

Marfat.com

سہروردی: مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایۃ (ترجمہ فارسی) نولکشور، باب دوم بیان علوم، ص ۴۴۔۵۳۔

قشیری، امام ابوالقاسم: رسالہ قشیریہ شرح از خواجہ گیسو دراز، دکن ۱۳۶۱ھ، ص ۳۷۱۔

ہجویری، علی بن عثمان، گنج بخش لاہوری: کشف المحجوب، ص ۱۹۔

فقیر اللہ علوی شکارپوری: مکتوبات ۷/۷۶۔

۹۔ مفتی محمد باقر نے کنز الہدایات میں مکتوبات اور رسائل حضرت مجدد اور مکتوبات معصومیہ کے ملخص مندرجات کی روشنی میں ان امور پر بحث کی ہے۔ (کنز الہدایات، مطبوعہ امرتسر، ۸۲۔۹۵)۔ نیز نجم الغنی رام پوری نے علم حضوری و حصولی کے تحت مختلف اقوال صوفیہ یک جا کر دیے ہیں، ملاحظہ ہو: تذکرۃ السلوک، مراد آباد ۱۳۱۸ھ، ص ۷۹۔۸۰۔

۱۰۔ کلمات طیبات، ص ۷۱ میں منقول اس مکتوب میں یہ جملہ ''کہ تداخل عبارتین ست'' مقامات مظہری میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔

۱۱۔ امام ربانی مجدد الف ثانی: مکتوبات، جلد اول مکتوب نمبر ۲۰۹، جلد سوم مکتوب نمبر ۸۸، ۹۲، ۱۲۱۔

۱۲۔ شیخ محمد یحییٰ کے اس رسالے کا نام ردشبہات ہے۔ جس کا ایک خطی نسخہ رضا لائبریری رام پور میں ہے (فہرست مخطوطات فارسی رضا لائبریری ص ۱۴۷)۔

۱۳۔ عطیۃ الوہاب ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء میں تالیف ہوا۔ علیحدہ کتابی صورت میں اور پھر مکتوبات حضرت مجدد کے عربی ترجمہ شیخ محمد مراد (دفتر سوم) کے حاشیہ پر دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔

۱۴۔ ''مولوی صاحب مہربان سلمہ الرحمٰن'' سے حضرت مظہر کے خلیفہ اجل خصرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مراد ہیں۔ حضرت مظہر کے مکتوبات کا جو مجموعہ جناب عبد الرزاق

Marfat.com

قریشی مرحوم نے شائع کیا تھا۔اس میں اکثر مکاتیب میں انہیں اسی طرح مخاطب کیا گیا ہے۔

۱۵۔ ایک شے کے لئے دوسری شے کا حکم یا اس حکم کا منشاء اگر یہ ثبوت الفاظ (ذو) یا (لہ) یا (نی) کے ذریعہ ہو تو حمل اشتقاقی ہے اور اگر یہ ثبوت بلا واسطہ ہو تو حمل مواطاۃ ہے۔ (دستور العلماء ۲/ ۵۷، مصطلحات علوم وفنون عربیہ، ص ۱۳۸)۔

۱۶۔ مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات ۳/ ۱۲۴۔

ایضاً: مبداء ومعاد نمبر ۴۸، بدر الدین سرہندی: حضرات القدس ۲/ ۱۲۶۔

شاہ غلام علی دہلوی: رسائل سبعہ سیارہ، ص ۵۰۔

محمد امین بدخشی: المفاضلہ بین الانسان والکعبہ (بسال ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) قلمی، مخزونہ کتب خانہ اسلامیہ کالج، پشاور۔

۱۷۔ ترمذی (کتاب الامثال، باب ۶، نمبر ۲۸۶۹) ۵/ ۱۵۲۔

۱۸۔ کلمات طیبات، ص ۱۹ میں منقول اس مکتوب کا یہ فقرہ 'وکمالے غیر از کمالات نبوت بالاصالت ختم نہ شدہ است' مقامات مظہری (مطبوعہ نسخہ) میں نقل ہونے سے رہ گیا ہے۔

۱۹۔ صوفیہ کرام نے ائمہ صوفیہ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے۔ مشائخ کے اکثر تذکروں میں اس قسم کے اثرات ملتے ہیں، لیکن ہر جگہ تفضیل کی نفی کی گئی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کا قیاس معتقدین کے مابین اس وقت پیدا ہوا ہوگا جب حضرت مجدد کے مکتوبات میں بعض ایسے نکات قارئین کی نظر سے گزرے جن میں آپ نے حضرت شیخ کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کا قول ہے:

Marfat.com

قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

(میرا یہ قدم ہرولی کی گردن پر ہے)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس کی توضیح یوں کی ہے کہ ''جاننا چاہئے کہ یہ حکم صرف اس وقت کے اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے، اولیائے متقدمین و متاخرین اس حکم سے خارج ہیں (مکتوبات ۱/ ۱۹۳) غور کریں تو اس توضیح سے کسی طرح بھی بے ادبی کا پہلو نمایاں نہیں ہوتا حضرت مجدد کے علاوہ یہی رائے حضرت شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے بھی ایسا ہی لکھا ہے (سیرت غوث اعظم، ص ۱۰۰۔۱۰۲)۔ حضرت مجدد نے کئی مقامات پر آپ کے فضائل و مناقب تحریر کئے ہیں۔ لکھا ہے ائمہ واصلین کو انہی کے ذریعے فیض پہنچتا ہے اور شیخ مجدد آپ کے نائب ہیں (مکتوبات ۳/ ۱۲۳) حضرت مجدد اپنے یوم وصال تک حضرت غوث الثقلین کا احترام اسی طرح کرتے رہے انتہائی ضعف اور مرض میں آپ عالم رویا میں ملے اور فرمایا کہ میرے اس شعر:

افلت شموس... الخ اور ہمارے قول قدمی ھذہ ... الخ

کی شرح لکھوان شاء اللہ صحت ہو جائے گی (بدرالدین سرہندی: وصال احمدی، ص ۱۲۔۱۳) مزید تفصیل کے لئے حضرت مظہر کے معاصر بزرگ شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری کا طویل مکتوب ملاحظہ ہو۔(مکتوب ۴۹/ ۲۰۲۔۲۲۱)۔

۲۰۔ حضرت مجدد لکھتے ہیں ''باوجود اس تمیز بے چونی اور وسعت بے کیفی کے اس کے اسماو صفات خانہ علم واجبی میں تفصیل اور تمائیز پیدا کر کے منعکس ہوئے۔ ہر اسم اور صفت متمیزہ کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ہے عدم میں علم کا مقابل عدم علم ہے، جس کو جہل کہتے ہیں، اور قدرت کا عدم قدرت ہے جس کو عجز کہتے ہیں، یہی کیفیت تمام صفات کی ہے ان مقابلات عدمیہ نے بھی واجبی میں تفصیل اور تمیز پیدا کی ہے اور وہ اپنے مقابل اسماء وصفات کے لئے آئینے بنے۔ اسماء وصفات واجبی کا ان پر عکس پڑا۔ اس فقیر کے نزدیک عدمی آئینوں پر جو عکس پڑا ہے وہ حقائق ممکنات ہے''۔

Marfat.com

(مکتوبات ۳/ ۱۲۲ رسالہ وحدت الوجود، حواشی مولانا شاہ ابوالحسن زید)۔

۲۱۔ یہ قول حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے، ایک روز آپ کی محفل میں ایک صالح شخص برہان پور سے آیا اور سوال کیا کہ شیخ محمد فضل اللہ نے دریافت کیا ہے کہ آپ نے اپنے مکتوب (۱/۱۱) میں لکھا ہے کہ میرا مرتبہ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ سے بلند ہے؟ اس کے جواب میں حضرت مجدد نے کہا کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جمیع فضائل کے باوجود خلفاء ثلاثہ پر فضیلت نہیں دیتا تو اپنے کو ان سے افضل کیوں کر لکھ سکتا ہوں؟ بلکہ معرفت حق اس شخص پر حرام ہے جو خود کو کافر فرنگ سے بہتر سمجھتا ہو:

''معرفت خدائے بر آنکس حرام کہ خود راز کافر فرنگ بہتر داند'' (حضرت القدس ۲/ ۸۸)۔

۲۲۔ القرآن (الانبیاء) ۲۱/ ۸۳۔

۲۳۔ قوسین میں دیا گیا جملہ مقامات مظہری میں نہیں ہے جبکہ کلمات طیبات (ص ۲۱) میں شامل اس مکتوب میں موجود ہے۔

۲۴۔ القرآن، (ص) ۳۸/ ۴۱۔

۲۵۔ قوسین میں درج فقرہ مقامات مظہری میں منقول اس مکتوب میں نہیں ہے جب کہ کلمات طیبات، ص ۲۲ میں پایا جاتا ہے۔

۲۶۔ قوسین میں منقول فقرہ مقامات مظہری میں نہیں ہے بلکہ کلمات طیبات مندرج اس مکتوب سے لیا گیا ہے، ص ۲۲۔

۲۷۔ حضرت مولانا غلام نبی للہی، خلیفہ حضرت غلام محی الدین قصوری، خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی، خلیفہ حضرت مظہر نے اس مکتوب کی ایک نہایت عمدہ شرح لکھی ہے جو ''القول القوی فی ذکر الخفی والجلی'' کے نام سے مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۱ھ میں چھپی

Marfat.com

تھی۔اس کے آخر میں اس وقت کے جید علماء کی تصدیق تقریظیں موجود ہیں (یعنی مولوی غلام مرتضٰی بیر بلوی، محمد محبوب عالم، مولوی غلام دستگیر قصوری، خلیفہ حمید الدین قاضی لاہور، مولوی عبداللہ ٹونکی، مولوی نور احمد لاہوری، مولوی عبدالعزیز بن مولوی غلام محی الدین بیگوالہ، شیخ احمد دریکالی، غلام رسول چووی)۔ ہم نے حواشی میں اس شرح سے استفادہ کیا ہے۔

۲۸۔ القرآن (الاعراف)۷/۲۰۵۔

۲۹۔ القرآن (الاعراف)۷/۵۵۔

۳۰۔ بخاری (مغازی ۳۸)، مسلم (ذکر ۴۴)، داری (وتر ۲۶) ترمذی (دعوات ۵۷)۔المعجم المفہرس ۳/۴۱۵)۔

۳۱۔ یعنی مراقبہ حضور و معیت، مراقبہ اقربیت و محبت عامہ وغیرہ (شرح مکتوب ہذا، ص ۵)۔

۳۲۔ مثلاً دنیا سے سرد دلی، اللہ تعالیٰ کے شوق کا ظہور، وجدان لذت در بدن...(ایضاً)۔

۳۳۔ اس مضمون کی حدیث معروف کتب حدیث میں ملتی ہے۔لیکن دروازہ بند کرنے کا ذکر کسی روایت میں ہمیں نہیں مل سکا۔

۳۴۔ شارح مکتوب ہذا نے امام مالک، امام احمد بن حنبل، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی اسناد کی روشنی میں اس کی تشریح کی ہے، (ص ۶۔۷)۔

نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ذکر جہر سے منع فرماتے ہوئے اسے بدعت قرار دیا ہے (مکتوبات ۱/۲۳۱) ذکر کے بارے میں مختلف روایات کو مولانا غلام رسول سعیدی نے اپنے رسالہ ذکر بالجہر طبع ہزارہ ۱۹۷۱ء میں یک جا کر دیا ہے۔

۳۵۔ مسئلہ سماع میں فقہ و صوفیا کے اختلاف پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں چند نام ملاحظہ ہوں:

(i) ابن جوزی: رسالہ السماع والرقص۔

Marfat.com

(ii) ابن جوزی: تلبیس ابلیس، طبع بیروت، ص ۲۲۲۔۲۵۹۔

(iii) قرع الاسماع باختلاف احوال المشائخ واتوالہم فی السماع۔ یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا رسالہ ہے جو اخبار الاخیار کے حاشیہ (ص ۵۱۔۷۶) پر چھپ چکا ہے۔

(iv) عبدالغنی نابلسی: ایضاح الدلالات فی جواز سماع لاالآت۔

۳۶۔ سماع کی شرائط کو رفتہ رفتہ نظر انداز کیا جانے لگا یہاں تک کہ سماع کی روح ختم ہوگئی، حضرت مظہر کے معاصر چشتی بزرگ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (ف ۱۱۴۲ھ) نے اپنے دور کے سماع کو مجموعہ ''ہائے ہوئے سماع'' قرار دیا ہے۔ اس لئے انہوں نے اسے کم کرنے کی تلقین کی ہے، ملاحظہ ہو:

نظامی، خلیق احمد: تاریخ مشائخ چشت، ص ۳۰۶، ۴۱۷، ۴۱۹۔

۳۷۔ چشتی صوفیہ میں سے حضرت خواجہ گیسودراز (ف ۸۲۵ھ) نے سماع پر تحقیقی اور وجدانی بحث کی ہے جس سے اس ذوق کی خوب وضاحت ہوجاتی ہے ملاحظہ ہو:

(ترجمہ وشرح آداب المریدین معروف بہ خاتمہ، ص ۲۰۔۴۷)۔

۳۸۔ امام غزالی نے احیاء علوم الدین (۲۳۶/۲۔۲۶۹) مطبوعہ مصر اور کیمیای سعادت، ص ۱۷۱ میں سماع پر مفصل بحث کی ہے۔

۳۹۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں سماع پر بحث کی ہے، ملاحظہ ہو، عوارف (حاشیہ احیاء علوم الدین ۲۲۲/۲) اور فارسی ترجمہ عوارف (مصباح الہدایہ، مطبوعہ نولکشور ۱۸۷۵ء، ص ۱۴۱)۔ نیز شیخ ابونجیب سہروردی نے بھی آداب المریدین میں مسئلہ سماع پر گفتگو کی ہے۔ دیکھیے ترجمہ وشرح آداب المریدین معروف بہ خاتمہ، ص ۲۰۔۴۷۔

۴۰۔ علماء وصوفیہ نے سماع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور تصوف کی ہر معتبر کتاب میں اس موضوع پر اظہار کیا گیا ہے، ان مختصر حواشی میں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے سابقہ

Marfat.com

حواشی میں محولہ کتب کے علاوہ پہلی نظر میں یہ مآخذ ذہن میں آتے ہیں:
کشف المحجوب (باب احکام سماع)، رسالہ قشیریہ، معروف کتب سلسلہ چشتیہ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی (ف ۴۱۸ھ) کا ''رسالہ السماع'' (ر۔ک۔ مقدمہ طبقات الصوفیہ سلمی ص ۴۰) رسالہ سماع از قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا فخر الدین زرادی کا رسالہ اصول السماع، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ۔ جلال الدین ہمائی مرحوم نے ''سماع'' پر علماء صوفیہ کے مختلف اقوال نہایت خوش اسلوبی سے مصباح الہدایہ کے حواشی میں یکجا کر دیے ہیں۔ ملاحظہ ہو:
مصباح الہدایہ، طبع تہران ۱۳۳۲خ، ص ۱۷۹۔۱۸۶۔

۴۱۔ قضا و قدر کے مباحث کے دوران حضرت مجدد نے اس موضوع پر بعض نکات بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو مکتوبات ۲۸۹/۱، ۶۷/۲ وغیرہ۔

۴۲۔ جدید دور میں ہندومت پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

Radhakrishnan: "Hinduism", Cultural History of India, Ed. by Basham, Oxford, 1975, pp. 60-82.

۴۳۔ اہل ہند کی قدیم مذہبی کتابوں کی تفصیل اور تلخیص عقائد کے لئے دیکھیے، البیرونی کی کتاب الہند جلد اول، ص ۱۶۳۔۱۷۸ (اردو ترجمہ) و انگریزی ترجمہ زخاؤ۔ نیز اس موضوع پر کئی کتابیں انگریزی میں ملتی ہیں، دیکھیے:

Radhakrishnan: The Philosophy of the Upanisads, London, 1935.

۴۴۔ قوسین میں مرقوم عبارت مقامات مظہری میں منقول اس مکتوب میں نہیں ہے بلکہ کلمات طیبات، ص ۲۶ سے لی گئی ہے۔

۴۵۔ القرآن (فاطر) ۳۵/۲۴۔

۴۶۔ ایضاً: (یونس) ۱۰/۴۷۔

Marfat.com

۴۷۔ حضرت مجدد نے اس باب میں اپنا یہ مکاشفہ بیان کیا ہے:

زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ (بعثت) سے دور دکھائی دیتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانع جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے، اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں اگر ان شہروں کو کوئی متعین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے.........لیکن ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ (مکتوبات ۱/۲۵۹)۔

۴۸۔ قوسین کے الفاظ کلمات طیبات، ص ۲۷ سے منقول ہیں۔

۴۹۔ القرآن (المومن) ۴۰/۷۸۔

۵۰۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں:

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی تباہی کے بہت آثار پائے جاتے ہیں، یہ لوگ اگر چہ ہلاک ہوگئے......(پیغمبروں کی تکذیب کے باعث) لیکن وہ دعوت کا کلمہ ہم عصروں کے درمیان باقی رہا (مکتوب ۱/۲۵۹) ....اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کی ہو تو پھر ان کا حکم بھی شاہق جبل کا حکم ہوگا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دوزخ میں نہ جائیں گے اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں گے اس بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ کشف صحیح اس کی شہادت دیتا ہے، کیوں کہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو جہنم کے وسط میں دیکھتے ہیں۔ (ایضاً)۔

۵۱۔ تناسخ، یعنی روح کا قالب بدلنا، ایک جسم سے دوسرے جسم میں بلا تخلل زماں در آنا اس تعلق اور ذاتی تعشق کی بنا پر جو روح اور جسم میں ایک دوسرے کے لئے ودیعت ہے۔ ہندو نظریہ کے مطابق جو نفس ناقص رہ جاتے ہیں، وہ تو ایک بدن سے دوسرے

Marfat.com

بدن میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو نفوس کامل ہو جاتے ہیں اور ان کے تمام کمالات قوت سے فعل میں آجاتے ہیں۔ اس کے بعد دیگر ابدان میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ علائق جسمانیہ سے چھٹکارا پا کر عالم قدس میں جا ملتے ہیں۔ جو نفوس تکمیل نہیں کر پاتے وہ بدن انسانی سے دوسرے انسانی بدن میں بقیہ کمال کی تحصیل کے لئے منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ انتقال انسانی، حیوان اور نباتات کی جانب بھی ہوتا ہے۔
(دستور العلماء،۱/۳۵۴، مصطلحات علوم وفنون عربیہ، ص ۱۰۳۔۱۰۴)۔

۵۲۔ یہاں حضرت مظہر کی مراد یہ ہے کہ صرف تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے ہی ہندوؤں کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ان کے کفر کے بارے میں دیگر دلائل بھی قابل توجہ ہیں۔ حضرت مجدد، تناسخ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ بات (تناسخ) کفر ہے، ان چیزوں کا انکار ہے جو دین سے بہ تواتر ثابت ہیں۔ جب بالآخر تمام نفوس اپنی حد کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو دوزخ کس کے لئے ہے اور سزا کسے ملے گی؟ یہ دوزخ اور آخرت کے عذاب کا انکار......یہ عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیوں کہ وہ تناسخ کا رد کرتے ہیں......اس فقیر کے نزدیک روح کے منتقل ہونے کا قول تناسخ کے قول سے بھی گرا ہوا ہے......روح کے منتقل ہونے سے پہلے جسم کی موت اور دوسرے جسم کی زندگی ہے، تو پہلے بدن کو برزخ کے احکام کے حصول سے چارہ نہیں ہوگا۔ اور قبر کے عذاب و ثواب سے مفر نہ ہوگا، اور دوسرے بدن کو جب دوسری زندگی کا اثبات کرتے ہیں تو اس کے حق میں حشر دنیا میں ہی ثابت ہو گیا......افسوس ہزار افسوس کہ اس قسم کے جھوٹے لوگ اپنے آپ کو شیخی کی مسند کے لائق سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے مقتدا بنے ہوئے ہیں (مکتوبات ۲/۵۸)، ملخصاً۔

۵۳۔ مجدد الف ثانی، حضرت: مکتوبات ۱/۳۱۲۔

۵۴۔ القرآن (الاحزاب) ۳۳/۳۶۔

Marfat.com

۵۵۔ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق ۱۴۱/۱۔

۵۶۔ علماء نے رفع سبابہ کے اثبات اور نفی میں بہت سے رسائل لکھے ہیں، چند نام ملاحظہ ہوں:

(۱) علی قاری، ملا: تزیین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ (قلمی نسخہ بانکی پور نمبر۱۶۲۲)۔

(۲) برزنجی، سید: الاعارۃ المصحبۃ علیٰ مانعی الاشارہ بالمسبحہ۔

(۳) رسالہ شیخ ابن عابدین (علامہ شامی) مطبوعہ۔

حضرت مجدد قدس سرہ کے معاصر بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی رفع سبابہ کے اثبات میں اپنی تالیفات میں بحث کی ہے ملاحظہ ہو: شرح سفر السعادۃ، فارسی، ص ۸۱ اردو ترجمہ، ص ۷۱۔۷۲ اور شرح مشکوۃ۔ حضرت مظہر کے معاصر عالم و عارف حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (ف ۱۱۹۵ھ) نے اثبات رفع سبابہ میں ایک نہایت جامع مکتوب تحریر کیا ہے۔ (مکتوبات ۳/ ۳۔۳۸)۔

۵۷۔ حضرت شیخ محمد یحیٰ (۱۰۲۷۔۱۰۹۸ھ/۱۶۱۸۔۱۶۸۶ء) نے اپنے برادران بزرگ سے تحصیل علم کی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کے بھی تلمیذ رشید تھے، حدیث کی سند شیخ محدث سے ہی لی تھی (روضۃ القیومیہ ۳۱۱/۱)۔ ارشاد سلوک کے علاوہ درس و تدریس سے گہرا لگاؤ تھا، مدرسہ سرہند کی روح و رواں تھے۔ (حضرات القدس ۲/ ۲۹۵) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: زبدۃ المقامات، ص ۳۲۴، عمدۃ المقامات، ص ۲۴۲۔ انساب الانجاب ص ۱۰۵۔ ہدیۃ احمدیہ، ص ۸۶۔

۵۸۔ رسالہ حضرت محمد یحیٰ در اثبات رفع سبابہ کا ذکر تذکرہ نویسوں نے نہیں کیا۔ مکتوبات حضرت مجدد کے عربی مترجم شیخ محمد مراد مکی نے اس رسالہ اور رسالہ شیخ محمد سعید کے بارے میں لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ نے ان کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ہماری نظر سے نہیں

Marfat.com

گزرے (عربی ترجمہ ۳۱۲/۱)، شیخ محسن ترہٹی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ شاہ محمد یحییٰ نے اس رسالہ میں اپنے والد اور برادر بزرگ سے اختلاف کیا ہے۔ (الیانع الجنی، ص ۶۷، نزہۃ الخواطر ۴۳۵/۵) حضرت شاہ سراج احمد مجددی رام پوری (ف ۱۲۳۰ھ) نے شرح ترمذی میں اس سے استفادہ کیا ہے (بحوالہ رسالہ نفی رفع سبابہ از مولانا محمد حسن جان (ف ۱۳۶۵ھ) قلمی بخط مصنف در کتابخانہ مولانا محمد ہاشم جان مرحوم ٹنڈو سائیں داد، سندھ) جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ شاہ محمد یحییٰ کا رسالہ رفع سبابہ رام پور میں خاندان حضرت مجدد کے افراد کے پاس موجود ہوگا۔

مجددی حضرات کے مابین مسئلہ رفع سبابہ میں علمی اختلاف رہا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے لے کر مولانا محمد حسن جان مذکور تک اس موضوع پر ان حضرات نے رسائل لکھے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد نے رفع سبابہ کی نفی میں ایک رسالہ حضرت مجدد کی زندگی میں لکھا جس کا ذکر خود حضرت مجدد نے فرمایا ہے (مکتوب ۳۱۲/۱) نیز زبدۃ المقامات، ص ۲۱۰، حضرات القدس ۲۳۵/۲، روضۃ القیومیہ ۲۸۸ میں بھی اس رسالہ کا ذکر ہے۔

پھر حضرت شاہ محمد یحییٰ نے اس رسالہ کے جواب میں اثبات رفع سبابہ کے موضوع پر رسالہ مذکورہ لکھا (الیانع الجنی، ص ۶۷) اس کے بعد شاہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ سعید نے نفی رفع سبابہ میں ایک رسالہ لکھا (الیانع الجنی ۶۷) مولانا سراج احمد مجددی نے شرح ترمذی میں وضاحت کی ہے کہ حضرت شاہ محمد فرخ کا رسالہ بھی حضرت شاہ یحییٰ کے جواب میں تالیف ہوا ہے (بحوالہ رسالہ مذکورہ مولانا محمد حسن جان، ورق ۳۸۔ا)۔ اس کے بعد اس خانوادہ کے مشہور مصنف اور عظیم فارسی شاعر حضرت شیخ عبدالاحد وحدت معروف بہ شاہ گل (ف ۱۱۲۶ھ) نے "منع رفع سبابہ" پر ایک رسالہ تالیف کیا (عمدہ المقامات، ص ۲۴۶)۔ اس خاندان کا آخری رسالہ حضرت خواجہ محمد

Marfat.com

حسن جان مرحوم کا ہے جو انہوں نے میر علی نواز شکار پوری (ف ۱۹۲۰ء) کے رسالہ بشارہ لاہل الاشارہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۲۳ھ (دررد مکتوب حضرت مجدد ۱/ ۳۱۲) کے جواب میں ایک ضخیم اور تقطیع کلاں میں رسالہ لکھا جس کے ڈیڑھ سو صفحات ہیں (سال تالیف ۱۳۳۲ھ)۔ یہ رسالہ بخط مصنف مولانا محمد ہاشم جان مرحوم کے کتب خانہ ٹنڈو سائیں داد، سندھ میں موجود ہے۔

یہ وضاحت کرنا لازم ہے کہ اس عظیم خانودہ کا یہ آپس کا اختلاف محض فقہی و علمی تھا مخالفت کا رنگ اس میں مطلق نہیں ہے۔

۵۹۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، سر مو خلاف شرع امر سے بھی بہت نفرت کرتے تھے ایک مکتوب میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ وہ کشف جو شریعت کے خلاف ہو مردود ہے:

''کشف ہر چہ مخالف شریعت است مردود است'' (مکتوبات ۱/ ۴۳)

۶۰۔ شیخ محمد حیات سندھی ثم مدنی بن ملا بھلاریہ (ف ۱۱۶۳ھ) عالم، محدث اور نامور علماء کے استاذ تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن کے نام تذکروں میں ملتے ہیں، ان میں ''تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اور الایقاف علیٰ سبب الاختلاف'' اس مکتوب کے موضوع سے متعلق ہیں، شیخ سندھی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو:

سبحۃ المرجان، ص ۹۵۔۹۶ مآثر الکرام، ص ۱۴۴۔۱۴۷ الیانع الجنی، ص ۳۳، اتحاف النبلا، ص ۴۰۳۔۴۰۴ نزہۃ الخواطر ۲۰۲/۶ معجم المولفین ۲۷۵/۹، تذکرہ علمائے ہند، ص ۴۳۷، مقالات الشعرا، ص ۳۵۶۔

India's Contribution to the study of Hadith Literature/ p. 239.

۶۱۔ اس رسالہ کا نام تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' ہے۔ اس کا خطی نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدیہ، جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے، اس کے ناشر و مترجم

Marfat.com

نے لکھا ہے کہ وہ مجموعہ جواہر الاصول کے ساتھ مجلد ہے لیکن کتب خانہ کی فہرست میں اس مجموعہ کے تحت وضاحت نہیں کی گئی، جواہر الاصول کا نمبر ۲۲۵ ہے (فہرست مدرسہ محمدیہ، ص ۸۶): محمد عبدالجلیل سامرودی نے تحفۃ الانام کے اسی نسخہ کو مع اردو ترجمہ، سامرود (سورت ضلع گجرات) سے ۱۳۵۷ھ میں شائع کردیا تھا۔ شیخ سندھی کا اس موضوع پر ایک اور رسالہ الایقاف علیٰ سبب الاختلاف بھی اسی اشاعت کے ساتھ بطور ضمیمہ چھپا ہے۔ نیز اس رسالہ کو مکتبہ سلفیہ لاہور نے ۱۹۵۹ء میں محمد حسین بٹالوی کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا تھا۔

۶۲۔ روضۃ العلماء ابی علی حسین بن یحییٰ بخاری حنفی کی تالیف ہے۔ (ملاحظہ ہو: کشف الظنون ۱/۹۲۸، بروکلمان ۴/۸۳ (عربی ترجمہ از سید یعقوب بکر) روضۃ العلماء کا ایک خطی نسخہ، کتب خانہ سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد، سندھ میں موجود ہے (تعلیقات عبدالرشید نعمانی بر ''دراسات اللبیب''، ص ۱۶۰ حاشیہ)۔

۶۳۔ شامی علامہ (ابن عابدین): ردالمختار علی الدرالمختار، طبع ترکی، ۱۳۰۷ھ جلد اول، ص ۶۳۔

۶۴۔ یہی سوال حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی خدمت میں بطور استفتاء بھیجا گیا تھا، جس کے جواب میں آپ نے مستقل رسالہ ''الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی'' تالیف کیا اس رسالے کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت مظہر کی عمل حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو اس کا اہل ہو اسے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت ہے (ص ۱۶) یعنی صرف مجتہد فی المذہب ہی قول امام کو ترک کرسکتا ہے (ص ۲۰) تفصیل کے لئے دیکھیے رسالہ مذکورہ مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ۔۔۔ ان امور پر حضرت مظہر کے معاصر حضرت شاہ ولی اللہ نے تفصیلی بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

کشاف ترجمہ انصاف از مولانا محمد احسن نانوتوی۔ دہلی ۱۹۰۹ء۔

۶۵۔ جزیل المواہب کے کسی خطی یا مطبوعہ نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔ البتہ حاجی خلیفہ

Marfat.com

نے اس رسالہ کا ذکر کیا ہے۔(کشف الظنون، طبع یالتقایا، ۵۹۰/۱) جہاں اس کا نام قدرے مختلف ہے یعنی "جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب"۔

۶۶۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، امام یحییٰ بن شرف بن مری النووی الدمشقی الشافعی (ف ۶۷۷ھ) کی فقہ شافعی پر مشہور کتاب ہے۔(ر-ک-معجم المولفین ۲۰۲/۱۳-۳۰۳۔ معجم المطبوعات، ص ۱۸۷۸۔ ہدیۃ العارفین ۵۲۴/۲-۵۲۵)۔

۶۷۔ اسے عام طور پر جامع الفتاوی کہا جاتا ہے۔ یہ امام ناصر الدین ابی القاسم محمد بن یوسف سمرقندی حنفی متوفی ۵۵۶ھ کی تصنیف ہے۔(ملاحظہ ہو کشف الظنون ۵۶۵/۱، مفید المفتی، ص ۲۸)۔

۶۸۔ امام شعرانی نے المیز ان میں اور شاہ ولی اللہ نے الانصاف میں ان امور پر مفصل بحث کی ہے، جس سے اس مکتوب کی اصل روح کا پتہ چل جاتا ہے۔

۶۹۔ صحابہ کرام پر طعن کے باطل ہونے کے سلسلے میں بہترین دلائل حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں دیے ہیں، ص ۴۷۲-۴۸۷)۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ الاسلام از شاہ معین الدین ندوی، طبع دار المصنفین ۱۹۶۶ء جلد اول ۳۲۵-۳۴۱

۷۰۔ حضرت مجدد وضاحت فرماتے ہیں:

کم و بیش آدھے صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملے میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر (علی) کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے (مکتوبات ۲۵۱/۱) مکتوبات معصومیہ ۳۶/۲، ۶۰، ۶۸۔

۷۱۔ صحابہ کے مابین جو تنازعات ہوئے ہیں انہیں نیک محل پر محمول کرنا چاہئے، تعصب سے دور رہنا چاہئے کیوں کہ وہ تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھے۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔(مکتوبات حضرت مجدد ۲۵۱/۱)۔

Marfat.com

۷۲۔ حضرت مجدد نے اس باب میں اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:
حضرت علی کے خلاف لڑنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی کی طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی تھی اس لئے ملامت سے دور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے... حضرت علی کی خلافت کے زمانے میں حضرت معاویہ خلافت کے حق دار نہیں تھے... (مکتوبات ۱/۲۵۱)۔

۷۳۔ خطائے اجتہادی سے مراد یہ ہے کہ ایک عالم صالح و متقی اپنی پوری کوشش حق بات کی تلاش میں صرف کر دیتا ہے لیکن اس کی رسائی حق تک نہیں ہوتی بلکہ وہ غلط نتیجے تک پہنچتا ہے۔

۷۴۔ تفصیل کے لئے دیکھیے' شاہ عبد العزیز: تحفہ اثنا عشریہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی: السیف المسلول۔

۷۵۔ القرآن (الانبیاء) ۲۱/۱۰۷۔

۷۶۔ یعنی اجمالی طور پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ برحق ہے۔

۷۷۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ دینی عقاید پر دنیا کے کسی علوم اور نظریات کو ترجیح حاصل نہیں ہے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مروجہ اکثر کتب تاریخ بنی عباس کے عہد میں لکھی گئیں ان میں متضاد واقعات اس کثرت سے شامل کر دیے گئے کہ "تاریخ اسلام" محض جنگ اور جدال اور قتل و غارت گری کی داستان بن کر رہ گئی۔ اس لئے ان کے مطالعہ سے ہیجان پیدا ہونا فطری امر ہے۔

۷۸۔ ملاحظہ ہو: ضمیمہ فرہنگ اصطلاحات تصوف۔ (کتاب ہذا)

۷۹۔ امام سیوطی نے مستند کتب حدیث کی روشنی میں خلافت کے قریش سے تعلق کے بارے میں مفصل بحث کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۴۔۱۵، عربی، مطبوعہ نور محمد کراچی ۱۹۵۹ء)۔

Marfat.com

۸۰۔ امام سیوطی نے ہی احادیث حسن کی بنیاد پر خلفاء قریش کی تعداد بارہ متعین کی ہے (ایضاً ص ۱۵۔۱۶)

۸۱۔ اس باب میں امام سیوطی کے دلائل کا حوالہ سابقہ حواشی میں ملاحظہ کریں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ''دوام العیش فی الائمۃ من قریش'' کے نام سے اس موضوع پر مستقل رسالہ تالیف کیا ہے۔ مطبوعہ بصورت عکس، لاہور، ۱۹۸۰۔

نیز ملاحظہ ہو فصل الخطاب از خواجہ محمد پارسا بخاری (ف ۸۲۲ھ/۱۴۲۰ء) مطبوعہ تاشقند ۱۳۳۱ھ ص ۴۷۲، ۴۷۴، ۷۹۵

۸۲۔ قوسین میں مندرج فقرہ کلمات طیبات (ص ۳۴) میں منقول اس مکتوب سے لیا گیا ہے کیونکہ یہ مقامات مظہری میں موجود نہیں ہے۔

۸۳۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے ایک بلند پایہ تحقیقی کتاب ''سیرت عائشہ'' (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تالیف کی ہے۔ ملاحظہ ہو، ص ۱۳۳۔۱۳۷۔

۸۴۔ ''افک'' کا لفظی مطلب ہے تہمت لگانا۔ اس سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی وہ تہمت ہے جسے منافقین کی بدولت شہرت ملی۔ قاعدہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سفر درپیش ہوتا تھا تو ازواج مطہرات میں ایک ہم رکاب ہوتیں۔ سفر مریسیع (نزد نجد) میں حضرت عائشہ ہمراہ تھیں۔ سفر پر جاتے وقت انہوں نے اپنی بہن اسما کا ایک ہار عاریۃً لے کر پہن لیا۔ ایک جگہ قافلہ نے پڑاؤ کیا تو حضرت عائشہ رفع حاجت کے لئے گئیں تو ہار گلے سے گر گیا، نوعمری اور سفر کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے وہ کسی کو اطلاع دیے بغیر ہار ڈھونڈنے چلی گئیں۔ جب ہار لے کر لوٹیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ مجبوراً حضرت عائشہ وہیں رک گئیں۔ اور بعد میں آنے والے حفاظتی دستے کے ہمراہ آئیں تو منافقین نے اسے کئی رنگ دیے۔ اچھی خاصی شورش برپا ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمائی تو حضرت عائشہ بے قصور ثابت

Marfat.com

ہوئیں۔(سیرت عائشہ ملخصاً ص ۵۳۔۵۸)۔

۸۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا۔تو حضرت علی نے عرض کیا'' دنیا میں عورتوں کی کمی نہیں (یعنی اگر لوگوں کے کہنے کی پرواہ ہو تو طلاق دے دیجیے اور خادمہ سے پوچھ لیجیے وہ سچ سچ بتا دے گی'' (سید سلیمان ندوی: سیرت عائشہ،ص ۷۸)۔

۸۶۔ مکتوب کے اس حصے کا تعلق فدک کے اس واقعہ سے ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا۔ان میں سے ۱۸ حصے اپنے لیے مخصوص کیے۔وہاں سے واپس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے لئے وہاں محیصہ بن مسعود انصاری کو بھیجا اہل فدک نے صلح کر لی اور نصف زمین معاہدہ میں دینے کا وعدہ کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔اس وقت سے یہ زمین آپ کے لئے مخصوص ہوئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ وحضرت عباس،حضرت ابو بکر کی خدمت میں آئے اور خیبر وفدک کی زمینوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ تھا اس کا بحیثیت وارث مطالبہ کیا۔اس جواب میں حضرت ابو بکر نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے،'' کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہم چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا''۔اس کے بعد حضرت ابو بکر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کرتے تھے میں اسی طرح کروں گا۔حضرت فاطمہ یہ سن کر کبیدہ خاطر واپس چلی گئیں اور جب تک زندہ رہیں حضرت ابو بکر سے کلام نہیں کیا۔(صحیح بخاری کتاب الفرائض بحوالہ صدیق اکبر مولفہ سعید احمد اکبر آبادی ص ۴۰۹۔۴۱۰ ملخصاً)۔

۸۷۔ مسند امام احمد بن حنبل میں واضح روایت موجود ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی زبان سے حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سننے کے بعد حضرت فاطمہ نے کہا''تو پھر آپ

Marfat.com

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہے آپ اس کو زیادہ جانتے ہیں'' (صدیق اکبر مولفہ سعید احمد اکبر آبادی، ص ۴۱۵) ملخصاً۔

۸۸۔ مسند مذکورہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فدک کو سابقہ حالت میں قرار دینے کے بعد فرمایا ''جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار مجھ کو اس سے زیادہ عزیز ہیں کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کروں۔'' مزید فرمایا میں نے سنا ہے کہ نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود میں ان سب کی سرپرستی کروں گا جن کی سرپرستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور ان سب پر خرچ کروں گا جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے۔ (ایضاً ص ۴۱۴)۔

۸۹۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف، مسلم (۹۱/۲) اور مسند حنبل ۴۶۳/۲ میں ان الفاظ میں مروی ہے: **لا نورث ما ترکنا صدقة.**

۹۰۔ اول تو خود حضرت ابوبکر کا کسی حدیث کو روایت کرنا اس کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہے اور پھر اس روایت میں حضرت ابوبکر تنہا نہیں تھے بلکہ ازواج مطہرات، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت عمر فاروق، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ بن عبداللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ یہ سب حدیث کی صحت کے گواہ تھے۔ (صدیق اکبر، ص ۴۱۵) اس لئے حضرت فاطمہ کا اس حدیث کی صحت سے انکار کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

۹۱۔ اشعۃ اللمعات ۲۵۲/۴۔۲۵۳ (کتاب الفتن باب بداء الخلق وذکر الانبیاء)۔

۹۲۔ حضرت مجدد نے لکھا ہے'' خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری اور استعداد تقلیدی کے کم ہونے کی علامت ہے۔ (مکتوبات ۱۰۷/۱) خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں ہے۔ (ایضاً ۹۲/۲)۔

Marfat.com

۹۳۔ القرآن (آل عمران ۳/۳۱)۔

۹۴۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر ۱/۱۱۴ (باب ۳۷)۔

۹۵۔ استدراج کا لفظ یہاں مقامات مظہری میں نہیں ہے بلکہ کلمات طیبات، ص ۳۵ میں منقول اس مکتوب میں موجود ہے۔ استدراج بمعنی مکر (فرہنگ معارف اسلامی) استدراج کی وضاحت کے لئے دیکھیے، مکتوبات حضرت مجدد ۲/۹۲، دستور العلماء ۱/۸۶)۔

۹۶۔ حضرت مجدد نے اتباع سنت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:
یہی وجہ ہے کہ احکام شرعی میں سے ایک حکم بجالانا نفسانی خواہشوں کو دور کرنے کے لئے ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو خود کیے جائیں کئی درجہ بہتر ہے... (مکتوبات ۱/۵۲)۔

۹۷۔ صوفیہ کے تمام سلاسل کی بنیاد اتباع سنت پر ہے۔ اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اسے حصول قرب کا سب سے اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ حضرت مظہر کا تعلق جس سلسلہ سے ہے یعنی نقشبندیہ طریقہ میں اتباع سنت پر بہت زور دیا ہے، حضرت مجدد فرماتے ہیں:
اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے (مکتوبات ۱/۳۷) سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند اور دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت سنیہ کی تابعداری کی جائے (۲/۲۳، ۱۹) مزید تفصیل ان مکتوبات میں ملاحظہ ہو۔ ۱/۸، ۲۷، ۲/۱۹، ۲۳، ۳۵۴، ۳/۴۱) وغیرہ۔
حضرت خواجہ معصوم نے بھی اپنے مکتوبات میں اتباع سنت پر بہت زور دیا ہے مولانا محمد صدیق لکھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو ایک متروکہ سنت کو زندہ کرے اسے سو شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (مکتوبات معصومیہ ۱/۲۲۸، حسنات الحرمین کا مقدمہ)۔

Marfat.com

۹۸۔ حضرات مجددیہ کے بیانات کی تفصیل مولانا محمد باقر لاہوری نے کنز الہدایات میں دی ہے۔اور مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے مناہج السیر و مدارج الخیر میں بطریق احسن ان مقامات کو سمجھانے کی سعی کی ہے۔

۹۹۔ القرآن (الرحمٰن) ۱۹/۵۵۔

۱۰۰۔ (رسالہ مراتب ستہ، مولانا جامی سے منسوب ہے۔اسی مکتوب میں خود حضرت مظہر نے اس رسالہ کو حضرت جامی کی تصنیف بتایا ہے۔لیکن اس کے جتنے خطی نسخے راقم کی نظر سے گزرے ہیں، کسی کے متن میں بھی مولف کا نام درج نہیں ہے۔اسی قسم کے مطالب مولانا کی معروف تصنیف نقد النصوص میں پائے جاتے ہیں ممکن ہے کسی نے بعد میں یک جا کر کے مراتب ستہ نام دے دیا ہو۔جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے رسائل نقشبندیہ کا جو مجموعہ ''ملفوظات'' کے نام سے حیدر آباد سے ۱۹۵۹ء میں طبع کرایا تھا، میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔

۱۰۱۔ القرآن (النحل) ۶۰/۱۶۔

۱۰۲۔ ''شیونات''، جمع الجمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد ''شان'' ہے اور شیون اس کی جمع ہے، شان کے معنی حال اور امر کے ہیں۔حضرت مجدد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی شیونات اس کی ذات کی فرع ہیں اور اس کی صفات شیونات پر متفرع ہیں۔اور اس کے اسماء جیسے خالق اور رازق صفات پر متفرع ہیں اور اس کے افعال اسماء پر متفرع ہیں اور تمام موجودات افعال کے نتائج اور ان پر متفرع ہیں (معارف لدنیہ، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ وحدت الوجود از، بحر العلوم حاشی مولانا زید ابوالحسن، مطبوعہ دہلی، ۱۹۷۱ء، ص ۲۹۔۳۰)۔

۱۰۳۔ قوسین میں منقول فقرہ کلمات طیبات، ص ۳۹ سے ماخوذ ہے۔

Marfat.com

ضمیمۂ اول

حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ

مولف مقامات مظہری

نوشتہ

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی قدس سرہٗ

پسر

حضرت شاہ ابوسعید مجددی قدس سرہٗ

تخلیق و تعلیق

محمد اقبال مجددی

Marfat.com

حضرت شاہ عبدالغنی

[ضمیمہ ہذا کے مولف، مشہور عالم، محدث اور شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالغنی بن حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمتہ اللہ علیہما کی ولادت شب شنبہ ۲۵ شعبان ۱۲۳۴ھ /۱۹ جون ۱۸۱۹ء کو دلی میں ہوئی "مظاہر حلیم" تاریخی نام ہے اور سہ شنبہ ۷ محرم ۱۲۹۶ھ /۳۱ دسمبر ۱۸۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حفظ قرآن مجید کے بعد مولانا حبیب اللہ ملتانی سے اور باطنی فیض اپنے والد سے پایا، ۱۲۴۹ھ /۱۸۳۳ء میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لئے گئے۔ حرمین الشریفین میں شیخ محمد عابد سندھی (ف ۱۲۵۷ھ) اور شیخ اسمٰعیل رومی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ اور پھر دلی آکر حضرت شاہ محمد اسحاق سے حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں۔ والد کی وفات (۱۲۵۰ھ) کے بعد آپ نے اپنے برادر عزیز حضرت شاہ احمد سعید اور مرزا عبدالغفور خورجوی سے راہ سلوک آخر تک طے کیا۔ اوائل ۱۲۷۴ھ /۱۸۵۷ء میں آپ نے حضرت شاہ احمد سعید کے ہمراہ حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کی۔ اور وہیں مقیم ہو کر درس حدیث میں مشغول ہو گئے۔ جہاں دور دراز سے اہل فضل و کمال آپ کے حلقہ میں آکر شامل ہونے لگے۔ آپ کو بہت مقبولیت ہوئی۔ اور "مسند وقت" کہلائے۔ علماء نے آپ کی اسناد حدیث کو کتابی شکل میں جمع کیا چنانچہ "الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی" کے نام سے شیخ محسن ترہتی نے اور مولانا عبدالستار صدیقی مہاجر مکہ نے "المورد الہنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی" عربی میں تالف کیں۔

حضرت شاہ عبدالغنی کی تصانیف یہ ہیں۔ " انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ"، تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات (حضرت مجدد الف ثانی)، تحفہ تیموریہ، شفاء السائل، اردو ترجمہ نصاب الاحتساب، "القول السنی فی الذب عن الشیخ عبدالغنی" [جواب رد شفاء السائل]۔

Marfat.com

از مولانا زید ابوالحسن فاروقی اور مکتوبات جامع حافظ محمد یعقوب مجددی اور ضمیمہ ہذا [در حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی] ۔ مقامات مظہری کے اولین ناشر عبدالرحمٰن خان (مالک مطبع احمدی دہلی) ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں جب کہ یہ کتاب زیر طبع تھی حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ضمیمہ ہذا لکھنے کی درخواست کی گویا ۱۲۶۹ھ میں یہ ضمیمہ تالیف ہوا۔ ہ ضمیمہ زیادہ تر حضرت شاہ رؤف احمد رافت کی تالیف جواہر علویہ کا خلاصہ ہی ہے لیکن بعض مقامات پر قابل قدر اضافات بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی نشاندہی ہم نے حواشی میں کر دی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مقامات خیر: ص ۴۷۔ ۸۱ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۵۔ ذکر السعیدین، ۳۲۔ ۳۵۔

(محمد اقبال مجددی)

Marfat.com

ھوالغنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ درحالات

حضرت شاہ غلام علی دہلوی

حمد وصلوۃ کے بعد خود بینی اور خود پسندی میں گرفتار درویش دلریش عبدالغنی مجددی عرض کرتا ہے کہ ان دنوں معدن الغیرت والایمان برادر طریقت عبدالرحمٰن خان (۱) کی حسن سعی سے یہ رسالہ درحالات ومقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ چھپ رہا ہے جس کے مولف حضرت قطب فلک الارشاد غوث الاقطاب والا وتاد مظہر کمالات خفی و جلی مرشدنا شاہ عبداللہ المشتہر بہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اخفائے احوال اور انکسار جوان کے مزاج شریف میں بہت زیادہ تھا، انہوں نے حضرت شہید (مظہر) کے دیگر خلفاء کا تو ذکر کیا ہے لیکن اپنا حال لکھنا بہت ضروری تھا، تحریر نہیں فرمایا ہے، اور یہ امر بڑا عجیب ہوگا کہ ایسے عظیم الشان خلیفہ کا ذکر اس رسالہ میں نہ ہو۔ لہذا میں نے ان کا مختصر حال شریف مع خلفاء اپنے چچا شاہ رؤف احمد مرحوم کی تالیف جواہر علویہ سے منتخب کر کے اور جو معلومات میرے علم میں ہیں مختصراً لکھ دیا ہے اور شاہ صاحب (غلام علی) کی تالیف (رسالہ مذکورہ) بھی ایک گہرے سمندر کا قطرہ ہے:

گر آن جملہ را سعدی انشا کند   مگر دفتری دیگر املا کند

Marfat.com

یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ (حضرت شاہ غلام علی دہلوی) کا ارشاد آپ کی زندگی میں ہی اس حد تک (پھیل گیا) تھا کہ گزشتہ مشائخ میں سے چند ایک کا اگر ہو تو بعید نہیں۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے خلفاء اقصائے روم اور شام سے حد چین تک اور پھر مشرق سے مغرب تک پہنچ چکے تھے۔(۲) یہ سچ ہے کہ:

مشک آنست کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید

ترجمہ:۔یعنی مشک وہ ہے جو اپنے آپ کو خود ظاہر کرے نہ کہ عطار بتائے۔

استخارہ مسنونہ کے بعد میں نے (ایسا) خواب دیکھا جو اس (ضمیمہ ہذا) کی تحریر پر حسن دال تھا پس اسے (لکھنا) شروع کر دیا۔وھو المستعان.

فصل

ذکر ولادت شریف

[حضرت شاہ غلام علی دہلوی]

آپ کی ولادت شریف ۱۱۵۸ ہجری کو قصبہ بٹالہ ضلع پنجاب میں ہوئی۔آپ کی تاریخ ولادت ''مظہر جود'' سے برآمد ہوتی ہے۔آپ کا نسب شریف حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔آپ کے والد بزرگوار شاہ عبد اللطیف (۳) صاحب مرتاض ومجاہدہ تھے۔وہ ابلے ہوئے کریلے کھاتے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر کرتے تھے۔ان کے پیر شاہ ناصر الدین قادری (۴) تھے۔شاہ عبد اللطیف اور ان کے پیر کا مزار حضرت دہلی میں جیش پورہ عقب عیدگاہ محمد شاہی میں واقعہ ہے (۵)۔انہیں چشتی اور شطاری نسبت کا بھی کچھ حصہ ملا تھا۔وہ چالیس روز تک مطلق نہیں سوئے اور

Marfat.com

رات کو بہت کم کھاتے تھے۔غرور نفس (کے خطرہ سے) وہ روزے کی نیت بھی نہیں کرتے تھے۔

آپ (حضرت شاہ صاحب) کی ولادت سے پہلے انہوں نے خواب میں حضرت اسد اللہ الغالب (علی رضی اللہ تعالی عنہ) کو دیکھا کہ فرماتے ہیں اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا (چنانچہ) آپ کی ولادت کے بعد علی نام رکھا گیا۔جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو خود کو ادباً غلام علی کہلوایا۔

آپ کی والدہ شریفہ نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جو فرماتے تھے کہ اپنے بیٹے کا نام عبد القادر رکھنا۔راقم (شاہ عبد الغنی) کہتا ہے کہ شاید وہ بزرگ حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہوں گے۔آپ (حضرت شاہ صاحب) کے چچا نے جو ایک بزرگ تھے اور انہوں نے ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے آپ کا نام عبد اللہ رکھا۔

آپ کے والد نے اپنے پیر سے آپ کو بیعت کروانے کے لئے جو کہ خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ تھے، آپ کو وطن (بٹالہ) سے (دہلی میں) طلب کیا۔لیکن قضائے الٰہی سے وہ بزرگ اسی رات جس شب آپ (دہلی) پہنچے یعنی گیارہ رجب کو انہوں نے انتقال فرمایا۔آپ کے والد ماجد فرمانے لگے، میں نے تو تمہیں (ان سے) بیعت کے لئے طلب کیا تھا لیکن خدا کی مرضی یہ نہیں تھی اب تم جہاں اپنا فائدہ دیکھو وہیں اخذ طریقہ کرو۔ان دنوں دہلی میں جو حضرات متعین تھے آپ نے ان کی صحبت اختیار کی ان میں حضرت ضیاء اللہ اور شاہ عبد العدل یہ دونوں حضرت خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ تھے اور خواجہ میر درد بن خواجہ ناصر مولوی فخر الدین، شاہ نانو اور شاہ غلام سادات چشتی اور دیگر اعزہ کی صحبت میں رہے۔

۱۱۸۰ھ میں جب کہ آپ کی عمر بائیس سال تھی آپ حضرت شہید (میرزا مظہر) کی خانقاہ شریفہ میں پہنچے۔یہ (شعر) آپ کے حسب حال ہے:

از برای سجدہ عشق آستانی یافتم
سر زمینی بود منظور آسمانی یافتم

Marfat.com

بیعت کے لئے درخواست کی۔ فرمانے لگے جہاں ذوق وشوق پاؤ وہاں بیعت کرو۔ یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا۔ آپ نے عرض کی کہ مجھے یہی منظور ہے۔ حضرت نے فرمایا تو مبارک ہو۔ پس آپ کو بیعت کرلیا۔ آپ نے اپنے احوال میں خود لکھا ہے کہ مجھے جب علم حدیث اور تفسیر سے مناسبت پیدا ہوگئی تو میں نے حضرت شہید کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی لیکن طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں تلقین فرماتے۔

پندرہ سال تک آپ کے ذکر ومراقبہ کے حلقہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد مجھے آپ نے اجازت مطلقہ سے نوازا۔ مجھے اس ارادت کے شروع میں فکر تھی کہ وہ شغل جو میں نے طریقہ نقشبندیہ میں کیا ہے حضرت غوث الاعظم کی اس میں رضامندی ہے یا نہیں؟ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین ایک مکان میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اس کے جوار میں ایک دوسرے مکان میں حضرت شاہ نقشبند بھی تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو فرمانے لگے خدا کی مرضی یہی ہے، جاؤ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ابتدائیہ میں مجھے معاش کی بہت تنگی تھی جو کچھ تھا وہ بھی چھوڑ کر توکل اختیار کرلیا۔ ایک پرانا بوری بستر اور اینٹ کا سرہانہ بنالیا۔ ایک مرتبہ شدت ضعف سے میں نے ایک حجرہ میں (داخل ہوکر دروازہ) بند کرلیا کہ یہی میری قبر ہے۔ اس ذات پاک نے کسی کے ہاتھ فتوح بھیجی۔

اب پچاس سال سے میں اسی گوشہ قناعت میں بیٹھا ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے دروازہ بند کرلیا کہ اگر میں مروں گا تو اسی حجرہ میں۔ آخر اللہ کی مدد پہنچی ایک شخص آیا اور کہا کہ دروازہ کھولیں، آپ نے نہ کھولا۔ اس نے پھر کہا مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ کھولو۔ آپ نے پھر بھی نہ کھولا وہ کچھ روپے (بذریعہ) شگاف اندر پھینک کر چلا گیا۔ پس اسی دن سے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔

اس کے بعد صدہا علماء وصلحاء (دور دراز کے) ممالک سے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ ان میں سے بعض تو آنحضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں حکم دینے سے خدمت میں پہنچے۔

Marfat.com

مثلاً مولانا خالد رومی، شیخ احمد کردی اور سید اسمٰعیل مدنی اور بعض نے بزرگوں کے تشویق دلانے سے بیعت کی۔ مثلاً مولانا جان محمد اور بعض نے آپ کو خواب میں دیکھ کر۔

ان میں سے کم وبیش دو سو تو آپ کی خانقاہ شریف میں رہتے تھے، جن کی آپ بطریق احسن کفالت کرتے تھے۔ اس کمال (فضل) کے باوجود (طبیعت میں) انکسار حد سے زیادہ تھا۔

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک کتا میرے گھر آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ الٰہی! میں کون ہوں کہ تیرے دوستوں کا وسیلہ بنوں۔ تو اس مخلوق کے صدقے مجھ پر رحم فرما اور اسی طرح اگر کوئی طلب (حق) کے لئے آتا ہے تو میں اسے تقرب کے لئے وسیلہ بناتا ہوں۔

آپ کا عمل اکثر حدیث شریف کے مطابق ہوتا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث کے فرزندوں میں سے کسی سے علم حدیث کی سند (٦) لی تھی اور اپنے مرشد سے بھی (حدیث کی سند حاصل کی تھی) قرآن مجید حفظ تھا، لیکن لوگ اس بات سے آگاہ نہیں تھے۔ آپ بہت کم سوتے تھے۔ اگر تہجد کے وقت لوگوں کو خواب غفلت میں پاتے تو انہیں بیدار کرتے تھے۔ اور خود تہجد کی نماز پڑھتے اور پھر مراقبہ اور تلاوت کلام اللہ شریف میں مشغول ہو جاتے اور روزانہ دس سیپارے پڑھتے مگر ضعف کی حالت میں کم کر دیتے تھے۔

صبح کی نماز اول وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے اشراق تک حلقہ ومراقبہ ہوتا۔ لوگوں کی کثرت کے سبب حلقہ ایک سے زیادہ مرتبہ کرتے۔ پہلے لوگ چلے جاتے اور ان کی جگہ دوسرے بیٹھتے۔ اس کے بعد طالبوں کو حدیث اور تفسیر کا درس دیتے، جو کوئی بھی آپ سے ملاقات کے لئے آتا اسے تھوڑا وقت دے کر رخصت کر دیتے اور معذرت کرتے کہ فقیر ان دنوں فکر گور میں مصروف ہے اور اسے مٹھائی یا تحفہ بھی دیتے۔

ایک مرتبہ نواب محمد میر خان جو کہ حضرت غوث الاعظم کی اولاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہما کے نواسے تھے اور آپ اسی بزرگی کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتے تھے، وہ آکر تھوڑی دیر بیٹھتے تو آپ عذر فرما کر رخصت کر دیتے۔ غلبہ محبت کی وجہ سے ان کا دل اٹھنے کو نہ چاہتا تو

Marfat.com

آپ اپنے خادم سے فرماتے کہ مکان کی چابیاں لا کر نواب صاحب کی نذر کرو کیوں کہ وہ تو اٹھتے نہیں ہم مکان ان کی نذر کر کے خود ہی چلے جاتے ہیں (یہ سن کر وہ) فی الفور اٹھ جاتے۔

زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا کھاتے۔ امراء کے گھروں کا مکلف کھانا جو آپ کے لئے اکثر آتا تھا، خود ہی نہ کھاتے بلکہ اسے طالبوں کے لئے بھی مکروہ خیال فرماتے۔ مگر اپنے ہمسایوں اور اس شہر میں اگر کوئی نو وارد ہوتا تو ان میں تقسیم کر دیتے۔ اور کبھی دیگوں کو کھلا چھوڑ دیتے کہ جو چاہے کھانا لے جائے۔ البتہ اگر کوئی نقد رقم بھیجتا اور اس پر کوئی شبہ نہ ہوتا تو سال گزرنے سے پہلے اس میں سے چالیسواں حصہ نکال لیتے جو حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک بشرط وجود نصاب زکوٰۃ جائز ہے۔ کیوں کہ فرض کا صدقہ نفلی صدقہ سے زیادہ ثواب کا موجب ہے، پھر اپنے پیروں خصوصاً حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی نیاز کے لئے حلوہ وغیرہ تیار کروا کر فقراء میں تقیم کرتے، اور اپنے والد کی نیاز بھی دیتے۔

وہ قرض بھی ادا کرتے جو خانقاہ کے فقراء پر خرچ ہوتا، جو کوئی بھی حاجت مند آتا اسے رقم دے دیتے اور کبھی کوئی شخص بغیر اطلاع کے بھی لے جاتا تو (اسے لیتے ہوئے) دیکھنے کے باوجود آپ اپنا منہ دوسری طرف کر لیتے (بطور چشم پوشی)۔

بعض لوگ آپ کی کتابیں لے جاتے اور وہی بیچنے کے لئے آپ کے پاس لے آتے تو آپ اس کتاب کی تعریف فرماتے اور اس کی قیمت دے دیتے۔ اگر اشارۃً کوئی کہتا کہ حضرت یہ کتاب تو آپ ہی کے کتب خانے کی ہے اور اس پر مہر (علامت) بھی موجود ہے تو ناراض ہو کر منع فرماتے اور کہتے کہ صاحب ایک کاتب کئی کتابیں لکھتا ہے۔

آمدم بر سر مطلب آپ (دوپہر کا) کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے اور پھر دینی کتب مثلاً نفحات (الانس) اور آداب المریدین (۷) وغیرہ ہما کا مطالعہ اور ضروری تحریرات میں مشغول ہو جاتے۔ نماز ادا کرنے کے بعد تفسیر و حدیث کا درس دیتے۔ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر حدیث اور تصوف کی کتابیں پڑھاتے مثلاً مکتوبات امام ربانی، عوارف (المعارف) اور رسالہ قشیریہ، اسی طرح

Marfat.com

شام تک حلقہ ذکر اور توجہ میں مشغول رہتے۔ شام کی نماز کے بعد خاص مریدوں کو توجہ دیتے، کھانا کھا کر عشا کی نماز پڑھتے۔ رات اکثر بیٹھ کر ذکر اور مراقبہ میں گزار دیتے۔ اگر نیند کا زیادہ غلبہ ہوتا تو مصلے پر ہی دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ کبھی چارپائی پر بھی سوتے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کبھی آپ نے پاؤں بھی دراز کیے ہوں، اکثر احتیاط کے طور پر اس حالت میں جو حضرت سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور اولیاء کرام مثلاً حضرت غوث الاعظم سے ثابت ہے۔ مراقبہ میں بیٹھتے۔ اور غایت درجہ حیا کی وجہ سے پاؤں بہت کم پھیلاتے تھے۔ یہاں تک کے وفات بھی اسی حالت میں ہوئی۔ فتوح (نذر و نیاز) فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ خود موٹا (کھردرا۔ کھدرنما) لباس پہننے کی عادت تھی۔ اگر کوئی نفیس لباس بھیجتا تو اسے بیچ کر کئی کپڑے خریدتے اور انہیں صدقہ میں دے دیتے اور اسی طرح دوسری چیزوں کے بارے میں بھی کرتے بہ نسبت ایک سے اگر زیادہ لوگ پہن لیں تو بہتر ہے اور اکثر حضرت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی عادت مبارک تھی کہ موٹا لباس زیب تن فرماتے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک موٹی اور تہ بند شریف بوسیدہ تھا نیز فرمایا کہ اسی لباس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس نے پرواز فرمائی۔

آپ (حضرت شاہ غلام علی) اعلیٰ درجے کے سخی تھے۔ یہ (سخاوت) خفیہ طور پر کرنا بہت پسند تھا۔ حلقہ کے وقت بھی لوگوں کو دیتے تھے۔ آنجناب پر حیا اس قدر غالب تھی کہ لوگوں کی شکل دیکھنا تو درکنار کبھی اپنی شکل بھی آئینہ میں نہیں دیکھی تھی۔

آپ مومنوں پر اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ اکثر رات کو (ان کے حق میں) دعا کرتے تھے۔

حکیم قدرت اللہ خان جو کہ آپ کا ہمسایہ تھا اور اکثر آپ کی غیبت میں اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے قید ہو گیا۔ آپ نے اس کی رہائی کے لئے کون سی کوشش نہیں فرمائی۔

دنیا کا ذکر آپ کی مجلس میں نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی امراء یا فقراء کا ذکر ہوتا، گویا یہ سفیان ثوری (۸) کی مجلس تھی۔ اگر کوئی غیبت کرتا تو فرماتے واقعی برائی مجھ میں ہی ہے۔ کسی نے شاہ عالم

Marfat.com

بادشاہ کی برائی (غیبت) بیان کی، آپ روزے سے تھے فرمایا افسوس کہ روزہ جاتا رہا۔ کسی نے عرض کی کہ حضرت آپ نے کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ فرمایا صاحب اگر چہ میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں نے سنا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا برابر ہوتے ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کا شیوہ شریف تھا۔ بادشاہ کا سخت احتساب کرتے تھے اور اس باب میں آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا تھا۔ وہ مکتوب جس میں آپ نے اکبر شاہ (ثانی)(۹) پر احتساب کیا ہے وہ آپ کے (مجموعہ) مکتوبات (۱۰) شریف میں موجود ہے۔

سید اسمٰعیل مدنی آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ ہی کے حکم کے مطابق جامع مسجد (دہلی) میں موجود آثار نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (زیارت کے لئے) گئے اور واپس آکر کہا کہ اگر چہ وہاں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات محسوس ہوتی ہیں لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کروائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصاویر کی موجودگی کا علم ہوا۔ آپ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکالی گئیں۔

بندیل کھنڈ کا رئیس، نواب شمشیر بہادر ایک مرتبہ انگریزی ٹوپی پہنے آپ کی خدمت میں آیا، آپ طیش میں آگئے اور اسے منع کرنے لگے۔ اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو پھر نہیں آؤں گا۔ آپ نے فرمایا خدا تمہیں ہمارے ہاں نہ لائے۔ وہ مغلوب الغضب ہو کر اٹھا اور صفہ دالان کی سیڑھیوں تک گیا ہوگا کہ اپنا کلاہ خادم کو دے کر پھر حاضر خدمت ہوا اور بیعت کی۔ بعض کو آپ نرمی سے منع فرمادیتے کیوں کہ احتساب پہلے پہل سہل ہونا چاہیئے۔

میر اکبر علی کہتے ہیں کہ میرے چچا نے داڑھی نہیں رکھی ہوئی تھی، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ عجب ہے کہ میر صاحب کی داڑھی نہیں ہے، پھر خندہ پیشانی سے فرمایا کہ (اسلام میں) جو کچھ ہے وہ آپ ہی کے خاندان سے ہے۔ ہم تو آپ کے گماشتے ہیں۔ الغرض وہ چلا گیا اور پھر کبھی داڑھی نہ منڈوائی۔

Marfat.com

آپ کا ترک و تجرید اس مرتبہ کا تھا کہ بادشاہ وقت اور دوسرے امراء یہ تمنا کرتے رہے کہ وہ آپ کی خانقاہ کے خرچ کے لئے کچھ معین کریں۔ لیکن آپ کی زبان پر اکثر یہی قطعہ رہتا:

خاک نشینی است سلیمانیم نیک بود افسر سلطانیم

ہست چہل سال کہ می پوشمش کہنہ نشد خلعت عریانیم

ترجمہ:۔ ہماری خاک نشینی ہی بادشاہت ہے۔ اور مجھے بادشاہت عطا کرنے والا بہت ہی قادر و کریم ہے، چالیس سال ہو گئے ہیں مجھے لباس پہنے ہوئے جو ابھی تک بوسیدہ نہیں ہوا۔

نواب امیر خان (۱۱) والئ ٹونک و سرونج نے بھی یہی آرزو کی تو آپ نے شاہ رؤف احمد صاحب سے یہ لکھنے کے لئے فرمایا:

ما آبروی فقر و قناعت نمی بریم

با میر خان بگوی کہ روزی مقدر است

ترجمہ:۔ ہم فقر و قناعت کی آبرو کو آنچ نہیں آنے دیں گے۔ امیر خان سے کہہ دو روزی مقرر ہے۔

آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہماری جاگیر تو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں:

وفی السماء رزقکم وماتوعدون (۱۲)

(اور آسمان میں تمہارے لئے رزق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی و دنیاوی مہمات سرانجام دیتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ خانقاہ کے اخراجات غیب سے پورے ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے ان چار چیزوں کا ہونا لازم ہے۔ شکستہ ہاتھ، شکستہ پاؤں، صحیح دین اور درست یقین۔

آخری عمر میں آپ کو ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا، لیکن جب یہ شعر پڑھتے تو اسی شدید ضعف میں ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے اور پوری قوت سے (طالبوں پر) توجہ کرتے، شعر حافظ:

ہر چند پیرو خستہ دل و ناتواں شدم

ہر گہہ کہ یاد روی کردم جواں شدم

Marfat.com

ترجمہ:۔اگرچہ ہم بوڑھے،دل شکستہ اور ضعیف ہو چکے ہیں۔مگر جب بھی یار کے چہرے کا تصور کرتے ہیں تو جوان ہو جاتے ہیں۔

آپ کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کا مرتبہ حاصل تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتے بے تاب ہو جاتے۔

ایک مرتبہ خادم قدم شریف سے پانی کا تبرک لایا اور کہا کہ حضرت رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ پر سایہ ہو، یہ بات سنتے ہی آپ بے تاب ہو گئے اور اس خادم کی پیشانی پر بوسہ دیا۔فرمایا کہ میری ہستی ہی کیا ہے کہ مجھ پر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک ہو؟ اور اس خادم پر بہت نوازش فرمائی۔

مرض موت کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینہ مبارک پر تھی۔اگر حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کا پتہ چلتا تو اس کے مطابق عمل کرتے۔بکری کے شانے کا گوشت منگواتے اور اسے پکاتے کیوں کہ وہ مسنون ہے۔آپ کو قرآن شریف کا نہایت ذوق تھا۔اوابین اور تہجد کی نماز میں میرے(مولف ضمیمہ ہذا) والد (حضرت شاہ ابوسعید مجددی) سے ختم قرآن مجید سنتے اور کبھی غلبۂ شوق سے زیادہ سنتے اور بے تاب ہو کر فرماتے بس کرو مجھ میں (بے تاب ہونے کی) زیادہ طاقت نہیں ہے۔اور اکثر درد انگیز اشعار سنتے تھے جس سے آپ کو وجد آجاتا تھا۔لیکن چونکہ استقامت کا پہاڑ تھے اس لئے ضبط کر لیتے۔

ابوالحسن نوری محو رقص تھے اور سید الطائفہ جنید بیٹھے تھے،نوری نے فرمایا:

انما یستجیب الذین یسمعون (۱۳)

(مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں)

حضرت جنید نے کہا:

وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب (۱۴)

(اور تو پہاڑوں کو دیکھ کر خیال کرے گا کہ وہ منجمد ہیں لیکن وہ چلتے ہوں گے بادلوں کی طرح)

Marfat.com

حضرت جنید نہایت مستقیم تھے۔

راقم (شاہ عبدالغنی مجددی) کہتا ہے کہ طریقہ مجددیہ میں کبھی نسبت چشتیہ کا بھی ظہور ہوتا ہے جو کہ حضرت مجدد (قدس سرہ) کے والد ماجد سے وراثتاً تھی (۱۵)۔

نیز کمال تمکن کے باوجود کبھی اچانک حضرت مجدد رحمتہ اللہ سے بھی حالت ذوق وشوق منقول ہے:

خوبی و شکل و شمائل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ترجمہ:۔ خصائص وعادات اور صورت وسیرت کی خوبیاں جو دوسرے محبوبوں میں پائی جاتی ہیں، تم ان کے جامع ہو۔ سبحان اللہ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔

ع　ہر چہ استاد ازل گفت بگو میگوئیم

ترجمہ:۔ استاذ ازل جو کچھ کہتا ہے، میں کہہ دیتا ہوں۔

آپ کی طبیعت اس قدر نازک تھی کہ اگر کوئی دور تمباکو کا دھواں چھوڑتا (حقہ پیتا) تو آپ ناراض ہو جاتے اور مکان کو دھونی دیتے۔ فرماتے کہ افغانوں نے ہماری مسجد کو ہلاس دانی (۱۶) بنادیا ہے۔

میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے۔ آپ کے مکان شریف سے اچانک خود بخود خوش بو آنے لگتی تھی۔ اس وقت آپ دوسروں کو باہر بھیج دیتے۔ کیونکہ اس وقت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیروں کی روح کا ظہور ہوتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہما کی صورتیں دیکھی ہیں۔

ایک مرتبہ میرا ایک پہلو شل ہو گیا تو میں نے حضرت مجدد قدس سرہ کی روح سے مدد چاہی اسی وقت آپ کی صورت شریف کو میں نے ہوا میں معلق دیکھا تو ساری بیماری سلب ہو گئی۔

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ حلقہ اکابر چشتیہ جو کہ ذوق محبت میں سرشار ہیں اور سماع و سرود ان کے دلوں میں رنگا رنگ کے شوق پیدا کرتا اور چہرہ یار سے پردہ ہٹاتا ہے اور ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کا حلقہ بھی بادہ نوش محبت سے سرشار ہے۔ لیکن اس کے متوسلین کے قلوب کو حدیث اور درود ازواق بخشتے ہیں:

ع　آن ایشانند من چنینم یا رب

ترجمہ:۔ الٰہی! وہ کیسے عظیم لوگ تھے اور میں کیا ہوں۔

اسی طرح جب اسم مبارک زبان پر آتا تو آہ آہ کہتے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور کبھی دونوں ہاتھ کشادہ کرتے اور ملاتے کہ گویا کسی کو آغوش میں لیے ہیں اور مولوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھتے:

موسیا آداب داناں دیگر اند　　سوختہ جان و رواناں دیگر اند

ترجمہ:۔ اے موسیٰ علیہ السلام سالکوں کے آداب اور ہیں اور مجاذیب کے آداب اور۔

فصل

ملفوضات حضرت شاہ غلام علی دہلوی (۱۷)

آپ فرماتے ہیں۔ (لفظ) فقیر میں ''ف'' سے مراد فاقہ ''ق ف'' سے قناعت، ''ی'' سے یاد الٰہی اور ''ر'' سے ریاضت ہے۔ جو انہیں بجالائے تو اسے ''ف'' سے فضل خدا ''قاف'' سے قرب مولیٰ، ''ی'' سے یاری اور ''ر'' سے رحمت حاصل ہوتی ہے۔ نہیں تو ''ف'' سے فضیحت ''قاف'' سے قہر، ''ی'' سے یاس اور ''ر'' سے رسوائی ملتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ذوق وشوق اور کشف و کرامات کا طالب، خدا کا طالب نہیں ہوتا۔ راقم (شاہ عبدالغنی مجددی) کہتا ہے بقول حافظ:

Marfat.com

شرم ما باد ازین خرقہ آلودہ خود
گر بدین فضل و کرم نام کرامات بریم (۱۸)

[مجھے اس لئے آلودہ خرقہ پر شرم آتی ہے۔اگر اس فضل و کرم کو کرامات کا نام دیں]

یہ بھی حافظ ہی کا شعر ہے:

با خرابات نشینان ز کرامات ملاف
ہر سخن جای و ہر نکتہ مکانی دارد (۱۹)

[دیر نشینوں کے سامنے کرامات بیان نہیں کرنی چاہئیں کیوں کہ ہر بات اور ہر نکتہ کا ایک موقع ہوتا ہے]

فرماتے ہیں کہ کمالات میں عریانی وصل ہوتی ہے اور اس مقام میں سالک کے نصیب میں ناامیدی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہر چند وصول ہوتا ہے لیکن حصول نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں کہ طالب کو عبادات کی کیفیات پر الگ الگ دھیان دینا چاہئے کہ نماز سے کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے، تلاوت سے کس نسبت کا ظہور ہوتا ہے، درس حدیث اور زبانی شغل تہلیل سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی خیال کرنا چاہئے کہ مشکوک لقمہ سے ظلمت میں کتنا اضافہ ہوا، اسی طرح دوسرے گناہوں (کا بھی خیال رکھو)۔

فرماتے ہیں کہ ولایت میں خطرات مضر ہوتے ہیں لیکن کمالات نبوت میں مضر نہیں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اجهز الجيش و انا فى الصلوٰة
(میں نماز کے دوران لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں)

آفتاب کا مشاہدہ خطرات قلب میں مانع نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں کہ کھانے میں ایک تو رضائے نفس ہے دوسرے حق نفس، رضائے نفس کی غذا بہت لطیف اور حق نفس یہ ہے کہ فرائض و سنن کی ادائیگی کے لئے بقدر توانائی کھانا کھایا جائے۔

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ چار چیزوں سے عبارت ہے یعنی بے خطرگی، دوام حضور، جذبات اور واردات۔

فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جمیع کمالات کے جامع تھے۔ ان کمالات کا ظہور مختلف زمانوں میں افراد امت کے استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ وہ کمالات جن کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن فیض مخزن سے ہوا یعنی بھوکا رہنا، جہاد اور عبادت کرنے کا فیض صحابہ کرام میں جلوہ گر ہوا۔ وہ کمالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے کمالات یعنی استغراق، بے خودی، ذوق، شوق، آہ، نعرہ اور اسرار توحید حضرت بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے اولیائے امت تک پہنچے۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ نفس کے کمالات جو نسبت باطن میں اضمحلال و استہلاک سے عبارت ہیں، حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے زمانے سے اکابر نقشبندیہ پر ہویدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے سے مکشوف ہوا۔

فرماتے ہیں کہ جس طرح طلب حلال مومنوں پر فرض ہے اسی طرح ترک حلال بھی عارفوں پر فرض ہے راقم کہتا ہے کہ صدقہ کا عمل عزیمت پر ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو خواہشات کا طالب ہو وہ خدا کا بندہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اے عزیز جب تک تو کسی چیز کے خیال میں ہے تو اسی چیز کا غلام رہے گا۔

فرماتے ہیں کہ بھوک کی رات درویشوں کے لئے شب معراج ہے۔

فرماتے ہیں کہ صوفی کو دنیا و آخرت پس پشت ڈال کر مولیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

بقول مولانا روم:

ملت عشق ز ملتہا جداست
عاشقاں را مذہب و ملت خداست

ترجمہ:۔ عشق کی ملت تمام ملتوں سے جدا ہے۔ عاشقوں کا مذہب و ملت رضائے خدا

Marfat.com

ہے۔

فرماتے ہیں کہ دعا کے وقت انوار فائض ہوتے ہیں (لیکن) اجابت (دعا) کے اثر کی برکات کا فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اگر دونوں ہاتھ بوجھل محسوس ہوں تو یہ قبولیت دعا کی علامت ہے۔ لیکن میں (حضرت شاہ غلام علی) کہتا ہوں کہ اگر (دعا کے بعد) انشراح صدر حاصل ہو جائے تو یہ قبولیت کی نشانی ہے۔

فرماتے ہیں کہ بیعت تین قسم کی ہوتی ہے۔ اول برائے توسل پیران کبار، دوم گناہوں سے توبہ اور سوم (باطنی) نسبت حاصل کرنے کے لئے۔

فرماتے ہیں کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ نامرد، مرد، جواں مرد اور فرد۔ ان میں سے دنیا کا طالب نامرد، طالب آخرت مرد، طالب آخرت و مولیٰ جواں مرد اور طالب مولیٰ فرد ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ خطرہ بھی چار قسم کا ہے۔ شیطانی، نفسانی، ملکی اور حقانی۔ ان میں (خطرہ) شیطانی بائیں طرف سے، نفسانی اوپر سے یعنی دماغ سے، ملکی دائیں طرف سے اور حقانی فوق الفوق سے آتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ نبوت کے سوا تمام وہ کمالات جو ایک انسان میں ممکن ہو سکتے ہیں، کا ظہور حضرت مجدد (قدس سرہ) میں ہوا۔

رباعی

ہر لطافت کہ نہاں بود پسِ پردۂ غیب
ہمہ در صورت خوب تو عیاں ساختہ اند
ہر چہ بر صفحہ اندیشہ کشد کِلک خیال
شکل مطبوعہ تو زیبا تر ازاں ساختہ اند

ترجمہ: ''تمام لطافت جو پردہ غیب کے پیچھے چھپی ہوئی تھی وہ تمام و کمال تیری اچھی صورت میں عیاں کر دی گئی ہے''۔ جو کچھ صفحۂ فکر پر خیال کے قلم نے تصویر بنائی ہے تیری

Marfat.com

پسندیدہ صورت اس سے بھی زیبا تر ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اویسی ہونا چاہے تو --- نماز عشاء کے بعد اپنے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر کہے:

یا رسول با یعتک علیٰ خمس شهادة ان لا اله الا اللّٰه واقام الصلوة و ایتاء الزکوة وصوم رمضان وحج البیت ان استطعت الیه سبیلا

(یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں پانچ چیزوں پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ کلمہ، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، بشرط استطاعت حج)

چند راتیں وہ یہ عمل کرے۔ اگر وہ کسی بزرگ کا اویسی بننا چاہے تو وہ خلوت میں بیٹھ کر دوگانہ نفل اس کے لئے پڑھے اور اس بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔

فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے مجھے ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ میرا بدن قلب کا حکم رکھتا ہے۔ چاروں طرف سے جو لوگ آتے ہیں مجھے ان کی نسبت معلوم ہو جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ تین کتابیں بے نظیر ہیں قرآن شریف، صحیح بخاری اور مثنوی مولوی روم۔

فرماتے ہیں کہ اولیاء تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ارباب کشف، ارباب ادراک اور ارباب جہل۔

فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد قدس سرہ جیسے کمالات شاید ہی کسی نے حاصل کیے ہوں اگر حضرت تمام وجودی اولیاء پر توجہ فرمائیں تو وہ شاہراہ شہود پر آجائیں۔

فرماتے ہیں کہ سعدی شیرازی سہروردی طریقہ میں عقل مند آدمی تھے انہوں نے دو ہی نکتوں میں سارا تصوف بیان کر دیا ہے:

مرا پیش دانائی مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روی آب
یکی آنکہ بر خویش خود بین مباش دگر آنکہ بر غیر بد بین مباش

ترجمہ:۔ میرے پیر و مرشد شیخ شہاب الدین سہروردی نے جب وہ کشتی میں سوار تھے،

Marfat.com

دو نصیحتیں فرمائیں، ایک یہ کہ خود بینی ترک کردو، دوم یہ کہ دوسرے کو برا مت سمجھو۔

فرماتے ہیں کہ جو کوئی ہم سے ملاقات (بیعت) رکھتا ہے (اسے چاہئے کہ) وہ ہم جیسا لباس پہنے اور ہم جیسے اطوار اختیار کرے:

رباعی

یا مرو با یار ازرق پیر ہن　　یا بکش بر خانماں انگشت نیل

یا مکن با پیلبانان دوستی　　یا بنا کن خانہ در خورد پیل

ترجمہ:۔ یا تو نیلی قمیض والے دوست کے ساتھ نہ جا، یا اپنے خاندان پر نیل کی انگلی پھیر دے، یا تو ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر، یا اپنے گھر کو اس طرح بنا کہ ہاتھی اس میں سما سکے۔

فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے لیکن خاصاں کی ارواح میں فرشتے کو اختیار نہیں ہوتا:

در کوی تو عاشقاں چناں جان بد ہند
کا نجا ملک الموت نہ گنجد ہر گز

ترجمہ:۔ عاشق تیری گلی میں اس طرح جان دے دیتے ہیں کہ وہاں موت کے فرشتے کو اپنا فریضہ ادا نہیں کرنا پڑتا۔

راقم (شاہ عبدالغنی) کہتا ہے کہ شاید:

الله یتوفی الانفس حین موتها (۲۰)

(اللہ جانوں کو فوت کرتا ہے جب ان کی موت کا وقت ہو)

اور

قل یتو فکم ملک الموت (۲۱)

(تم فرماؤ کہ تمہیں موت کا فرشتہ موت دیتا ہے)

Marfat.com

کا اشارہ اسی طرف ہو۔ واللہ اعلم۔

فرماتے ہیں کہ درویشوں کی معاش وہی ہے جسے شیخ ابن یمین کبروی (۲۲) نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے:

نان جوین و خرقہ پشمین و آب شور
سیپارہ کلام و حدیث پیمبری
ہم نسخہ دو چار ز علمی کہ نافع است
در دین نہ لغو بو علی و ژاژ عنصری
تاریک کلبہ کہ پی روشنی آن
بے ہودہ منتی نبرد شمع خاوری
با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو
در پیش چشم ہمت شاں ملک سنجری
این آن سعادت است کہ حسرت برد براں
جو یائے تخت قیصرو ملک سکندری

ترجمہ:۔ ایک مسلمان کو کھانے پینے، خوراک، پوشاک اور قرآن پاک اور حدیث کے ساتھ چند نفع بخش علمی کتابوں کی ضرورت ہے۔ نا کہ بوعلی سینا کی لغویات اور عنصری کی فضولیات۔

نیز مولانا جمالی کے یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے:

رباعی

لنگی زیر لنگی بالا نی غم وزدنی غم کالا
کزک بوریا و پوستکی دلکی پر ز درد دوستکی
ایں قدر بس بود جمالی را عاشق رند لا ابالی را

ترجمہ:۔ ایک چادر نیچے ایک اوپر یہ ہے میرے تن کا لباس، اس لئے نہ چور کا غم ہے نہ ڈاکا

Marfat.com

کا خطرہ۔ حلقہ احباب، بوریا، پوستین اور گدڑی جو دوستوں کے درد سے پر ہے، عاشق رند لاابالی یعنی جمالی کے لئے یہی کافی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ حافظ رحمۃ اللہ کے یہ اشعار بھی آپ کے حسب حال ہیں:

دو یار زیرک و از با جرہ کہن دومنی
فراغتی و کتابی و گوشہ چمنی
من این مقام بہ دنیا و آخرت ند ہم
اگر چہ در پیم افتند ہر دم انجمنی
ہر آنکہ کنج قناعت بہ گنج دنیا داد
فروخت یوسف مصری بہ کمترین ثمنی

ترجمہ:۔ دو عقل مند دوست اور کثیر مقدار میں پرانی شراب ہو، فراغت، کتاب اور گوشہ چمن ہو تو میں اس کو دنیا و آخرت کے بدلے میں نہیں دونگا اگر چہ بہت سے لوگ تقاضہ کریں تو پھر بھی میں یہ مقام نہیں دونگا۔ جس شخص نے گوشۂ قناعت کو دنیا کے خزانے کے عوض دے دیا گویا اس نے یوسف مصری کو کھوٹے داموں پر دیا۔

فرماتے ہیں کہ نورانی عقل وہ ہوتی ہے جو بلا واسطہ مقصود پر دلالت کرے اور ظلمانی وہ ہے جو مرشد کے راہ دکھانے پر راہ راست پر آئے۔

فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ ایک لمحہ بھی یاد مطلوب سے غافل نہ رہے:

این شربت عاشقی ست خسرو بے خون جگر چشید نتوان

ترجمہ:۔ اے خسرو شربت عاشقی خون جگر کی آمیزش کے بغیر نہیں پیا جاتا۔

فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ اور یہی اصل گناہان کفر ہے:

اہل دنیا کافران مطلق اند
روز و شب دربق بق و در زق زق اند

Marfat.com

ترجمہ:۔ محض دنیا کے طالب مطلقاً کافر ہیں۔اور وہ رات دن بق بق کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ عین زوال اس بات کا نام ہے کہ سالک ''انا'' نہ کہہ سکے۔چنانچہ خواجہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے انا الحق کہنا آسان ہے لیکن انا کو زائل کرنا مشکل ہے۔

(حکیم) سنائی کے اس شعر کے یہ معنی آپ نے بیان فرمائے:

بہر چہ از دوست دامانی چہ کفران حرف چہ ایمان

بہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش چہ زیبا

[یعنی ہر وہ چیز جو تجھے دوست سے دور کردے اس میں کفر و ایمان کا امتیاز نہیں۔ہر وہ بات جو تجھے محبوب کے وصال سے روک دے اس میں اچھائی اور برائی کا امتیاز نہیں]

سالک کا دل ابتداء میں نوافل پر آمادہ نہیں ہوتا بلکہ فرائض وسنن موکدہ پر اکتفا کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ طریقہ،مجددیہ میں چار فیض ہیں یعنی نسبت نقشبندی،قادری،چشتی اور سہروردی لیکن اس پر پہلی نسبت (نقشبندیہ) غالب ہے۔

فرماتے ہیں کہ طریقت میں کفر یہ ہے کہ امتیاز اٹھ جائے اور ذات حق کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئے۔منصور حلاج کہتے ہیں:

کفرت بدين الله و الكفر واجب لدى و عندا لمسلمين قبيح (۲۳).

فرماتے ہیں کہ جو مخدوم بنا چاہے وہ مرشد کی خدمت کرے:

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

[جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہوگیا]

فرماتے ہیں کہ اب تو میں بوڑھا ہوگیا ہوں لیکن اس سے پہلے شاہ جہاں آباد کی جامع مسجد کے حوض کا کڑوا پانی پی کر کلام مجید کے دس سیپارے پڑھتا اور دس ہزار مرتبہ ذکر نفی واثبات کرتا۔میری باطنی نسبت اس قدر قوی تھی کہ ساری مسجد نور سے بھر جاتی اور اسی طرح میں جس کوچہ سے گزرتا (وہ بھی منور ہوجاتا) اگر میں کسی کے مزار پر جاتا تو اس کی نسبت پست ہوجاتی (لیکن) میں بھی خود کو

Marfat.com

پست کر دیتا اور اس بزرگ (صاحب مزار) کی تواضع کرتا۔

فرماتے ہیں:

ز ناتوانی خود این قدر خبر دارم
که از رخش نتوانم که دیده بر دارم

ترجمہ:۔ میں اپنی کمزوری کو اس قدر بیان کر سکتا ہوں کہ یار کے چہرے سے اپنی آنکھیں بھی نہیں ہٹا سکتا۔

فصل

آپ کے مکاشفات اور الہامات

آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں بے تابی (کے عالم میں) میں نے (سر پر) خاک ڈال لی۔ چونکہ یہ امر شرع میں اچھا نہیں ہے اس لئے (میرے باطن میں) ظلمت پیدا ہو گئی۔ (اسی اثنا میں) میں نے خواب میں میر روح اللہ (۲۴) کو جو کہ حضرت شہید (میرزا مظہر) کے مخلص تھے، دیکھا کہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے انتظار میں تشریف فرما ہیں۔ میں نہایت شوق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانقہ فرمایا۔ معانقہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شکل شریف میں رہے اس کے بعد سید میر کلال (۲۵) رحمتہ اللہ علیہ کی شکل اختیار کر لی۔

ایک روز میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر ہی سو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور منع فرمایا اور (اس فعل کی) مذمت بیان فرمائی۔

Marfat.com

ایک بار خواب میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم:

من رائی فقد رای الحق(۲۶)

(جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی حدیث ہے؟ فرمایا ہاں۔

(میرا معمول تھا) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر ہمیشہ تسبیح وتمجید پڑھا کرتا تھا۔لیکن ایک مرتبہ مجھ سے یہ عمل نہ ہوسکا۔میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی شکل میں جو شمائل ترمذی میں مذکور ہے، تشریف لائے اور شکایت فرمائی۔

ایک مرتبہ مجھ پر دوزخ کی آگ کے خوف کا شدید غلبہ ہوا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

ایک بار میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو فرمایا کہ تیرا نام عبداللہ اور عبدالمہیمن ہے۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے چہرے کا گوشت دو انگلیوں کے برابر حضرت سلطان المشائخ (۲۷) کے چہرہ مبارک کا سا ہوگیا ہے جو بدنما معلوم نہیں ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضرت سلطان المشائخ کا پیرہن لایا اور کہا کہ وہ تیرے پیر ہیں میں نے جواب دیا کہ میرے پیر تو میرزا جان جانان رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔اس نے چند مرتبہ یہی تکرار کی۔آخر کہا کہ سلطان المشائخ آپ کے پیر صحبت ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مجدد قدس سرہ تشریف لائے اور فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبند (۲۸) تشریف لائے اور میرے پیراہن میں داخل ہوگئے۔

ایک روز ایک بزرگ آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔میں نے نام پوچھا تو فرمایا کہ

''بہاءالدین۔''

Marfat.com

ایک بار ایک شخص ایک خلعت لایا اور کہا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عنایت کیا ہے۔ مولانا خالد نے عرض کی کہ یہ خلعت قطبیت ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے انکسار کے طور پر اس مقام کا نام نہ لیا۔

ایک روز میں حضرت خواجہ باقی باللہ (۲۹) رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا اور توجہ کی درخواست کی۔ حضرت مزار سے باہر آئے توجہ فرمائی۔ دوپہر کا وقت تھا اس لئے میں جلدی اٹھ کھڑا ہوا پھر حسرت ہی رہی کہ جلدی کیوں کی؟ اس کی (توجہ کی) ایسی کیفیت تھی جو بیان سے باہر ہے۔

ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین (۳۰) رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا میں نے کہا "شیأ للہ شیأ للہ"، یعنی "اللہ کے لیے کچھ دیجیے اللہ کے لیے کچھ دیجیے" میں نے پانی سے بھرا ہوا ایک حوض دیکھا جس کے کنارے سے پانی باہر آ رہا تھا (اس وقت) القا ہوا کہ تیرا سینہ نسبت مجددیہ سے پر ہے اس میں مزید گنجائش نہیں ہے۔

ایک روز میں سلطان المشائخ کے مزار پر گیا میں نے توجہ کی درخواست کی، فرمایا تمہیں کمالات احمدی حاصل ہیں میں نے عرض کی اپنی نسبت بھی عطا کریں۔ انہوں نے توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ ان کا چہرہ میری طرح ہو گیا ہے اور میرا چہرہ ان کی مانند، میں اس سے بہت محظوظ ہوا۔

ایک مرتبہ میں حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ تشریف لائے اور فرمایا کہ عبادت کثرت سے کیا کرو اس راہ (طریقت) میں عبادت کرنی چاہیے تاکہ در تصرف کھل جائے۔ میں نے عرض کی کہ آپ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے فرمایا (صرف) کثرت عبادت سے۔

ایک بار میرا مکان معطر ہو گیا۔ اوپر نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر (ایک) معطر اور منور روح جلوہ نما ہے اور اس کے گرد آفتاب کی سی شعاعیں ہیں۔ میں حیران ہوا کہ یہ کیا (ماجرا) ہے؟ پھر خیال آیا کہ یہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہے یا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح ہے۔

Marfat.com

ایک مرتبہ اہل خانقاہ کے درمیان لفظی نزاع ہوا۔حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ جو کوئی جھگڑا کرے اسے خانقاہ سے نکال دو۔

ایک مرتبہ میرے مکان میں سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں فرمایا کہ میں تمہارے لئے زندہ ہوں۔

ایک مرتبہ میں نے مشکوک کھانا کھالیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت شہید (میرزا مظہر) نے الٹی کی ہے اور فرمایا کہ ہر جگہ کا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

ایک مرتبہ الہام ہوا کہ منصب قیومیت تمہیں عطا کیا گیا ہے۔

ایک روز الہام ہوا کہ تجھ سے ایک نیا طریقہ جاری ہوگا۔

ایک روز میں نے اپنے مکان کی کشادگی کے لئے عرض کی تو الہام ہوا کہ تو اہل وعیال نہیں رکھتا پھر کیا ضرورت ہے؟

ایک روز میں نے ہمسائے کا مکان طلب کیا تو الہام ہوا کہ تم نے ہمسائے کو کیوں تکلیف پہنچائی اور اسے مکان سے باہر نکالا۔

ایک روز میں حرمین الشریفین کی زیارت کا قصد کر کے نیم قد اٹھا تو یہ الہام ہوا کہ تیرا یہیں رہنا بہتر ہے۔

ایک روز میں نے کہا ''یا شیخ عبدالقادر شیاً للہ'' تو الہام ہوا کہ کہو ''یا ارحم الرحمٰین شیاًللہ''۔

ایک روز الہام ہوا کہ حضرت سلطان المشائخ نے اپنے خلفا دکن بھیجے تھے تم اپنے خلفا کابل اور بخارا بھیجو۔اللہ تعالیٰ کا کلام صوت اور لحن سے مبرا ہے۔میں نے تین بار سنا ایک مرتبہ مدرسہ میں، دو مرتبہ سکونتی مکان میں جس میں کہ ان دنوں مقیم ہوں یعنی خانقاہ شریف۔

ایک رات میں نے کہا ''یارسول اللہ'' آواز آئی ''لبیک یا عبد صالح''۔

Marfat.com

فصل

آپ کی چند کرامات

سالکان راہ الٰہی اور طالبان فیض نامتناہی سے مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت اور اتباع سید انبیاء علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام جیسی کوئی کرامت اور خرق عادت نہیں ہے اور یہ دونوں امر آپ کے ''وجود باوجود'' میں بدرجہ کمال پائے جاتے تھے۔ سب سے بڑی کرامت اور سب سے افضل خرق عادت تو طالبوں کے باطنوں پر تصرف اور ان کے سینوں میں حضرت سبحانہ کے فیض و برکات کا القا کرنا ہے اور یہ امور آپ سے اس قدر ظہور پذیر ہوئے کہ ان کی تحریر کے لئے دفاتر درکار ہیں۔

ہزاروں ارادت مندوں کے دل ذاکر کیے اور سیکڑوں جذبات وواردات الٰہیہ کو پہنچے۔ اور بہت سے لوگوں کو مقامات وحالات عالیہ پر فائز کیا۔ لیکن کائنات میں تصرف اور غیب کی خبریں نفس امر کے مطابق الہام ہوئیں اور آپ کی دعا سے حل مشکلات اور حاجت برآری کے اس قدر واقعات ہوئے کہ لوگوں کے اکثر کام آپ کی دعا سے ہو گئے۔ اور بہت سے عقدے حل ہوئے اور جیسا فرمایا ویسا بار ہا ہوا۔ حقیقت اس کے مصداق ہے:

مطلق آن آواز خود از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ترجمہ:۔ اولیاء اللہ کا کہنا، اللہ کا کہنا ہے۔ اگرچہ وہ بات اللہ کے بندے کے منہ سے نکلتی ہے۔

آپ کا کلام کرامت نظام سراسر الہام، خوارق اولیاء اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا پرتو (تھا) بہت سے لوگ خواب میں آپ کا دیدار کر کے شرف یاب ہوئے اور طریقہ اخذ کیا۔ اور عالی مقامات پر پہنچے اور اپنے وطنوں کو روانہ ہوئے۔ طالبوں کی کثرت کے باوجود ہر ایک کو توجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچاتے اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے۔ توجہ کی قوت

Marfat.com

سے برسوں کا کام تھوڑے ہی دنوں میں کر دیتے۔ اکثر فاسق وفاجر آپ کی توجہ شریف سے تائب ہو کر راہ راست پر آئے اور کئی کفار آپ کی معمولی سی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کرامت:

ایک محبوب شکل اور مرغوب صورت ہندو لڑکا برہمن زادہ آپ کی مجلس شریف میں آیا۔ تمام اہل محفل کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں۔ آپ نے اس پر نظر عنایت ڈالی اسی وقت اس نے زنار کفر اتار کر خلعت ایمان پہنا اور فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور حسن کو نور اسلام سے جلا دے کر اٹھا:

بنشین بہ گدایاں در دوست کہ ہر کس
بنشست باین طائفہ شاہی شد بر خاست

ترجمہ:۔ در دوست کے منگتوں میں شامل ہوجا، جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے، وہ بادشاہ بن کر اٹھتا ہے۔

کرامت:

مولوی کرامت اللہ جو کہ آپ کے خادم تھے ایک روز ان کے پہلو میں شدید درد ہوا آپ نے اپنا دست مبارک وہاں رکھ کر ہمت فرمائی تو اسی وقت (درد) رفع ہو گیا۔

کرامت:

ایک مرتبہ چلتی ہوئی کشتی پر توجہ فرمائی تو وہ رک گئی۔

کرامت:

میاں احمد یار جو کہ آپ کے اجل اصحاب میں سے تھے، کہتے ہیں کہ میں تجارت کے لئے گیا ہوا تھا۔ اثنائے راہ میں صحرا میں میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور گاڑی (بہل) کے قریب کھڑے ہیں فرمایا کہ گاڑی کو تیز کرو اور دوڑاؤ اور اس قافلہ سے جدا ہو جاؤ کیوں کہ ڈاکو آ گئے

Marfat.com

ہیں اور اس قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ غائب ہو گئے۔ میں نے گاڑی کو دوڑایا اور قافلہ سے جدا ہو گیا۔ قضائے الٰہی سے سارا قافلہ ڈاکوؤں نے غارت کر دیا اور میں بخیر وخوبی منزل مقصود کو پہنچ گیا۔

کرامت:

میاں زلف شاہ جو کہ آپ کے مخلصوں میں سے تھے، کہتے ہیں جب میں اوائل حال میں آپ کی خدمت میں آیا تو صحرا میں راستہ کھو بیٹھا اچانک ایک بزرگ نمودار ہوئے اور مجھے راستہ دکھایا میں نے کہا آپ کون ہیں؟ فرمایا تم جس کے پاس بیعت ہونے کے لئے جا رہے ہو میں وہی ہوں۔ دو مرتبہ میرے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا۔

کرامت:

نیز میاں احمد یار سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ ایک صالحہ جو کہ آپ کی مرید تھی، کے ہاں تعزیت کے لئے گیا، کیوں کہ اس کی بڑی لڑکی فوت ہو گئی تھی۔ آپ نے اس ضعیفہ (بڑھیا) سے خطاب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس دختر کے نعم البدل لڑکا عطا کرے گا۔ اس عمر رسیدہ عورت نے گستاخانہ کہا کہ حضرت اب تو میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں اولاد پیدا ہونا عقل کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قادر ہے۔ اس کے بعد آپ اور میں اس کے گھر سے باہر آ گئے اور ایک مسجد میں جو اس بوڑھی کے گھر کے سامنے ہی تھی آپ تشریف لے گئے، وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور اس عورت کے ہاں پیدائش فرزند کی دعا کی اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں نے اس کی اولاد کے لئے جناب الٰہی میں عرض کی ہے قبولیتِ دعا کا اثر ظاہر ہوا (اور) ان شاء اللہ اس کے ہاں فرزند ہی تولد ہو گا۔ اس کے بعد آپ کے فرمانے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے لڑکا عنایت فرمایا اور جوان ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

Marfat.com

کرامت:

ایک عورت آئی اور ایک بیمار کی شفاء کے لئے عرض کی آپ نے اسے دستر خوان سے تبرک دیا جو نان اور کباب تھا، جب وہ گھر آئی تو وہ حلوہ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ (جس سے) معلوم ہوا کہ بیمار کا وقت اجل آپہنچا ہے۔ چنانچہ اسی طرح واقعہ ہوا۔

کرامت:

میر اکبر علی صاحب جو کہ آپ کے مخلص نیاز مندوں میں سے ہیں، انہوں نے اپنے عزیزوں کی ایک عورت کی بیماری کے بارے میں عرض کی۔ چونکہ انہوں نے بار بار سوال کیا تھا آپ نے فرمایا اکبر علی اس کی زندگی پندرہ روز سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی اور تقدیر الٰہی سے وہ پندرھویں روز وفات پا گئی لیکن بیماری کے دنوں میں میر صاحب موصوف (اکبر علی) اس عورت کو توجہ دیتے رہے جب آپ اس عورت کے جنازہ پر تشریف لائے اور فرمایا اکبر علی شاید تم اسے توجہ دیتے رہے ہو اسی لئے اس میں برکات معلوم ہوتی ہیں۔

کرامت:

آپ کی خانقاہ کے قریب ایک رافضی کا مکان تھا۔ آپ کی خانقاہ کی تنگی کے لئے اس مکان کی ضرورت تھی وہ عورت جس کی ملکیت میں وہ مکان تھا آپ نے اس سے مکان کی خواہش کی اس عورت نے انکار کر دیا۔ آخر ایک بار آپ نے حکیم شریف خان کو جو کہ دہلی کے معززین میں سے تھے، اس عورت کو سمجھانے کے لئے بھیجا کہ اگر تمہیں اس فروخت میں کچھ عار ہے تو ہم اس کی قیمت خفیہ طور پر بھیج دیتے ہیں۔ تم اسے بطور نذر پیش کر دو اس بد بخت نے جو اہل اللہ سے عداوت رکھتی تھی حکیم موصوف کا قول قبول نہ کیا بلکہ اس نے آپ کے بارے میں بے ہودہ بکا۔ کیونکہ بزرگوں کو گالیاں (سب و شتم) اس فرقہ ملعونہ کی عادت ہے۔ حکیم صاحب وہاں سے چلے آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حال بیان کیا۔ آپ نے چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے عرض کی کہ

Marfat.com

صاحب اس کا کلام (آپ نے) سن لیا ہے۔ اب میں اس وقت تک اس کا مکان نہیں لوں گا جب تک وہ خود آ کر التجا نہ کرے۔ تقدیر الٰہی سے اس خاندان پر (پے در پے) موت وارد ہوئی ابھی ایک بچہ باقی تھا جب وہ بھی بیمار پڑ گیا تو وہ پھر سمجھ گئی کہ یہ میرے اس برے عمل کا نتیجہ ہے وہ اس بچہ کو لائی اور اس مکان کی بھی پیش کش کی۔

کرامت:

حکیم رکن الدین کو بادشاہ سے وزارت کا منصب حاصل ہوا تو آپ نے حکیم سے ایک عزیز کی سفارش کی تو اس نے اس امر پر توجہ نہ کی جس سے آپ کو ملال ہوا۔ وہ چند روز کے بعد معزول کر دیا گیا پھر وہ کبھی اس منصب پر فائز نہ ہو سکا۔

کرامت:

آپ دہلی کے صوبہ (دار) شاہ نظام الدین سے ناراض ہوئے تو وہ بھی معزول ہو گیا۔

کرامت:

ایک بار آپ کے چند خلفاء بہت دور سے آئے۔ وہ راستے ہی میں کہنے لگے، کہ حضرت کا معمول ہے کہ قدم بوسی کے وقت آپ تبرک عنایت کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھے اس مرتبہ مصلیٰ کی خواہش ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں کلاہ چاہتا ہوں۔ تیسرے نے بھی کسی چیز کی طلب (کا خیال کیا) جب وہ حضور پرنور میں پہنچے۔ تو ہر ایک کو اس کی تمنا کے مطابق عنایت کیا اور اس قسم کے اکثر واقعات آپ سے ظہور پذیر ہوتے۔ بارہا آپ کا کلام دلی تمناؤں کے مطابق ہوتا۔

کرامت:

ایک روز حکیم نامدار خان کی عیادت کے لئے گئے۔ حکیم مذکور نزع کی حالت میں تھے ان کی آنکھیں بند اور بے ہوش پڑے تھے۔ ان کے اقربا نے آپ سے سلب مرض کے لئے درخواست کی۔

Marfat.com

آپ ایک لمحہ متوجہ رہے پھر انہیں فی الفور ہوش آ گیا۔اور آنکھیں کھول دیں آپ سے بہت سی باتیں کیں۔جونہی آپ نے ان کے گھر سے قدم باہر نکالا اسی وقت جان دے دی۔

کرامت:

ایک شخص بخارا سے براہ دیار کابل ہندوستان آ رہا تھا کہ دریائے اٹک عبور کرتے وقت اس کا اونٹ مع سامان تجارت پانی میں غرق ہو گیا۔اس نے کہا اگر میرا اونٹ مع اسباب زندہ باہر آ جائے تو میں آپ کی نیاز دوں گا۔اللہ سبحانہ کے حکم سے وہ دریا سے باہر آ گیا جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو واقعہ خدمت میں عرض کیا۔تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے نیاز دے دی ہے؟ اس نے کہاں ہاں دے دی۔

کرامت:

میاں احمد یار صاحب کے چچا کو رقم لینے (کے جرم میں) بادشاہ نے گرفتار کر لیا۔میاں احمد یار آپ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے۔آنجناب نے فرمایا کہ تم چند لوگ جمع ہو کر قلعہ میں جاؤ اور اسے رہا کر کے لے آؤ۔میاں موصوف نے کہا کہ قلعہ کے دروازے پر تو چوکی اور سپاہیوں کی پلٹن حفاظت کے لئے متعین ہے اس لئے ہم کیسے لا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب؟ تم میرے کہنے پر جاؤ، وہ گئے۔دروازے کے نگہبانوں اور سپاہیوں کی پلٹن میں سے کسی نے انہیں نہ دیکھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ آخر اسے قید خانہ سے زندہ لے آئے کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔

کرامت:

مولوی فضل امام (۳۱) کا لڑکا بہت علیل تھا، انھوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور اسے کچھ پلایا ہے جب صبح ہوئی تو اسے شفا ہو گئی۔وہ آپ کی خدمت میں بطور نیاز رقم لائے تو فرمایا کہ یہ ہماری رات کی عنایت کا شکرانہ ہے؟

Marfat.com

کرامت:

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرا لڑکا دو ماہ سے گم ہے۔ آپ توجہ فرمائیں کہ وہ آجائے۔ فرمایا کہ تیرا لڑکا تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ دل میں حیران ہوا کہ میں تو ابھی گھر سے آرہا ہوں لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ وہ گھر میں ہے وہ آپ کے فرمانے کے مطابق گھر گیا اور دیکھا کہ لڑکا واقعی گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔

کرامت:

ایک عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرا لڑکا فوج میں نوکر تھا اس کی نوکری جاتی رہی ہے اس نے تمام لباس ترک کر کے لنگوٹی پہن لی ہے اور دین و شریعت سے ہٹ کر ملنگ ہو گیا ہے اور بھنگ پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھو وہ بیٹھ گئی۔ جس سے اس کے تمام لطائف ذکر جاری ہو گئے۔ اس کے بعد اس کے لڑکے کے حال پر توجہ کی وہ فرقہ ملامتیہ کو چھوڑ کر راہ راست پر آ گیا۔

کرامت:

غریب اللہ سقہ جو کہ آپ کی ہمسائیگی میں سکونت پذیر تھا ایک روز بیماری کی شدت سے نزع کی حالت ہو گئی۔ رات کے آخری حصہ میں اس کے رشتہ دار آپ کو اس کے پاس لے گئے۔ آپ نے توجہ فرمائی اسے عنایت الٰہی سے صحت کامل نصیب ہوئی۔

کرامت:

مولوی کرامت اللہ صاحب فرماتے ہیں ان ایام میں جب کہ میں آپ کے پاس تھا میں نے بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کیا۔ ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد جو کہ مراقبہ اور ذکر کا وقت تھا میں بغل میں کتاب دبائے پڑھنے کے ارادے سے جا رہا تھا۔ آپ کی نظر شریف مجھ پر پڑ گئی۔ ناراض ہو کر فرمایا بیٹھ اور (ذکر میں) مشغول ہو جا۔ میں چونکہ گستاخ تھا بولا کہ میں تو اس لئے آیا تھا کہ کچھ

Marfat.com

بغیر محنت کے مل جائے ورنہ محنت کرنے سے تو ہر جگہ مل ہی جاتا ہے فرمایا میں تمہیں بحق بہاء الدین بغیر محنت کے ہی دوں گا، بیٹھ جاؤ۔ اسی وقت توجہ دی میرے ہوش جاتے رہے کہ گویا میرا دل سینہ سے نکل گیا ہے۔ مدت کے بعد مجھے ہوش آیا۔ حضرت حلقہ سے فارغ ہو چکے اور مجھ پر دھوپ آ گئی تھی اور آپ کے خاص اصحاب مثلاً شاہ ابوسعید صاحب حاضر تھے۔ میں شرمندہ ہوا فرمایا کہ کیا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی نیند کا غلبہ ہو گیا تھا، آپ تبسم فرمانے لگے۔

فصل

آپ کی وفات کا حال

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو تھی۔ لیکن فرماتے تھے کہ حضرت پیر ومرشد قدس سرہ کی شہادت سے لوگوں پر کس قدر مصائب نازل ہوئے۔ تین سال تک بہت بڑا قحط مسلط رہا جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں اور لوگوں نے ایک دوسرے کو جو قتل کیا وہ حیطہ تحریر سے باہر اور کسی پر مخفی نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنی شہادت سے ڈرتا ہوں۔ راقم (شاہ عبدالغنی) کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے:

لزوال الدنیا اھون عند اللّٰہ من قتل نفس مومن

او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم (۳۲)

(تحقیق دنیا کا زائل ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے)

جمل، صفین، حرہ اور کربلا کی کئی سالہ جنگیں اور پھر بنی امیہ بنی ہاشم کے مابین لڑائیوں کا بڑا سبب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہی تھا۔

Marfat.com

حضرت شاہ غلام علی کو آخر (عمر) میں بواسیر اور خارش کے امراض لاحق ہو گئے تھے ان ایام میں میرے والد (شاہ ابوسعید) بلدہ لکھنو میں تھے، اس تھوڑی مدت میں آپ نے بہت سے خطوط انہیں لکھے۔ تقدیر یہی تھی کہ میرے بعد میرے قائم مقام وہی ہو۔ ان شاء اللہ اپنے والد علیہ الرحمتہ کے ذکر میں ایک دو مکتوب نقل کروں گا۔ غرض انہوں نے سراسیمگی کے عالم میں اپنے اہل وعیال کو لکھنو ہی میں چھوڑا اور آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ میری آرزو تو یہ تھی کہ تم سے ملتے وقت میں بہت روؤں لیکن نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مجھ میں رونے کی طاقت نہیں رہی۔ اور ان کے حال پر بہت عنایت فرمائی۔

آپ کی دائمی عادت یہ تھی کہ مشکوک مرض کے وقت وصیت نامہ تحریر فرماتے اور زبانی بھی تاکید کرتے کہ دوام ذکر شغل نسبت، اخلاق حسنہ، مل کر رہنا، رضائے الٰہی پر چون وچرا کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ طریقہ اتحاد، فقر وقناعت، تسلیم ورضا اور توکل سے بافراغت رہنا:

ومن اصدق من اللہ حدیثا(۳۳)

(اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی)

نیز فرماتے تھے کہ میرا جنازہ آثار شریف نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ جامع مسجد (دہلی) میں ہیں، لے جائیں۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شفاعت کے لئے عرض کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ نماز (جنازہ) جامع مسجد میں پڑھی گئی، آثار شریفہ کے پاس لے گئے۔ وہ تبرکات جو آپ کے پاس تھے ان کے بارے میں فرمایا کہ انہیں تربت کے سرہانے چھوٹے گنبد میں رکھیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے آگے فاتحہ، کلمہ طیبہ اور دیگر آیات شریفہ کا پڑھنا بے ادبی ہے (اس لئے) یہ دو اشعار پڑھے جائیں:

Marfat.com

مفلسا نیم آمده در کوی تو شیئ للہ از جمال روی تو

دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بر دست و بر پہلوی تو

ترجمہ:۔ ہم مفلس تیری گلی میں آئے ہیں۔ اللہ کے لیے اپنے چہرہ انور کی کچھ خیرات دیجیے۔ ہماری کشکول کی طرف دست کرم بڑھایئے، آپ کے دست عطا اور سخاوت پر آفرین۔

میں بھی یہی کہتا ہوں کہ میرے جنازے پر یہی اشعار پڑھے جائیں نیز دو عربی اشعار بھی خوش الحانی سے پڑھیں:

وفدت على الكريم بغير زاد من الحسنات و القلب السليم

فحمل الزاد اقبح كل شئی اذا كان الوفود على الكريم

ترجمہ:۔ میں کریم (صاحب لطف وکرم) کے پاس بنا نیکیوں اور قلب سلیم کے توشہ کے گیا۔ پس توشہ کا لے کر جانا بدترین معاملہ ہے۔ جب کہ جانا کسی کریم کے یہاں ہو۔

شنبہ کے دن مولوی کرامت اللہ صاحب سے فرمایا کہ میاں صاحب کو جلد بلاؤ یعنی شاہ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کو ، مگر بہت دقت کے ساتھ اپنا یہ مفہوم ادا کر سکے۔ مولوی صاحب جلدی گئے اور میرے والد صاحب کو بلا لائے جب وہ دروازے میں داخل ہوئے تو ان کی طرف توجہ فرمائی اور اسی حال میں ۲۲ صفر بعد اشراق ہیئت احتباء (۳۴) میں ۱۲۴۰ ہجری کو عین مشاہدہ حق کے استغراق میں اس دار پرملال سے انتقال فرمایا۔

اس وحشت انگیز خبر کو سن کر ہزار ہا لوگ جمع ہو گئے اور نماز (جنازہ) جامع مسجد جا کر پڑھی۔ اس نماز کی امامت حضرت شاہ ابوسعید صاحب نے کی۔ خانقاہ شریف میں حضرت شہید (میرزا مظہر) کے دائیں جانب دفن کیا گیا۔ اب اس احاطہ میں تین (۳۵) مرقد ہیں۔

کیوں کہ حضرت شاہ ابوسعید علیہ الرحمتہ جب حج بیت اللہ سے واپس آ رہے تھے تو ٹونک میں آ کر ان کا نتقال ہو گیا۔ ان کا جنازہ بھی وہاں سے لا کر آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا، اس وقت

Marfat.com

آپ کا مزار درمیان میں واقع ہے۔ رحمتہ اللہ علیہم۔

آپ (حضرت شاہ غلام علی) کی تاریخ وفات ''نور اللہ مضجعہ'' [۱۲۴۰ھ] اور اس مصرع فارسی (سے برآمد ہوتی ہے):

''جاں بحق نقشبند ثانی داد'' [۱۲۴۰ھ]

نیز شاہ رؤف احمد صاحب نے (اس موقع پر) نہایت زیبا رباعی کہی ہے:

چوں جناب شاہ عبد اللہ قیوم زمان
زاین جہاں فرمود رحلت سوئے جناب کریم
سال اوبا حال او جستم چو اے رافت ز دل
گفت ''فی روح و ریحان و جنات النعیم''

[۱۲۴۰ھ]

فصل

آپ کے چند خلفاء کا تذکرہ

حضرت شاہ ابوسعید مجددی

جامع کمالات رب حمید حافظ الشرع والقرآن المجید مرشدنا و مولانا حضرت شاہ ابوسعید (۳۶) بن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت محمد عیسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم، کی ولادت شریف دوم ذیقعد ۱۱۹۶ ہجری کو بلدہ مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں ہوئی۔

Marfat.com

ابتدائی عمر سے ہی ان کا حال صلاح ماثورہ پر رہا۔ فرماتے ہیں کہ اوائل عمر میں اتفاقاً میاں ضیاء النبی (۳۷) صاحب جو کہ میرے اقارب میں سے تھے، کے ساتھ بلدہ لکھنو سے گزر ہوا۔ میں ایک مکان میں فروکش تھا۔ نماز کے لئے مسجد آتے جاتے وقت راستے میں ایک درویش بھی (ملتا) تھا۔ وہ اکثر ننگا رہتا۔ لیکن میرے آنے جانے کے وقت وہ ستر ڈھانپ لیتا تھا کسی نے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کہ تو جب بھی انہیں (شاہ ابوسعید) کو دیکھتا ہے ستر ڈھانپ لیتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ وقت بھی آئے گا جب انہیں ایک ایسا منصب حاصل ہو گا کہ وہ اپنے اقارب کے مرجع بنیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا اس نے کہا۔

دس سال (۳۸) کی عمر میں تقریباً (سارا) قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس کے بعد قاری نسیم علیہ الرحمتہ سے تجوید سیکھی۔ اور قرآن خوانی کے حسن ترتیل میں قاریوں کے لئے رونق افزا ہوئے۔ جو کوئی بھی آپ سے قرآن سنتا محو ہو جاتا۔

فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن اچھا پڑھنے کے سلسلے میں اپنے اوپر اعتماد نہیں تھا۔ آخر بعض عربوں نے حرم محترم میں مجھ سے قرآن سنا اور تعریف کی کیوں کہ مجھے اہل عجم کی تحسین پر مطلق اعتماد نہیں تھا۔

الغرض قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد علوم عقلیہ و نقلیہ میں بہرہ حاصل کیا۔ اکثر درسی کتب مفتی شرف الدین (۳۹) اور بعض (کتب) شاہ ولی اللہ محدث کے فرزند حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث (۴۰) سے پڑھیں۔ فرماتے ہیں کہ قاضی (مبارک) شرح مسلم انہی سے پڑھی ہے۔ نیز صحیح مسلم کی سند بھی انہی سے لی اور اپنے مرشد (حضرت شاہ غلام علی)، اپنے ماموں حضرت سراج احمد (۴۱) بن حضرت محمد مرشد (۴۲) اور حضرت شاہ عبدالعزیز سے بھی علم حدیث پڑھا۔

تحصیل علم کے دوران ہی خدا طلبی کی ارادت پیدا ہو گئی۔ پہلے اپنے والد ماجد ہی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ وہ اپنے آباء واجداد کے طریقہ پر عامل تھے، ان پر ترک دنیا اور قطع تعلق کا غلبہ تھا۔ یہاں تک کہ نواب نصر اللہ خاں (۴۳) نے آرزو کی کہ بخشی گیری کا عہدہ قبول کر لیں لیکن قبول نہ کیا اور اپنے اشغال و اوراد میں ہمیشہ مصروف رہے۔ انہیں علم حدیث کا بھی

Marfat.com

ذوق تھا، فاسق اور فاجر لوگوں سے ہمیشہ روگردانی کرتے تھے۔ ان کی (حضرت شاہ صفی القدر کی) وفات دوشنبہ ۲۹ شعبان ۱۲۳۶ ہجری کو بلدہ لکھنو میں ہوئی ان کی تاریخ وفات "فاز رضوان المودود" ہے۔ سید احمد (۴۴) صاحب اور مولوی اسمٰعیل شہید اور دوسرے عزیزوں نے خود ان کی تجہیز و تکفین کی۔ راستے میں کسی نے چھپر (عریش) جلا رکھا تھا ان کی نعش شریف کو آگ کے اوپر سے لے کر گزر گئے کسی کو گزند نہ پہنچی۔

الغرض آتش شوق مشتعل تھی، اپنے والد کی صحبت اور ان کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی (۴۵) کی خدمت میں پہنچا۔ جو کہ دو واسطوں سے حضرت خواجہ محمد زبیر قدس اللہ سرہ سے بیعت تھے، انہیں انتہائی استغراق حاصل تھا صرف نماز کے وقت لوگ انہیں آگاہ کرتے (تو ہوش آتا) اور ان میں اس قدر گرمی تھی کہ اگر ایک وقت میں سو لوگوں پر توجہ کریں تو وہ بے ہوش ہو جائیں۔

ایک بار نماز کی حالت میں شوق الٰہی سے ان کا بدن حرکت میں آیا سب سے پہلے امام پھر تمام مقتدی اور پھر سارے محلے پر وجد طاری ہو گیا اور وہ (سب) رقص کرنے لگے۔

حضرت شاہ درگاہی مادرزاد ولی تھے۔ تخت ہزارہ ضلع پنجاب میں ۱۱۶۲ ہجری (۴۶) کو پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ ولادت "معدن فیض حق" سے برآمد ہوتی ہے۔

انہیں بچپن میں یہ جذبہ میسر آیا تھا اور وطن سے نکل کر صحرا میں گشت کرتے رہے۔ جب سن تمیز کو پہنچے تو قدرے افاقہ حاصل ہوا تو کسی سے قرآن شریف کے ایک جز کا چوتھا حصہ پڑھا۔ اور نماز صحیح کی پھر مغلوب الحال ہو گئے اور درختوں کے پتوں پر قناعت کرنے لگے۔ مگر نماز کے وقت انہیں افاقہ ہو جاتا۔ پھر بے ہوش ہو جاتے، آخر بلدہ بدایوں کے صحرا میں سلطان التارکین (۴۷) کے مزار پر پہنچے۔

طریقہ قادریہ میں حافظ جمال اللہ (۴۸) رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ امراء سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ اگر سوتے وقت کوئی ان کی چادر میں روپیہ باندھ جاتا تو انہیں نجاست کی بو آتی۔ پھر جا کر اسے دریا میں اس طریقہ سے ڈال دیتے تھے کہ اسے ہاتھ نہ لگے۔

Marfat.com

(حضرت شاہ درگاہیؒ کی بعض کرامات کا بیان)

کرامت:

ان کے ایک مخلص کو شیر کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے انہیں یاد کیا انہوں نے شیر کو طمانچہ مار کر بھگا دیا۔

کرامت:

نواب احمد یار خان کی بیوی بانجھ تھی انہوں نے دعا کی تو تقریباً بیس لڑکے پیدا ہوئے۔

کرامت:

ایک مرتبہ ایک بنیا آیا اور قدموں پر گر پڑا۔ اس نے کہا میں نے خود دیکھا ہے کہ جب مکان کا دروازہ گرا تو انہوں (شاہ درگاہی) نے اسے اٹھا کر دوسری طرف کر دیا جس سے میں بچ گیا۔

کرامت:

ایک شخص سے کہا کہ تیرا مکان جل جائے۔ چنانچہ وہ جل گیا۔

حضرت شاہ درگاہی کی تاریخ وفات "مات قطب الوری عن امر الله" (۴۹) سے برآمد ہوتی ہے ان کا مزار بلدہ، رام پور میں واقع ہے۔

الغرض شاہ مذکور ان (حضرت شاہ ابوسعیدؒ) کے حال پر بہت عنایت کرتے تھے۔ اور چند ہی دنوں میں اجازت وخلافت دے دی ان میں کمال درجے کی شورش پیدا ہوگئی اور بہت سے مرید جمع ہوگئے اور حلقہ میں بے ہوشی اور وجد بہت ہوتا۔ آہیں اور بلند نعرے پیدا ہوتے۔ چونکہ مجددی نسبت میں یہ امور ممنوع ہیں اور اس نسبت کو رقص سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کی اتباع میں کمال افسردگی وآسودگی میں عمر بسر کرتے ہیں ان کا سماع قرآن، نماز ان کا حضور اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ان کا شیوہ ہے۔ حضرت شہید (میرزا مظہر) علیہ الرحمتہ اسی نہج کے تھے۔ نیز انہوں

Marfat.com

(شاہ ابوسعید) نے حضرت (شاہ غلام علی) کو رام پور میں دیکھا تھا جب کہ دہلی میں شاہ نظام الدین (۵۰) کی صوبہ داری تھی اور آپ شاہ نظام الدین سے ناراض ہو کر دہلی سے رام پور چلے گئے تھے (۵۱)۔

حضرت شاہ ابوسعید آپ کے پاس دہلی پہنچے ان ایام میں دہلی اہل علم وصلاح سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر علیہم الرحمتہ بھی زندہ تھے۔ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی زندہ تھے۔ انہوں نے خدا طلبی کے سلسلہ میں ایک مکتوب بھی قاضی صاحب کو لکھا جس کا انہوں نے بہت تعظیم سے جواب دیا۔ اور یہی مشورہ دیا کہ حضرت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی نہیں ہے تو شاہ صاحب آپ کی خدمت میں پہنچے اور مقبول درگاہ ہوئے ان دنوں حضرت شاہ درگاہی بھی زندہ تھے۔

فرماتے ہیں کہ اگر حضرت شاہ غلام علی جیسا مرشد نہ ملتا تو مجھے پہلے مرشد کی طرف سے بہت خوف تھا۔ لیکن حضرت نے میری اس طرح حمایت کی کہ مجھے کوئی ضرر نہ پہنچا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اگر طالب کسی دوسرے کے پاس اپنی ہدایت محسوس کرے تو پہلے مرشد کا انکار کیے بغیر دوسرے کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

ان (شاہ ابوسعید) میں اپنے پہلے پیر (شاہ درگاہی) کی محبت راسخ تھی۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت شاہ غلام علی کی مجلس میں حضرت شاہ ابوسعید کی موجودگی میں شاہ درگاہی کی اس خیال سے غیبت کی۔ کہ وہ شاہ درگاہی کے منکر ہو کر اس مجلس میں آگئے ہیں، انہیں اس بات پر غصہ آیا اور اسے طمانچہ دے مارا، آپ بھی اس پر ناراض ہوئے کہ تو ہمارے طریقہ کے بزرگوں کی غیبت کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پہلے تو شاہ درگاہی کو مجھ سے کدورت تھی لیکن جب میں آخری بار (قریب وفات شاہ درگاہی) رام پور گیا تو وہ زائل ہو چکی تھی۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

فرماتے ہیں کہ بعض دوستوں کی استدعا پر میں نے (شاہ ابوسعید نے) راہ سلوک پر ایک رسالہ (۵۲) لکھا اور حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے اس کی بہت تعریف کی

Marfat.com

اور رسالے کے آخر میں چند سطور رسالے کی تعریف میں لکھیں۔ جو اس رسالے کے آخر میں درج ہیں (۵۳)۔ وہ رسالہ ان دنوں طریقہ مظہریہ مجددیہ کا گویا دستور العمل ہے۔ ہر ملک میں جہاں بھی اس طریقہ کا فیض یافتہ پہنچا ہے۔ اس کے پاس یہ رسالہ موجود ہے۔ مکہ معظمہ میں بعض بزرگوں نے اس رسالے کا عربی ترجمہ (۵۴) کیا ہے۔ اور عرب میں یہی مروج ہے اور یہ بھی غالب گمان ہے کہ بلدہ روم میں اس کا ترکی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

(کرامات حضرت شاہ ابوسعیدؒ)

کرامت:

میاں عظیم اللہ صاحب سے منقول ہے کہ میں نواب محمد امیر خان کے ہاں نوکر تھا کہ انہوں نے (حضرت شاہ ابوسعید نے) کسی شخص کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا (لیکن) اتفاق سے میں گھر میں نہیں تھا۔ اور نہ ہی گھر آنے کے بعد میرے گھر والوں نے مجھے اطلاع دی۔ آپ نے دوسرے کو بھیجا میں حاضر خدمت ہوا تو غصے سے فرمایا کہ میں نے تمہیں طلب کیا تھا تم کیوں نہیں آئے؟ اگر تمہارا نواب طلب کرتا تو چلے جاتے۔ میں نے عذر کیا کہ مجھے ہرگز اطلاع نہیں ملی کہ آپ نے مجھے طلب فرمایا ہے۔ الغرض اس دن سے مجھے روزانہ حاضری کا حکم ہوا۔ اور توجہات میں بڑے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا۔ جب تک رات کو نچلے مقام کے وصول کا مجھے یقین نہ ہو جاتا مقام فوق کی کبھی توجہ نہ دیتے۔ جب مجھے یقیناً ''وصول'' حاصل ہو جاتا تو صبح دوسرے مقام کی توجہ دیتے، یہ دائمی عمل تھا۔ اگر نوکری پر جانے سے گھر میں ہی دیر ہو جاتی اور میں گھر سے (اس ارادے سے) نکلتا کہ جلدی نوکری پر چلا جاؤں اور آج ان کی خدمت میں نہ جاؤں لیکن جب میں اس جگہ پہنچتا جہاں سے یہ راستہ خانقاہ کو جاتا ہے تو وہاں محسوس ہوتا کہ کوئی مجھے کھینچ رہا ہے۔ اور میں چار و ناچار آپ کی خدمت میں پہنچ جاتا اور یہ آپ کا بڑا تصرف تھا۔

Marfat.com

کرامت:

ایک مرتبہ رام پور سے سنبھل جا رہے تھے۔ پہلی منزل میں دریا کے کنارے پہنچے تو نماز عشاء کا وقت دریا میں ہی آ گیا لیکن ملاح نہیں تھا۔ آپ سوار تھے، کشتی کا مالک مشرک تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کشتی دریا میں ڈال دو۔ اس نے آپ کی ہیبت سے اسے دریا میں ڈال دیا۔ اللہ کی عنایت سے دریا میں سے صحیح وسالم گزر گئے۔ وہ مشرک آپ کی یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

کرامت:

مرزا طہماس نے قلعہ میں (آپ کی) دعوت کی، بہت سے شہزادے جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے کسی بزرگ کی کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے نعرہ مارا تو سب گر پڑے اور معتقد ہو گئے۔

کرامت:

حکیم فرخ حسین نے جو کہ حضرت شاہ غلام علی کے مصاحبوں میں سے تھا، آپکی شان کے خلاف بات کی۔ انہیں بہت غصہ آیا۔ فرمایا کہ اس کی سزا تمہیں ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس پر تہمت لگی اور وہ خفیہ طور پر فرار ہو گیا۔

کرامت:

آپ کی وفات کے بعد آپ کا ایک قدیم مرید شیخ احمد بخش دہلی میں آپ کے مزار کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، اسے خواب میں فرمایا کہ وہ نیک نامی کا کاغذ جو تم نے فرنگی سے لیا ہے وہ تمہاری گٹھڑی میں ہے اسے پھاڑ ڈالو کیوں کہ یہ اسلام کے لئے مناسب نہیں ہے۔ شیخ مذکور نے کہا کہ مجھے ہرگز یاد نہیں تھا کہ وہ سند میرے ہمراہ ہے۔ جب تلاش کی تو وہ سند وہیں سے برآمد ہوئی جس کی نشان دہی حضرت نے کی تھی، میں نے اسے اسی وقت پھاڑ دیا۔ اور کافروں کی محبت میرے دل سے نکل گئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

Marfat.com

کرامت:

میاں محمد اصغر صاحب سے منقول ہے کہ میری نماز تہجد بعض اوقات فوت ہو جاتی تھی۔ایک بار میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا کہ یہ ہمارے خادم سے کہہ دو کہ تہجد کے وقت (تمہارے بارے میں) مجھے یاد کروا دیا کرے۔میں تمہیں اٹھا دیا کروں گا۔میں تو صرف اتنا ہی ذمہ لے سکتا ہوں باقی تمہارے اختیار میں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا کہ گویا کوئی مجھے اٹھا دیتا تھا۔

کرامت:

سفر حجاز مقدس کے سلسلے میں جب آپ بلدہ سورت میں پہنچے وہاں ایک مسجد میں یوسف بو علی خان نام کا ایک امیر جو کہ زمرہ فقراء میں داخل تھا اور تہ بند باندھے مسجد میں بیٹھا کرتا تھا جب اس نے آپ (کے آنے کی) خبر سنی تو اس نے مسجد میں آنا بند کر دیا۔کچھ عرصے کے بعد وہ نہایت نیاز مندی سے حاضر خدمت ہوا اور سو روپیہ نذر کیا، مجھے (راقم شاہ عبدالغنی) اور حضرت کو اپنے محل لے گیا اور اپنی بیوی کو بیعت کروایا جس سے لوگوں کو تعجب ہوا کہ اس شخص نے تو کمال انحراف سے مسجد میں آنا ہی ترک کر دیا تھا لیکن (اب اسے) کیا ہوا ہے کہ نذر پیش کر رہا ہے بلکہ وہ آپ کے راسخ الاعتقاد مخلصوں میں سے ہو گیا۔

کرامت:

جب ہم بمبئی پہنچے تو جہاز کا کرایہ ادا کیا۔بعض دوسرے لوگ بھی آپ کی صحبت غنیمت جانتے ہوئے اسی جہاز پر سوار ہو گئے۔آپ نے فرمایا کہ اس جہاز پر بیٹھنا مصلحت کے مطابق معلوم نہیں ہوتا۔اس لئے کرایہ واپس لے لیا۔کیوں کہ اس قسم کا وعدہ ملاح سے پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔آخر آپ دوسرے جہاز میں سوار ہوئے۔ پہلا جہاز حج کے بعد وہاں پہنچا۔ اور دوسرا حج کے موقع پر......اور پہلے جہاز کے مسافر ایک سال تک وہاں رہے۔

جب آپ (شاہ غلام علی) کو آخری مرض (مرض الموت) لاحق ہوا تو میرے حضرت

Marfat.com

والد (شاہ ابوسعید) لکھنؤ میں تھے۔ان کی طلبی کے لئے آپ نے انہیں مسلسل خطوط لکھے۔مقصد یہ تھا کہ ان کو اپنا جانشین بنائیں۔ان میں سے ایک مکتوب (یہاں) نقل کیا جا رہا ہے اور دوسرا مختصر مکتوب جو آپ نے طریقہ کے فوائد پر لکھا ہے طالبوں کے فائدے کے لئے ضمناً یہاں درج کروں گا۔آپ کے دوسرے مکتوبات جو (صرف) آپ (شاہ ابوسعید) ہی کے نام ہیں انہیں جمع کرنا پوری کتاب کا مقتضی ہے۔

مکتوب اول:

بخدمت شریف صاحبزادے عالی نسب والاحسب حضرت شاہ ابوسعید صاحب سلمکم ربکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ان ایام میں مجھے خارش، ضعف اور شدت تنفس کے امراض لاحق ہیں۔اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔اس کے علاوہ کمر کا درد بھی ایسا ظاہر ہوا کہ بیٹھ کر نماز ادا کرنا محال ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں اشخاص کا آپ کے پاس یکے بعد دیگرے ہونا لازم ہے۔پس ان دنوں امراض کی شدت حد سے بڑھ چکی ہے۔کہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی اور ستہ ضروریہ (کی ادائیگی میں) انتہائی سستی آ گئی ہے اس لئے اس وقت تمہارا آنا بہت مناسب ہے۔بہت جلد آ جائیں۔

مولوی بشارت صاحب اپنے اہل خانہ کی تیمارداری کے لئے رخصت لے گئے ہیں۔ان کے آنے کا علم نہیں۔اس سے بیشتر طلب کے لئے میں متواتر خطوط مع تبرکات جدیدہ روانہ کر چکا ہوں۔تعجب ہے کہ تم یہاں آنے کا قصد نہیں کر رہے۔ظاہرا مجھے اب صحت ملنا محال ہے۔اور افسوس ہے کہ تم نے اس قدر دیر کر دی ہے:

خوبان درین معاملہ تاخیری کنند

ترجمہ:۔معشوق اس معاملے میں تاخیر کیا کرتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ اس خاندان عالی شان کے مقامات کا آخری منصب تمہیں سے متعلق ہے۔اس سے پہلے بھی میں نے پہلی بیماری کے دوران دیکھا تھا کہ تم میرے چارپائی پر بیٹھے ہو اور

Marfat.com

قیومیت تمہیں عطا ہوئی ہے۔ان عجیب وغریب توجہات کے لئے تمہارے سوا کوئی نہیں ہے۔اس خط کے ملتے ہی تم اکیلے یہاں چلے آؤ، برخوردار احمد سعید وہاں اپنی جگہ پر چھوڑ آؤ، دعائے حسن خاتمہ، درود واستغفار ختم کلمہ طیبہ وقرآن مجید، ختم پیران کبار، لقائے جان فزا، اور اتباع حبیب مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مدد فرمائیں۔والسلام۔

مکتوب ثانی:

بعد حمد وصلوٰۃ معلوم ہونا چاہیے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے طریقہ علیہ میں مقامات واصطلاحات مقرر ہیں۔اور ہر درجہ میں جو کیفیات وحالات وانوار واسرار پیش آتے ہیں ان (اصطلاحات) کو جانے بغیر طریقہ اختیار کرنا بے کار ہے۔عمر کیوں ضائع کی جائے۔ اگر توبہ سے رضا تک مقامات عشرہ باطن میں نہ ہو تو اس طریقہ کا کیا فائدہ؟ لطائف عالم امر کی سیر میں کیفیات بہت ہوتی ہیں۔لطیفہ قلبی کی سیر میں مراقبۂ احدیت صرفہ کے بعد مراقبہ معیت کرتے ہیں۔جس سے بے خودی، استغراق، قطع تعلقات اور قطع آرزو حاصل ہوتا ہے۔لطیفہ نفس کی سیر میں مراقبۂ، اقربیت اور محبت معمول ہے۔جس سے استہلاک واضمحلال اور فنائے انا وغیرہ حاصل ہوتی ہے۔لطائف عالم خلق کی سیر میں عنصر خاک کے سوا عناصر ثلاثہ کا فیض ملتا ہے اور (مانند) تجلیات اسم الباطن، ملاء اعلیٰ علیہم السلام اور لطیفہ قالبیہ کی تہذیب حاصل ہوتی ہے۔کمالات ثلاثہ میں بیرنگی اور نسبت باطن کی لطافت (پیدا ہوتی ہے)۔حقائق سبعہ میں وسعت انوار، بداہت وہ جو کہ نظری ہے۔۔حضرات انبیاء علیہم السلام کی زیارت اور محبت ذاتیہ کے اذواق کا حصول ثابت ہے:

ع　تا یار کرا خواہد میلش بکہ باشد

[محبوب کس کو چاہتا ہے اور اس کی طبیعت کس طرف مائل ہے]

نہ سلطان خریدار ہر بندہ ایست
نہ در زیر ہر ژندہ زندہ ایست

ترجمہ:۔سلطان ہر غلام کا خریدار نہیں ہوتا اور نہ ہر گدڑی والا بزرگ ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس طریقہ کا سالک اگر اس قسم کے علوم و معارف کا ادراک کر سکے تو مبارک ہے ورنہ (اس نے) غرور اور خودی کا کسب کیا ہے۔ پس اس کے لئے ہلاکت ہے۔

جس کی صحبت سے اس قسم کے حالات (مذکورہ) حاصل ہوں وہ بہتر ہے ورنہ طریقہ بدنام ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے مشائخ کو ندامت آتی ہے۔ یہ عجیب مرید ہیں جو طریقہ کو بدنام کرتے اور خود کو پیر کہلواتے ہیں:

ھداھم اللّٰہ سبحانہ الیٰ رضائہ و اشتیاق لقائہ آمین

(اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا اور ملاقات کے شوق کی ہدایت فرمائے)

الحمد للہ حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب اور حضرت حافظ ابوسعید صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ نے اشاعت طریقہ میں ان مقامات سے مناسبت پیدا کر لی ہے، نیز اللہ تعالیٰ دوسرے عزیزوں کو بھی استقامت، اتباع سنت، محبت مشائخ، ترک اور گوشہ نشینی، غیر سے ناامیدی اور خدا سبحانہ وتعالیٰ سے امید کی توفیق عطا فرمائے، ان کو میرے تمام دوستوں کو اور مجھ خاک افتادہ اور عمر برباد کیے ہوئے بوڑھے کو یہ حالات عطا فرمائے۔

میں بڑی ندامت سے یہ لکھ رہا ہوں کہ مرشدوں کے اجازت ناموں کی تحریر میں ہر دو لفظ لکھیں۔ (اسی لئے) میں کہتا ہوں کہ ان کا ہاتھ جو میرے ہاتھ سے بہتر ہے (وہ) میرا ہی ہاتھ ہے۔ ان کی بیعت کرنا میری ہی بیعت ہے جو سعادت اور نجات کا قوی ترین ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ (اس صورت میں) مبارک کرے کہ اگر وہ (مرشد و طالب) اہل دنیا سے روگردانی اور درحق پر شکستہ پا ہو کر صدق (دل) وعدہ کریم مطلق جل سلطانہ کے ساتھ بیٹھے، وہ میرے طریقے کے ارکان ہیں اور میری سالہا سال کی توجہ کا حاصل ہے:

الھم وفقنی وایاھم لمرضاتک ومرضات حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم واجعل اخرتنا امن الاولی. آمین. آمین. آمین

(اے اللہ! مجھے اور انہیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی توفیق عطا فرما اور ہماری

Marfat.com

آخرت کو پہلے سے بہتر بنا۔آمین۔آمین۔آمین)

دونوں مکاتیب کی عبارت یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

الغرض حضرت شاہ ابو سعید آپ کے حکم سے آپ کے جانشین بنے۔تقریباً (۵۴) نو سال تک طالبوں کو ہدایت فرماتے رہے (۵۵)۔تلخی و سختی، فقر و فاقہ جو کہ اس طریقہ انیقہ کا مرغوب شیوہ ہے، کا خوف لطف اٹھایا۔جس کا بیان تفصیل طلب ہے۔

جب ۱۲۴۹ھ میں انہوں نے حرمین الشریفین کا عزم کیا تو اہل دہلی کو اس سے بہت رنج ہوا۔ اپنے صاحبزادے حضرت شاہ احمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ہر شہر والے ان کی تشریف آوری کو غنیمت جانتے اور بسر و چشم حاضر ہوتے۔(سفر حرمین الشریفین کے دوران) ماہ رمضان شریف بمبئی میں ہی آیا اور وہیں تراویح میں آپ نے پورا قرآن شریف ختم کیا۔شوال میں جہاز کو سوار ہوئے ذی الحج کی ابتداء میں آپ جدہ پہنچ گئے۔

اس وقت کے شیخ الحرم مولانا محمد جان علیہ الرحمتہ والغفر ان جن کا ذکر ان (شاہ ابوسعید) کے خلفاء میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا، ان کے استقبال کے لئے آئے۔ماہ مذکورہ کی دو یا تین تاریخ کو بلدہ حرام (مکہ معظمہ) میں داخل ہوئے۔اہل حرمین (جن میں قاضی، مفتی، امراء اور علماء (بھی شامل ہیں) نہایت تعظیم سے پیش آئے۔

شیخ عبداللہ السراج، شیخ عمر مفتی شافعیہ، مفتی سید عبداللہ، میر غنی حنفی، ان کے چچا شیخ یٰسین حنفی اور شیخ محمد عابد سندھی (۵۶) اور دوسرے عزیز ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔

اسی ماہ مبارک اور بلدہ حرام میں انہیں اسہال اور بخار کا مرض لاحق ہوا۔عین مرض اور بے ہوشی کے عالم میں مدینہ منورہ (کی زیارت) کے شوق کا حد سے زیادہ غلبہ ہو گیا۔جب افاقہ ہوا تو مدینہ منورہ کا عزم کیا۔ربیع الاول کے مولد شریف کے دنوں میں آپ وہیں تھے۔کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام آپ کے مکان کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔اور یہ کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا باقی سب پیادہ ہیں اور حضرت عمر گھوڑے پر

Marfat.com

سوار.............کسی نے اس کی تعبیر یہ کی کہ شاید امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو یہ امتیاز اس لئے دیا گیا کہ آپ (شاہ ابوسعید) ان کی اولاد میں سے ہیں۔

آپ کے طالبوں کے حلقے میں اس قدر (ہجوم ہوتا) کہ مکان بھر جاتا۔ شیخ الحرم نے دعوت دی اور کہا کہ یہ دعوت جناب آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔

مدینہ منورہ میں آپ کی بیماری میں اس قدر کمی آگئی تھی کہ تقریباً آدھا کوس پیدل چل سکتے تھے۔ زیارت حرمین الشریفین سے فراغت کے بعد اپنے وطن کی طرف رجوع کیا۔ مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ رمضان کا پہلا روزہ رکھا کہ اگر نقصان نہ ہوا تو باقی سارے روزے رکھیں گے۔ اس روزے سے شدت (مرض) بڑھ گئی تو فدیہ کا حکم دیا۔ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مریض اور مسافر کے لئے فدیہ لازم نہیں لیکن طبیعت چاہتی ہے کہ فدیہ دیا جائے۔

بائیس رمضان کو بلدہ ٹونک میں داخل ہوئے، نواب وزیر الدولہ (۵۷) نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ عید کے دن سے سکرات موت کا آغاز ہوا۔ اس نالائق (راقم شاہ عبد الغنی) کو وصیت دلپذیر فرمائی کہ اتباع سنت لازم ہے، اور اہل دنیا سے اجتناب کرنا۔ فرمایا کہ اگر اہل دنیا کے در پر جاؤ گے تو ذلیل وخوار ہو گے۔ نہیں تو وہ کتوں کی طرح تیرے دروازے پر لوٹیں گے۔

نیز فرمایا کہ وہ اشغال واوراد جو مجھے ملے ہیں تمہیں بلکہ عبد المغنی (۵۸) کو بھی ان کی اجازت دیتا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ اب کون سی نماز کا وقت ہے؟ مولوی حبیب اللہ (۵۹) صاحب نے عرض کی کہ حضرت آپ جو نماز بھی چاہیں پڑھ سکتے ہیں فرمایا کہ آج کی ساری رات میں نے نماز میں بسر کی ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد حافظ کو حکم دیا کہ وہ تین بار سورہ یاسین کی قرأت کرے۔ تیسری مرتبہ سن کر فرمایا ۔بس کر واب وقت کم ہے۔ فرمایا آج نواب ہمارے گھر نہ آئے۔ اس سے پہلے کوئی اہل دنیا آیا تھا فرماتے ہیں کہ امراء کی آمد و رفت سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

ظہر اور عصر کے درمیان عید الفطر کے دن بروز شنبہ انتقال کیا [اس کے بعد] نواب (وزیر الدولہ) اور اہل شہر حاضر ہوئے۔ مولوی حبیب اللہ صاحب اور دیگر اہل قافلہ غسل کے متکفل

Marfat.com

ہوئے۔ شہر کے قاضی مولوی خلیل الرحمٰن (٦٠) نے نماز جنازہ کی امامت کی۔ آپ کا تابوت شریف دہلی منتقل کیا گیا۔ چالیس روز کے بعد نعش مبارک صندوق سے نکال کر لحد میں رکھی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے۔ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ روئی جو (نعش مبارک کے) نیچے تھی بہت خوشبو دے رہی تھی۔ جسے لوگ بطور تبرک لے گئے۔ حضرت شاہ غلام علی کی تربت کے قریب دفن کیا گیا۔ لوگوں نے وفات کی بہت سی تاریخیں کہیں۔ ان میں سے ایک عربی اور دوسری فارسی کی نقل کی جاتی ہیں:

يُنوِّر الله مضجعه ١٢٥٠ھ

مولوی خلیل احمد (٦١) صاحب نے فارسی تاریخ اس طرح کہی:

امام و مرشد ما شاہ بو سعید سعید
بروز عید چو شد واصل جناب خدا
دل شکستہ و مغموم گفت تاریخش
''ستون محکم دین نبی فتادہ زپا''(٦٢)

[١٢٥٠ھ]

حضرت شاہ احمد سعید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ (شاہ ابو سعید) کے فرزند اکبر ہیں۔ ان کی ولادت ١٢١٧ھ میں ہوئی۔ تاریخ ولادت ''مظہر یزدان'' (سے برآمد ہوتی ہے) اپنے والد ماجد کی تربیت سے قرآن شریف حفظ کیا۔ عقلی علوم مولوی فضل امام اور مفتی شریف الدین وغیرہما سے پڑھے۔

حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ مثلاً رشید الدین خان (٦٣) وغیرہ سے پڑھی۔ طریقہ مجددیہ کا سلوک حضرت شاہ غلام علی اور اپنے والد سے حاصل کیا۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ لوگوں کو ظاہری و باطنی علم سے بہرہ ور کیا۔

حضرت (شاہ غلام علی) نے اپنے رسالہ (٦٤) میں ان کا (شاہ احمد سعید کا) حال اس

Marfat.com

طرح لکھا ہے: ''حضرت ابوسعید کے فرزند احمد سعید علم و عمل و حفظ قرآن مجید اور نسبت شریفہ کے احوال میں اپنے والد ماجد کے قریب ہیں''۔ انتہی کلام الشریف۔

نیز حضرت (شاہ غلام علی) اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تم چاروں کو سلامت رکھے۔ محبت کے روابط قرابت سے بہتر ہیں۔ حضرت ابوسعید اسعد ہم اللہ سبحانہ، احمد سعید جعلہ اللہ تعالیٰ محموداً، رؤف احمد راف اللہ بہ اور بشارت اللہ جعلہ اللہ مبشراً بقبولہ۔ اللہ تعالیٰ ان چار بزرگوں کی عمر میں برکت عطا کرے اور انہیں طریقہ کی ترویج کا موجب بنائے۔ اور ان کی امثال زیادہ کرے۔ آمین (۶۵) انتہا۔

وہ (شاہ احمد سعید) اپنے والد کے انتقال کے بعد حضرتین کے (شاہ غلام علی و شاہ ابوسعید) کے قائم مقام ہوئے۔ اور طالبان حق ہندوستان (سے) خراسان (تک) ان کی خدمت میں آئے۔ اپنے حوصلوں کے مطابق فوائد حاصل کیے۔ ان کے خلفاء قندھار اور غزنی میں بہت شہرت یافتہ (۶۶) ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ وجعل اخرتہ خیر من اولاہ۔ (۶۷)

کاتب (شاہ عبدالغنی) ان کا (شاہ ابوسعید کا) دوسرا لڑکا ہے۔

حافظ عبدالمغنی

حضرت شاہ ابوسعید کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ فقہ و حدیث سے مناسبت پیدا کر کے اخلاق حمیدہ سے متصف ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کی تاریخ ولادت ''ضیاء الرحمٰن'' (۶۸) (سے برآمد ہوتی ہے)۔

مولوی محمد شریف

رام پور میں تحصیل علم کر کے آپ کی (شاہ ابوسعیدؒ کی) خدمت میں حاضر ہوئے ان کے حال پر (آپ نے) بہت عنایت فرمائی۔ سلوک کے مقامات طے کرا کے خلافت عطا کی اور رخصت کیا۔ ضلع پنجاب اور کشمیر میں بہت مشہور ہیں۔ بہت سے لوگوں نے ان سے فوائد حاصل کیے۔

Marfat.com

ہوشیار پور میں فوت ہوئے۔ان کا تابوت سرہند منتقل کیا گیا۔حضرت خواجہ محمد معصوم کے روضہ کے قریب دفن کئے گئے (۶۹)۔

ملا احد بردی ترکستانی

حضرت شاہ غلام علی کے حین حیات، حضرت شاہ ابوسعید سے لکھنؤ میں تعلیم سلوک حاصل کی۔ان سے بلغاریہ وغیرہ کے لوگوں نے بہت فوائد حاصل کیے۔

ملا علاء الدین

حضرت شاہ ابوسعید سے تعلیم طریقہ حاصل کی اور پشاور چلے گئے۔وہاں کے حاکم کو ان سے اخلاص پیدا ہوگیا۔لیکن (انہوں نے) اس کی طرف توجہ نہ کی۔لوگوں کو ان سے بہت فوائد حاصل ہوئے۔

شاہ سعد اللہ صاحب

حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں پہنچ کر سلوک شروع کیا اس کے بعد شاہ ابوسعید سے توجہات لیں۔پھر اجازت لے کر حرمین الشریفین چلے گئے۔وہاں سے شرف اندوز ہو کر حیدر آباد دکن میں مقیم ہوگئے (۷۰)۔ارشاد میں کامل تھے۔وہاں (دکن) کا ہر چھوٹا بڑا اخلاص سے پیش آیا۔ان کی خانقاہ میں ایک سو پچاس طلبہ وظیفہ خوار ہیں۔حضرتین (شاہ غلام علی و شاہ ابوسعید) کا عرس بڑے تکلف سے کرتے ہیں۔دنیا سے قطع تعلق اور سخاوت بے حد کرتے ہیں (۷۱)۔

ملا عبدالکریم ترکستانی

حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں آئے، نسبت حاصل کی اس کے بعد شاہ ابوسعید سے توجہات لیں۔اجازت لے کر رخصت ہوئے۔شہر سبز میں ان کا طریقہ خوب مروج ہے۔ہزارہا

Marfat.com

طلبہ ان کے حلقہ بگوش ہوئے۔ عظیم خانقاہ، دیہات [زمین متعلق بہ خانقاہ] اور لنگر خانہ بھی ہے۔ شہر کا والی (امیر) ان کا بہت مخلص ہے۔

ملا غلام محمد

ضلع اٹک سے آئے اور حضرت شاہ غلام علی کے حین حیات شاہ ابوسعید سے نسبت حاصل کی اور وطن (جا کر) لوگوں کو نفع پہنچانے لگے (پھر) حرمین الشرفین چلے گئے۔ وہاں سے مشرف ہو کر (وطن آتے ہوئے) راستے میں وفات پائی۔

حضرت مرزا عبدالغفور خورجوی

ایام جوانی سے ہی حضرت شاہ غلام علی کی خدمت شریف میں حاضر رہنے لگے۔ اور بہت ہی عنایات حاصل کیں۔ ان کی توجہ شریف سلب امراض میں اکسیر تھی۔

آپ (حضرت شاہ غلام علیؒ) مریض اکثر انہیں کی خدمت میں بھیجتے تھے (۷۲)۔ کبھی ایک ہی توجہ میں مرض سلب کر لیتے، ایک شخص جو آپ کے طریقہ میں داخل ہوا فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ تاکہ لطائف جاری ہو جائیں۔ ایک ہی توجہ میں اس کے لطائف جاری کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے دیکھتے ہی معلوم کر لیا۔ ان کے مریدوں کو کشف حاصل تھا۔ اور عجائب وغرائب بیان کرتے تھے۔ انہیں روحوں سے ملاقات کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ ان کی لڑکی نے بیان کیا کہ چوری شدہ مال فلاں جگہ موجود ہے۔ ان کے بعض خلفاء ترکستان میں بہت مشہور ہیں۔ ''شیخ زمن'' سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے سلخ شوال (آخر شوال) یا غرہ ذیقعدہ (اوائل ذیقعدہ) کو بلدہ خورجہ میں وفات پائی حضرت (شاہ غلام علیؒ) کے اکثر مریدوں نے (جن میں میاں محمد اصغر اور میاں احمد یار (کے علاوہ) غالباً مولوی محمد جان نے بھی ان سے توجہات لیں ہیں۔

Marfat.com

حضرت شاہ رؤف احمد علیہ الرحمتہ

حضرت والد (شاہ ابوسعید) کے خالہ زاد بھائی ہیں پہلے میرے والد کے ہمراہ حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں گئے۔ جب انہوں نے (شاہ ابوسعیدؒ نے) حضرت شاہ غلام علی کی طرف رجوع کیا تو انہوں (شاہ رؤف احمد) نے بھی ان کا اتباع کیا۔ اور خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کی بے شمار عنایات کا مشاہدہ کیا۔

آپ حضرت کے (شاہ غلام علیؒ کے) ملفوظات، مکتوبات اور مقامات کے جامع ہیں۔ نیز فقہ وغیرہ پر دیگر تصانیف بھی ہیں۔ (۷۳) ان کے ہندی اور فارسی کے اشعار (۷۴) بھی (خاصی) شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت [نسب] حضرت شیخ محمد یحیٰ علیہ الرحمتہ کے توسط سے حضرت مجدد قدس سرہ تک پہنچتی ہے (۷۵)۔ (شیخ محمد یحیٰ) حضرت مجدد کے فرزند اصغر تھے۔

خلافت حاصل کرنے کے بعد (شاہ رؤف احمد) بلدہ بھوپال چلے گئے۔ وہاں انہیں قبول عام حاصل ہوا۔ امراء وفقراان کے حلقہ میں حاضر ہوتے، میرے والد ماجد کی وفات کے ایک یا دو سال بعد تک ہندوستان میں رہے پھر حرمین الشرفین کا قصد کیا۔ یلملم میں سمندر (جہاز) میں ہی وفات (۷۶) پائی اور بیر علی کے قریب جس کا لقب یلملم ہے، دفن کیے گئے۔

حضرت شاہ خطیب احمد مرحوم

حضرت (شاہ رؤف احمد) کے فرزند، اخلاق حمیدہ سے متصف تھے۔ حلیم اور سخی تھے اور ظلم کو برداشت کرنا ان کا شیوہ تھا۔ اپنے والد سے نسبت کا کسب کیا۔ سفر حج میں والد کے ہمراہ تھے۔ والد کی وفات کے بعد اپنے آباء کرام کی مجلس کو رونق بخشی۔ بلدہ بھوپال میں ماہ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۶ھ کو وفات پائی۔ ''ھواذ المن المقربین'' سے تاریخ وفات (نکلتی ہے) جب قبر میں اتارا گیا تو انہوں نے آنکھیں کھول لیں (۷۷) رحمتہ اللہ علیہ۔

Marfat.com

شاہ عبدالرحمٰن مجددی جالندھری

ان کی نسبت (اورنسب) حضرت شیخ سیف الدین کے واسطہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ ملحق ہوتا ہے (۷۸)۔ان کے والد شاہ سیف الرحمٰن (۷۹)، حضرت شہید (مرزا مظہر) کے مرید تھے۔انہوں نے (شاہ عبدالرحمٰن) نے حضرت (شاہ غلام علی) سے بیعت اور کسب نسبت کی تھی۔تہذیب اخلاق میں بے نظیر تھے۔پنجاب کے لوگ ان کے اخلاق پر شیفتہ ہیں۔بہت مرید بھی تھے۔ایک بار حج کے لئے بھی گئے تھے۔وطن واپس آئے پھر (حج) کے اشتیاق کا غلبہ ہوا اور حرمین الشریفین چلے گئے۔واپس آتے وقت سندھ (۸۰) پہنچ کر [راہ میں] ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی (۸۱)۔

مولوی بشارت اللہ صاحب

پہلے اپنے خسر حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچی سے بیعت کی۔اس کے بعد (غالباً بعد وفات مولانا مذکور) حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت کی ان کے حال پر خاص عنایت تھی۔جو آپ کے مکتوبات سے عیاں ہے۔نیز لکھتے ہیں:

> مولوی صاحب (بشارت اللہ) میرے اصحاب میں ممتاز ہیں علم ظاہری میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ان کی نسبت (نسب) حضرت شیخ بڈھن بہرائچی (۸۲) رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے (۸۳)۔

مولوی کرم اللہ محدث

ان کے والد (۸۴) مشرف بہ اسلام ہوئے جو مولوی فخر الدین کے مرید تھے۔اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی انہیں (مولانا عبداللہ) کے لئے تصنیف (۸۵) کی تھی۔مولوی کرم اللہ ان (شاہ غلام علی) کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور اجازت حاصل کی۔اکثر اہل دہلی باواسطہ یا بلا واسطہ فن قرأت اور وجوہات سبعہ میں ان کے شاگرد ہیں۔حرمین الشریفین کے راستہ

Marfat.com

میں ہی جب کہ انہوں نے دوسری مرتبہ (سفر حج) کیا تھا، وفات پائی (۸۶)۔

حضرت مولانا خالد شہر زوری کردی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور عالم تھے ہر فن میں عجیب استعداد رکھتے تھے۔ حدیث کی پچاس کتابوں کی سند حاصل کی۔ ہندوستان کے علماء میں سے صرف حضرت شاہ عبدالعزیز کی تعریف کرتے تھے (۸۷)۔

حضرت شاہ غلام علی ان کے اشعار کو عارف جامی کے (کلام) سے مناسبت دیتے تھے۔ انہوں نے آپ کی مدح میں جو عربی و فارسی قصائد لکھے وہ خسرو اور جامی کی ان منظومات سے کسی طرح کم نہیں ہیں جو انہوں نے سلطان المشائخ اور خواجہ احرار (رحمۃ اللہ علیہما) کی مدح میں لکھی ہیں۔

تحصیل علوم کے بعد کسی مدرسے میں درس کا شغل اختیار کیا۔ خدا طلبی کا جذبہ دل میں موجود تھا۔ اتفاق سے مرزا رحیم اللہ بیگ کی جو کہ جہاں گشت تھے ان سے ملاقات ہوگئی۔ ان سے کامل مرشد کی غیر موجودگی کی شکایت کی۔ مرزا صاحب (رحیم اللہ بیگ) کی رہنمائی پر حضرت دہلی پہنچے (۸۸)۔ اور حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں نو ماہ تک رہے۔

جو لوگ حضرت شاہ غلام کے بارے میں بدگوئی کرتے وہ مولانا خالد کو خنزیر کی صورت میں نظر آتے جس سے ان کا اعتقاد اور بڑھ گیا (خانقاہ کے لیے) پانی مہیا کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ (حضرت کے حلقہ میں) جوتوں کی قطار کے پیچھے اور گردن جھکا کر بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت ان پر بہت عنایت مبذول کرتے تھے۔ ان عنایات کے بعد انہیں خلافت سے بہرہ ور کیا۔ (روانگی کے وقت) انہیں حضرت شیخ محمد عابد کے مزار تک وداع کرنے گئے، اور خدا کے سپرد کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت نے رخصت کے وقت انہیں اُس دیار کی قطبیت عنایت کی تھی۔ یہاں سے جا کر انہوں نے بہت ریاضتیں کی۔ وہاں خلق کا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ گویا وہاں کی سلطنت انہی سے متعلق ہے۔ ان کے خلفاء (اور پھر) خلفاء کے خلفاء ہزارہا تھے (۸۹)۔ جب مولانا حضرت غوث الثقلین کی روح کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت خواجہ نقشبند کو دیکھتے کہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ کرو۔ شاید کسی نے لکھا ہے کہ ان کا گھوڑا بھی مشتبہ چارہ نہیں کھاتا تھا۔ الغرض ان سے بہت سی کرامات کا ظہور

Marfat.com

ہوا۔ اتنی عزت تو وہاں کے رئیسوں کی بھی نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد کے والی سے ناراض ہو کر اسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت شاہ غلام علی کا نام لیا تو لوگ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

شیخ عبدالوہاب جو ان کے خلیفہ، صاحب کرامت اور مرجع خلائق تھے، ان سے منحرف ہو گئے۔ ان کی نسبت سلب ہو گئی اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو گئے۔ یہاں تک کہ میرے والد (حضرت شاہ ابوسعید) جب حج کے لئے گئے تو وہ بہزار عجز و انکسار پیش آئے اور حضرت نے توجہات از سر نو دیں۔ میں نے سنا ہے اس کے بعد انہیں پھر مقبولیت حاصل ہو گئی۔ چند سالوں کے بعد انہوں نے وفات پائی۔

مولانا مرحوم (خالد کردی) نے اپنے اکثر مریدوں کو میرے والد ماجد کی اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے جو مرید عرب سے آتے وہ کہتے کہ مولانا آپ (حضرت شاہ ابوسعید) کو حضرت شاہ غلام علی کے بعد مقدم سمجھتے ہیں۔ وہ مکتوب جو مولانا نے میرے والد کے نام لکھا ہے وہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

مکتوب:

مرکز دائرہ غربت و مہجوری خالد کردی شہرزوری، عالی مخدومی جناب ابی سعید مجددی معصومی کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگرچہ آپ کے آباء و اجداد کرام کے جو فیوض حضرت قبلہ عالم روحی فداہ (حضرت شاہ غلام علی) کی ہمت سے، جو اس مقصر اور گم نام کو ملے ہیں وہ احاطہ تحریر اور حوصلہ تقریر سے خارج ہے۔ لیکن:

بفحوای مالا یدرک کله لا یترک کله

(اس قول کے مطابق کہ جو چیز پوری حاصل نہ کی جا سکے اسے بالکل چھوڑنا بھی نہ چاہیے)

شکر گزاری کے طور پر آپ کے حضور عرض کرتا ہوں کہ تمام مملکت روم، عربستان، دیار حجاز، عراق اور قلمرو عجم کے ممالک اور تمام کردستان یک قلم طریقہ علیہ (مجددیہ) کے جذبات و تاثیرات

Marfat.com

سے سرشار اور حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی کی مدح سرائی محافل، مجالس، مساجد اور مدارس میں شب و روز اس طرح زبان زد خاص و عام ہے کہ گویا کسی صدی میں دنیا کے اور کسی ملک میں اس زمزمہ کی نظیر نہ دیکھی گئی اور نہ ہی سنی ہے اور نہ فلک نے ایسی رغبت اور اجتماع دیکھا ہے۔ چونکہ حضرت صاحب قبلہ (شاہ غلام علی) کی بہت رغبت اس مہجور مسکین کے دل میں تھی اس لئے گستاخی کرتے ہوئے آنجناب اور تمام احباب کی فرحت افزائی ہے۔ ہر چند اس قسم کے امور کا اظہار گستاخی اور خود بینی ہے میں اس سے شرمندہ ہوں۔ لیکن دوستوں کی رعایت کو مقدم جانتے ہوئے بے ادبی ہوئی ہے۔ ورنہ ان امور کو تحریر میں لانا مجھ نالائق سے بعید از قیاس تھا۔

امیدوار ہوں کہ آپ (حضرت سے) عند الملاقات یا بذریعہ مکتوب جیسا کہ آپ کی عادت کریمہ ہے اس مسکین و ذلیل کے ذکر جمیل بہ حضور حضرت بافر و سعادت حضرت صاحب قبلہ کونین (شاہ غلام علی) سے کوتاہی نہیں فرمائیں گے۔ اور کسی بھی تقریب سے ہمیں اس آستانہ میں جو خوش قسمت اور صادقین کے لئے مخصوص ہے، یاد فرمائیں گے۔ اور خود بھی کبھی کبھی (اپنی) نیم نگاہی سے ہم بے نواؤں کے دل سے سیاہی کا زنگ دور فرمائیں گے۔ اور کیا لکھوں مہیمن منعم (اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی پناہ اور پیران کرام کی ہمت کا ضمنی بنائے، بمنہ، انتہا۔

نیز وہ عربی قصیدہ جو مولانا خالد نے حضرت شاہ غلام علی کی مدح (حق) میں لکھا ہے وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے تک کہ ناظرین اس سے حظ وافر حاصل کر سکیں (۹۰)۔

حضرت شاہ غلام علی (کی وفات) کے بعد مولانا ایک یا دو سال زندہ رہے............(وباء) طاعون میں درجہ شہادت پایا(۹۱)۔ کہتے ہیں کہ اپنے بعد انہوں نے چار اشخاص کو یکے بعد دیگرے (بہ تعاقب) اپنا جانشین نامزد کیا کہ میرے بعد فلاں اور فلاں کے بعد فلاں ہو۔ ان چاروں اشخاص نے اسی طاعون میں یکے بعد دیگرے وفات پائی۔ ان دنوں شیخ عبد اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ (جو کہ) نہایت "مرد" بزرگ سنے گئے ہیں ان کے قائم مقام ہیں۔

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غزوہ موتہ میں بہ تعاقب تین صحابہ کرام یعنی زید بن

Marfat.com

حارثہ، جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ تینوں بزرگ اسی غزوہ میں شہید ہو گئے۔ ان کے بعد خالد بن ولید نے بے حکم علم تھا ما اور فتح ہوئی اور سیف اللہ خطاب پایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۹۲)۔

مولوی عبدالرحمٰن شاہجہان پوری سلمہ اللہ تعالیٰ

بہت سے بزرگوں کے پاس گئے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ آخر حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں آئے۔ سلوک کے بعد خلعت خلافت پایا۔ اہل دنیا سے عجب قسم کی خلوت اور بے تعلقی رکھتے ہیں کہ ان کی طرف کسی قسم کا التفات نہیں ہے۔ فرخ آباد کے نواب نے کتنی آرزوئیں کیں اور حاضر ہوا لیکن ان کی طرف سے کسی قسم کے التفات کا اظہار نہ ہوا۔ ان سے اجازت یافتہ حضرات کی نسبت قوی اور کشف صحیح ہے۔ ضلع فرخ آباد اور شاہجہان پور میں ان کا طریقہ بہت مروج ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں طالبوں کے سر پر قائم رکھے۔

میر طالب علی مشتہر بہ مولوی عبدالغفار

ظاہری علم پڑھ کر آپ (حضرت شاہ غلام علی) سے نسبت قلبی کا کسب کیا۔ پھر حرمین الشریفین چلے گئے۔ (ان کے طریقہ کو) ملک یمن کے بلدہ زبیدہ میں رواج ہوا۔ کہتے ہیں کہ وہ اس ملک کے قاضی بھی تھے (۹۳)۔ اللہ اعلم۔

سید اسمٰعیل مدنی علیہ الرحمتہ

پہلے مولانا خالد سے بیعت ہو کر نقشبندی نسبت حاصل کی۔ ایک روز خواب میں حضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ دہلی جاؤ اور شاہ غلام علی سے نسبت مجددی کا کسب کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حاضر خدمت ہوئے۔ اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور وطن چلے گئے۔ ان کا کشف و وجدان صحیح تھا۔ ان کا آثار نبویہ کی زیارت کے لئے جانا اور وہاں (تصاویر کی موجودگی سے) ظلمت کے ادراک کرنے کا ذکر گزر چکا ہے۔

Marfat.com

مرزا رحیم اللہ بیگ مسمی بہ محمد درویش عظیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ

روزگار ترک کر کے حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں آئے اور نسبت حاصل کی۔ اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ سیاہ گدڑی پہن کر حضرت خواجہ نقشبند (کے مزار) کی زیارت کے لئے گئے۔ اکثر اسلامی شہر (وممالک) مثلاً روم، شام، حجاز، عراق، مغرب، ماوراء النہر، خراسان اور ہندوستان کی سیر کی تھی اور کہتے تھے کہ شاہ غلام علی جیسا شیخ میں نے (کہیں) نہیں دیکھا۔ والدین سے حقوق معاف کروالیے تھے۔ امر معروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں انہیں کوئی خوف نہیں تھا۔ ''والی، ہرات شہزادہ کامران ان کے مخلصوں میں سے تھا۔ اس کا سخت اور بے باک الفاظ میں احتساب فرماتے تھے۔ اسی طرح ترکستان کا والی بھی ان کا معتقد ہو گیا تھا۔ شرعی امور (میں احتساب کی وجہ سے) ہر جگہ سے ناراض ہو کر چلے آتے۔ قہقند کے بادشاہ سے بھی جو کہ ان کا بہت مخلص تھا، رنجیدہ ہو گئے۔ آخر شہر سبز میں قرار ملا۔ وہاں کے حاکم نے ایک بڑا گاؤں ان کی نذر کیا اور وہاں سے اپنی حکومت اٹھالی۔ آخری عمر میں نکاح کیا اور ہر آنے جانے والے کی خدمت اپنے ذمہ لی اس لئے وہ مقام آستانہ بن گیا۔ شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس لئے بخارا وغیرہ میں ان کا لقب شافعی ہے۔ شہر سبز کے والی سے ترکستان کے بعض حکام دشمنی رکھتے تھے۔ انہیں (مرزا رحیم اللہ بیگ) کو خفیہ طور پر قتل کر دیا۔ اس طرح انہوں نے شربت شہادت پیا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

حضرت اخوند شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ

علم حاصل کر کے حضرت کی آستانہ بوسی سے مشرف ہوئے۔ نسبت کے کسب کی اجازت ملی۔ حضرت اخوند آپ کی خدمت میں تمام ظاہری علوم بھول گئے۔ فرماتے ہیں کہ میرا حال یہ ہو گیا تھا کہ مجھے علم نحو کی آسان ترکیب بھی مشکل نظر آتی تھی۔ پھر میں نے علم ظاہر کی طرف رجوع کیا۔ ایسا نہ ہو کہ تلف ہو جائے۔ پھر ہزاروں طلبہ کو علم سے بہرہ ور کیا اور اپنے شاگردوں کو وہ تقوی اور اچھے کاموں کا حکم دیتے تھے۔ ان کی مجلس میں اگر کوئی دوسرے طالب علم کی غیبت کرتا تو وہ اسے جرمانہ

Marfat.com

کرتے۔ آخر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ کتابیں فروخت کر دیں اور درس و تدریس ترک کر دیا۔ اور انہیں گویا تلاوت قرآن شریف اور فرض نماز کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا۔

آخر ہندوستان کی سکونت کو جو کہ دار الحرب ہو چکا تھا مکروہ خیال کرتے ہوئے عین بیماری کی حالت میں ہجرت کی نیت سے حرمین الشریفین کی طرف روانہ ہوئے (لیکن) بلدہ ملتان میں پہنچ کر وفات پائی۔

مولانا محمد جان شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ

علم حاصل کرنے کے بعد آپ (شاہ غلام علی) کی خدمت میں آئے۔ اور بہت ریاضت کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کی زیارت کے لئے جاتے تھے جو (وہاں سے) سات کوس کے فاصلے پر تھا۔ رات وہاں عبادت میں مشغول رہتے، صبح وہاں سے حضرت کے لئے ایک گھڑا پانی لاتے (کیوں کہ) وہاں کا پانی نہایت زود ہضم ہوتا ہے۔ ایک خادم سے منقول ہے کہ میرا لڑکا قریب مرگ تھا۔ میں رات کو اسے حضرت قطب الاقطاب (خواجہ قطب الدین) کی درگاہ میں لایا۔ مولانا مراقبہ میں تھے، میں بچہ ان کے پاس لے گیا۔ دعا اور سلب مرض کے لئے درخواست کی۔ انہوں نے اس کا مرض سلب کر لیا۔ اسے شفا ہو گئی۔ ایک اور شخص سے منقول ہے کہ میں ایک عورت کی محبت میں ایسا گرفتار ہوا کہ قریب تھا کہ زنا کا مرتکب ہو جاتا۔ میں نے ان سے عرض کی اور کہا کہ اب زنا کے سوا چارہ نہیں رہا۔ اگر میں اس کا مرتکب ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کا نام لوں گا کہ انہوں نے میرے حال پر توجہ نہیں کی۔ انہوں نے مجھے لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی تعلیم دی۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں تو ہمیشہ یہی پڑھتا ہوں۔ انہوں نے کہا اب میرے کہنے پر پڑھو۔ میں نے پڑھا تو گویا میرے اور اس عورت کے مابین سکندری دیوار کھڑی ہو گئی اور دو تین سال تک مجھ میں قوت شہوت پیدا نہ ہوئی۔

"مولانا جان محمد" حضرت شاہ غلام علی سے خلافت و رخصت لے کر حرم محترم چلے گئے۔ شروع میں بہت تکلیفیں اٹھائیں آخر فتوح کا سلسلہ شروع ہوا۔ سلاطین ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ ان کے خلفاء استنبول تک اور روم کے ضلعوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سلطان روم کی

Marfat.com

طرف سے مشاہرہ مقرر رہوا۔ سلطان (مذکور) کی والدہ ان کے معتقدین میں سے تھیں۔ خانقاہ بنائی تھی اور مسافروں کی خدمت کرتے یہاں تک کہ حدود ۱۲۶۶ ہجری کو عین مکہ معظمہ میں فوت ہوئے"۔

سید احمد کردی

بغداد میں مولانا خالد سے طریقہ اخذ کیا۔ پھر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دہلی آکر حضرت شاہ غلام علی سے طریقہ مجددیہ کا کسب کیا۔ راستے میں بیمار ہو گئے تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفایابی کے لئے درود شریف کی تعلیم فرمائی تو انہیں شفا ہو گئی۔

سید عبداللہ مغربی

انہوں نے بھی پہلے مولانا خالد علیہ الرحمتہ سے اخذ فیض کیا اور پھر حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اجازت حاصل کی۔

ملا پیر محمد

سلوک (کی تعلیم) حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں رہ کر حاصل کی، انہیں عجیب قسم کا استغراق حاصل تھا۔ حضرت شہید (میرزا مظہر) کے مزار پر بیٹھتے، کہتے ہیں کہ ساری رات (اس طرح) گزر جاتی اور بارش بھی آجاتی تو انہیں اس کی پرواہ نہ ہوتی۔ ضلع کشمیر میں انہیں بہت شہرت حاصل ہے۔

ملا گل محمد علیہ الرحمتہ

غزنی سے حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت کا کسب کیا۔ خلافت سے مشرف ہوئے۔ ولایت کے لوگوں کو بہت فوائد پہنچائے ان میں سے چند ایک کو اجازت بھی دی ہے۔ حج کے لئے گئے اور فوت ہو گئے۔

Marfat.com

مولوی ہراتی المشہور بہ مولوی جان محمد علیہ الرحمتہ

حضرت شاہ غلام علی سے کسب فیض کر کے خلافت سے ممتاز ہوئے وہاں کے لوگ ان کی بہت سی کرامات بیان کرتے ہیں۔قندھار کے ہزاروں لوگوں کو ہدایت دی۔

مولانا محمد عظیم علیہ الرحمتہ

عجیب مہذب الاخلاق مرد تھے گویا اخلاق حمیدہ ان کی جبلت تھی۔حضرت شاہ غلام علی کی اجازت سے مشرف ہوئے۔آپ (شاہ غلام علی) کی وفات کے بعد حرمین الشریفین چلے گئے۔اور (وہیں) انتقال کیا۔

مولوی نور محمد علیہ الرحمتہ

بہت ریاضتوں کے بعد حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ اشغال اور مراقبات میں مصروف رہ کر اجازت حاصل کی۔

کہتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے کہ چار اشخاص میرے خاندان کے لئے قابل فخر ہیں یعنی مولوی شیر محمد، مولوی محمد جان، مولوی محمد عظیم اور مولوی نور محمد۔یہ چاروں ہم پیالہ وہم نوالہ تھے اور یہ چاروں ہی تبحر عالم تھے۔

مرزا مراد بیگ علیہ الرحمتہ

کہتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام علی ان کے کمال زہد کی وجہ سے انہیں جنید وقت کہا کرتے تھے۔ ان کی نسبت قوی تھی۔لوگوں کو ان سے عظیم کیفیات حاصل ہوئیں۔حضرت سے اجازت یافتہ تھے۔ حضرت کی زندگی میں ہی وفات پاگئے تھے۔حضرت شہید (مرزا مظہر) کے پائیں میں دفن ہوئے۔

محمد منور امام مسجد اکبر آبادی

آپ (شاہ غلام علی) کے خلفاء میں سے قوی نسبت رکھتے تھے اور فیوض حاصل کیے تھے۔

Marfat.com

میاں محمد اصغر صاحب

نہایت قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت شاہ غلام علی کے حکم سے میرے والد (شاہ ابو سعید) کی خدمت میں بیٹھتے اور میرے والد کی ان پر بہت عنایت تھی۔ خانقاہ شریف کا نظم ونسق انہی کے ذمہ تھا۔ لوگوں کو ان کی توجہات سے بہت حظ ملتا تھا۔ پہلے حرمین الشریفین کے سفر سے واپس آئے اور وہ پھر میرے والد ماجد کے ہمراہ بھی گئے۔ پھر دہلی آ گئے۔ ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ اسی خانقاہ میں دفن ہیں۔

میر نقش علی

آپ سے (حضرت شاہ غلام علی سے) نسبت حاصل کر کے لکھنو چلے گئے۔

میاں احمد یار علیہ الرحمتہ

سوداگر تھے۔ تمام نسبت مجددی، حضرت شاہ غلام علی سے حاصل کی تھی ان کی قبر بھی خانقاہ میں ہے۔

میاں قمر الدین

سلسلہ قادریہ کے بزرگوں میں سے تھے اور پہلے طریقہ مجددیہ کے منکر تھے۔ (پھر) پشاور سے حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں آ کر حلقہ بگوش ہوئے اور اجازت لے کر چلے گئے۔

محمد شیر خاں

افغانوں کی ولایت سے آئے نسبت کا کسب کیا اور چلے گئے۔

شیخ جلیل الرحمٰن علیہ الرحمتہ

حضرت شاہ غلام علی کے خاص خادم تھے۔ قوی نسبت کے مالک تھے حضرت کی ان پر خاص

Marfat.com

عنایت تھی۔ایک شخص نے حلقۂ ذکر میں جب کہ وہ حضرت کے روبرو بیٹھے ہوئے تھے۔ان پر تلوار ماری تو وہ آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور فوراً شہید ہو گئے۔حضرت کے مرض کے آخری ایام میں یہ واقعہ پیش آیا۔اس شہید کی قبر بھی حضرت شہید (میرزا مظہر) کی تربت کے پائیں میں ہے (۹۴)۔ اللہ اعلم۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین.

[یادداشت ناشر مالک مطبع احمدی]

الحمد للہ والمنتہ، تکملہ مولفہ ومرتبہ مولانا و بالفضل اولنا فخر الا فاضل مجد الاماثل ہادی مراحل مقصود مورد مراحم رب ودود مجمع الحسنات منبع البرکات واقف علوم خفی وجلی۔یعنی مولانا مولوی شاہ عبدالغنی محدث دہلوی نقشبندی مجددی دامت فیوضھم وافاض اللہ علینا برکاتھم:

ہزار بار بشویم زبان ز مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

بتاریخ ۸ ذیقعدہ ۱۲۶۹ ہجری کو مطبع احمدی میں طبع ہوا۔

حواشی

۱۔ مولوی عبدالرحمٰن خان، مطبع احمدی دہلی (محلّہ شاہدرہ) کے مالک تھے۔تصوف کی نادر وبلند پایہ کتابیں اپنے اسی مطبع سے شائع کی تھیں۔مقامات مظہری پہلی مرتبہ انہی کے مطبع سے طبع ہوئی۔انہوں نے یہ مطبع ۱۸۴۸ء میں قائم کیا تھا (محمد اشرف نقوی: اختر شہنشاہی، لکھنو ۱۸۸۸ء، ص ۱۶)۔مولوی عبدالرحمٰن خان حضرت شاہ غلام علی کے

Marfat.com

مرید تھے (تاریخ ندوۃ العلماء ۲/۲۴)

۲۔ آپ کے معتقدین کا حلقہ اس قدر وسیع تھا کہ وصال سے نو سال قبل ۱۲۳۱ھ میں جب کہ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام کے طالبان حق آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، کابل وغیرہ میں آپ کے خلفاء سرگرم عمل تھے۔ (درالمعارف، ص ۶۵)۔

۳۔ شاہ عبداللطیف کبرائے عصر میں سے تھے۔ بٹالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ اور تنہا اپنے پیر و مرشد (شاہ ناصر الدین) کی خدمت کے لئے دہلی میں رہتے تھے (جواہر علویہ، ص ۱۴۰)۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالوی سے بھی رشتہ داری تھی (ارشاد المسترشدین، ص ۱۸۔۱۳۴)۔

۴۔ شاہ ناصر الدین قادری، دہلی کے نامور مشائخ میں سے تھے۔ ۱۱۷۴ھ /۱۷۶۱ء کو انتقال کیا۔ (درالمعارف، ص ۹۷۔ مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۱۵)۔

۵۔ اس مقام کا نام اب شیدی پورہ عقب عیدگاہ پنجابیاں ہے۔ (مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۱)

۶۔ آپ نے علم حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث سے پڑھا اور سند لی تھی۔ (نزہۃ الخواطر ۷/۳۵۶۔ درالمعارف، ص ۷۵۔۷۶)۔

۷۔ آداب المریدین، حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی کی تالیف ہے، صوفیہ میں یہ کتاب بہت ہی مقبول اور متداول ہے، اس کی کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

۸۔ امام سفیان بن مسروق ثوری کوفی (ف ۱۶۱ھ /۷۷۷ء)

۹۔ محمد اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶۔۱۸۳۷ء) بن شاہ عالم ثانی۔

۱۰۔ شاہ غلام علی: مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی، مکتوب ۶۰، ص ۴۴۔

Marfat.com

۱۱۔ نواب امیر خان (متولد ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء متوفی ۱۸۳۴ء) مسلمانوں کے دور زوال میں اہم کردار کے مالک تھے۔ بعض ریاستی مہمات میں سرگرم عمل رہے۔ ٹونک کے والی کی حیثیت سے ان کا نام خاصی شہرت رکھتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے:

ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید ۱/۱۰۰۔۱۰۱۔

Buckland: Dictionary of Indian Biography, p_12.

۱۲۔ القرآن (الذریت) ۵۱/۲۲۔

۱۳۔ القرآن (الانعام) ۶/۲۶۔

۱۴۔ ایضاً، (النحل) ۲۷/۸۸۔

۱۵۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ چشتی سلسلے میں حضرت شیخ رکن الدین بن حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ممتاز خلیفہ تھے۔

۱۶۔ ہلاس (ہندی، مونث) ناس نسوار، ہلاس دانی (مونث) نسوار رکھنے کا چھوٹا ظرف (جامع اللغات ۴/۸۶۱)۔

۱۷۔ حضرت شاہ غلام علی کے ملفوظات کے دو مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں ایک بہت مشہور مجموعہ درالمعارف ہے جس کے جامع حضرت شاہ رؤف احمد مجددی تھے۔ دوسرا مجموعہ ملفوظات شریفہ جامع حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری ہے جو ہمارے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ لاہور سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد نے آپ کے بعض ملفوظات جواہر علویہ میں بھی شامل کیے ہیں وہ تقریباً وہی ہیں جو درالمعارف میں آچکے تھے۔

۱۸۔ حافظ: دیوان، ص ۱۷۴ میں یہ شعر اس طرح ہے:

شرم می آید از خرقہ آلودہ خویش

کہ بدین فضل و ہنر نام کرامات بریم

Marfat.com

۱۹۔ دیوان حافظ، ص ۱۰۱ طبع بمبئی۔ لیکن متن مقامات مظہری میں یہاں "جامی" کی بجائے "وقتی" ہے۔

۲۰۔ القرآن (الزمر) ۴۲/۳۹۔

۲۱۔ القرآن (سجدہ) ۱۱/۳۲۔

۲۲۔ شیخ ابن یمن فارسی کے مشہور شاعر تھے ان کا دیوان ایران سے طبع ہو چکا ہے۔

۲۳۔ (ترجمہ) میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب ہے۔ جب کہ مسلمانوں کے نزدیک معیوب ہے۔

۲۴۔ حضرت مرزا مظہر کے خلفہ میں میر روح اللہ کا نام نہیں البتہ میر روح الامین کا ذکر آتا ہے۔ ممکن ہے یہاں سہو کتابت سے روح الامین کے بجائے روح اللہ لکھا گیا ہو۔

۲۵۔ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ (ف ۷۷۲ھ/۱۳۷۰ء) اکابر مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے۔

۲۶۔ مشکوٰۃ شریف (باب رؤیا)، ص ۳۹۴ طبع سعدی، کراچی۔

۲۷۔ سلطان المشائخ یعنی حضرت نظام الدین اولیاء (ف ۷۲۵ھ)۔

۲۸۔ حضرت خواجہ نقشبند یعنی خواجہ بہاء الدین نقشبند (ف ۷۹۱ھ)۔

۲۹۔ حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۲ھ)

۳۰۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (ف ۶۳۳ھ)۔

۳۱۔ مولانا فضل امام خیر آبادی (ف ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء) نامور عالم، مصنف اور مدرس تھے۔ حضرت شاہ غلام علی کے زمانے کے مقبول ترین مدرسین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

۳۲۔ ابن ماجہ 'ص' ۱۸۸ (طبع نور محمد، کراچی) میں یہ روایت قدرے مختلف ہے۔ یعنی: لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل مومن بغیر حق. گویا متن مقامات مظہری میں "علی اللہ" کی بجائے "عند اللہ"، "مومن" کی بجائے "نفس مومن" اور

Marfat.com

''بغیر حق'' تو موجود ہی نہیں ہے۔

۳۳۔ القرآن (النساء) ۴/ ۸۷۔

۳۴۔ ''احتباء'' کا مطلب ہے اکڑوں بیٹھنا، یعنی پاؤں کے بل بیٹھنا۔ چونکہ حضرت شاہ غلام علی کو ''دائمی حضور'' کا مرتبہ حاصل تھا، اس لیے ادب سے پاؤں نہیں پھیلاتے تھے اور اسی حالت میں وصال ہوا تھا۔

۳۵۔ احاطہ سے مراد وہ خاص چبوترہ ہے جہاں اب ان چار بزرگوں کے مزارات ہیں:

(۱) حضرت مرزا مظہر

(۲) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (مولف مقامات مظہری)۔

(۳) حضرت شاہ ابوسعید مجدی

(۴) حضرت شاہ ابوالخیر مجددی۔

۳۶۔ حضرت شاہ ابوسعید کا اسم گرامی زکی القدر تھا (مقامات خیر، ص ۷۰)۔

۳۷۔ مولوی ضیاء النبی بن عنایت النبی، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ ولادت سرہند میں ۱۱۶۸ھ/ ۱۷۵۴ء۔ ۱۱۷۰ھ/ ۱۷۵۶ء کے درمیان ہوئی۔ سکھوں کے تیسرے حملہ سرہند کے وقت اپنے شیخ محمد ارشد کے ہمراہ رام پور چلے گئے اور وہیں زہد و ورع میں زندگی گزار دی۔ ۱۲۱۵ھ/ ۱۸۰۰ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو: علم و عمل از عبدالقادر، ص ۷۹، ۸۴، ۸۶ بہ بعد جلد اول۔ تذکرہ کاملان رام پور از شوق، ص ۱۷۷۔ ۱۷۸۔

۳۸۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ میں عمر گیارہ سال تحریر ہے، ص ۵۹۔

۳۹۔ مفتی شرف الدین حنفی رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ) اس دور میں رام پور کے مشہور ترین علماء و مدرسین میں سے تھے۔ نامور علماء نے ان سے تحصیل علم کی (نزہتہ الخواطر ۷/ ۲۰۷۔ ۲۰۸)

Marfat.com

۴۰۔ حضرت شاہ رفیع الدین محدث (ف ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء)۔

۴۱۔ حضرت شاہ سراج احمد مجددی (ولادت ۱۱۷۶ھ۔ وفات ۱۲۳۰ھ) علم حدیث پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ خاندان مجددیہ کے انساب پر ایک کتاب سیر المرشدین تالیف کی تھی کثیر التصانیف عالم تھے۔ کتاب خانہ رضا، رام پور، ہندوستان میں شرح جامع ترمذی کا ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے۔ (عرشی: فہرست مخطوطات عربی کتاب خانہ رضا ۱/ ۴۳۶)۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ کاملان رام پور، ص ۱۴۷۔۱۴۹۔

۴۲۔ مولانا محمد مرشد بن مولانا محمد ارشد بن علامہ فرخ شاہ بن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔ (ولادت ۱۱۷۷ھ وفات ۱۲۰۱ھ)۔ ۱۱۷۷ھ میں سرہند پر سکھوں کے تیسرے حملہ کے دوران سرہند سے ہجرت کی اور رام پور (ہندوستان) میں سکونت اختیار کرلی۔ علوم عقلی ونقلی میں کامل، محدث ومفسر تھے۔ (تذکرہ کاملان رام پور، ص ۳۸۸۔۳۹۱)

۴۳۔ نواب نصر اللہ خان بن نواب عبداللہ خان (ص ۱۱۶۱۔۱۲۲۵ھ/ ۱۷۴۷۔۱۸۱۰ء) رئیس اوجھیانی، نواب فیض اللہ خان کے خاص ساتھی تھے۔ شاعر بھی تھے، سلطان تخلص تھا۔ (علم وعمل ۱/ ۶۸)۔

۴۴۔ (وفات ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء)۔

۴۵۔ شیخ فیض بخش درگاہی نقشبندی۔ ولادت تخت ہزارہ پنجاب میں ہوئی۔ بدایوں میں شیخ جمال اللہ رام پوری سے بیعت ہوکر سلوک کا کسب کیا۔ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے بھی اوائل حال میں ان سے استفادہ کیا۔ (جواہر علویہ، ص ۲۷۱)۔ شاہ درگاہی کا انتقال رام پور میں ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء کو ہوا۔ (نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۶۵، رشحات عنبریہ حواشی)۔ امام الدین رامپوری: مجمع الکرامات، (قلمی)

۴۶۔ جواہر علویہ، ص ۲۷۲۔ نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۶۶ میں سال ولادت ۱۱۶۰ھ ہے جو زیادہ معتبر

Marfat.com

ہے۔

۴۷۔ جواہر علویہ، ص ۲۷۲ میں یہ لقب سلطان العارفین لکھا ہوا ہے۔ جو درست ہے کیوں کہ سلطان التارکین تو خود شاہ درگاہی کا لقب تھا۔ ایضاً ص ۲۷۲۔

۴۸۔ سید حافظ جمال اللہ، سید قطب الدین محمد اشرف حسین (مولف وہب زبیر) بن عنایت اللہ کے جانشین تھے۔ وفات رام پور میں ۳ صفر ۱۲۰۹ھ کو ہوئی، کثیر الارشاد تھے۔ رام پور میں مدفون ہیں۔ (جواہر علویہ، ص ۲۷۲۔۲۷۷ مسالک السالکین ۱/۴۲۹۔۴۳۵)۔

۴۹۔ اس سے ۱۲۲۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یعنی شاہ درگاہی کا سال وفات ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء ہے۔ محمد مظہر مجددی مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۰۔ ایضاً، رشحات عنبریہ، ص ۴۱ (تعلیقات)۔

۵۰۔ شاہ نظام الدین، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی کی دختری اولاد میں سے تھے۔

مشہور مرہٹہ سردار سندھیا (۱۷۵۹۔۱۷۹۴ء) نے انہیں اگست ۱۷۸۹ھ کو دہلی میں اپنا گورنر مقرر کیا۔ بادشاہ عالم ثانی ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ سندھیا نے ایک مرتبہ پہلے بھی انہیں سیاسی مقاصد کے لیے اپنا نمائندہ بنا کر دربار میں بھیجا تھا۔ سندھیا بخوبی جانتا تھا کہ شاہ جی (شاہ نظام الدین) کی موثر شخصیت سندھیا کے دہلی میں عمل دخل کے بارے میں نہ صرف رائے عامہ کو ہموار کرے گی بلکہ وہ جانتا تھا کہ بادشاہ اس قسم کے مقدس لوگوں کا بہت ہی احترام کرتا ہے۔ معاصر دستاویزات میں بادشاہ کی عقیدت مندی کے بکثرت حوالے ملتے ہیں۔ گویا مرہٹوں کے ساتھ ان کے سیاسی تعلقات تھے۔ مرہٹہ ریکارڈز میں ان کا ذکر مرہٹہ ایجنٹ کی حیثیت سے بھی آیا ہے۔

ملاحظہ ہو:

Marfat.com

Poona Residency Correspondence, vol. I, (Mahadji Sindhia and North Indian affairs, 1785—1797), ed by J.N. Sarkar, Bombay, 1936(بامداد اشاریہ)vol II, (Malet's Embassy 1786—1797) ed, by Sirdesai, No. 209. Michael Edwards: King of the World, pp. 215,216, 230.

ان کے علاوہ جادو ناتھ سرکار نے اپنے ایک خط میں شاہ نظام الدین کے حالات کے ماخذ کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ دیکھیے، ابراہیم بیگ، مرزا، تذکرہ غمگین، مطبوعہ گوالیار، ۱۳۴۸ھ، ص ۱۲۲، ۱۰۔۱۳۔

نیز ملاحظہ ہو: قاضی عبدالودود: غمگین دہلوی، برہان۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء، مسعود احمد: حضرت غمگین اور غالب، معارف۔ مئی ۱۹۶۱ء۔ ذکر میر مرتبہ نثار احمد فاروقی ۳۲۶

۵۱۔ ہمارے خیال میں حضرت شاہ غلام علی کی ان سے ناراضگی کا سبب یہی ہوگا کہ وہ اپنے مشائخ کے قاعدہ کے خلاف اس پر آشوب دور میں مسلمانوں کی دشمن طاقت مرہٹوں کی نہ صرف حمایت کر رہے تھے، بلکہ دہلی پر سندھیا کے قبضہ کے لیے راستہ ہموار کرنے میں مصروف تھے۔

۵۲۔ یہاں رسالہ سے مراد ہدایت الطالبین ہے۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ متعدد خطی نسخے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں، مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے نہایت اہتمام سے اس کا متن مرتب فرمایا اور مع اردو ترجمہ امرتسر سے ۱۳۴۴ھ میں شائع کیا۔

۵۳۔ ان تعریفی سطور کا مفہوم یہ ہے۔

فقیر عبداللہ عرف غلام علی نے اس رسالے کا مطالعہ کیا، اور اس کے مندرجات سے

Marfat.com

بہت ہی مسرور و محظوظ ہوا صاحب رسالہ کے حق میں دعائے خیر کی، اس رسالہ میں جو کچھ انہوں نے درج کیا ہے، وہ تمام حضرت مجدد کے علوم و معارف کے موافق ہے، اس ناچیز بندہ کا تذکرہ اس رسالہ میں ضروری نہیں تھا، ہاں البتہ نعمت کا اظہار اور منعم کا شکر تو واجب و لازم ہے۔

۵۴۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ میں بھی یہی عبارت ہے:

بعضی از بزرگان در مکہ معظمہ آن را عربی نیز کردہ اند، ص ۶۳۔

لیکن مترجم کا نام درج نہیں کیا گیا۔

۵۵۔ مولانا زید ابوالحسن فاروقی کی تحقیق کے مطابق حضرت شاہ ابوسعید نو سال تین ماہ مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔ مقامات خیر، ص ۴۷۔

۵۶۔ شیخ محمد عابد سندھی (ف ۱۲۵۷ھ/ ۱۸۴۱ء) دیار عرب میں خاصی شہرت کے مالک تھے شیخ الاسلام لقب اسی دیار متبرک کی یادگار ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) الیانع الجنی، ص ۴۰، ۶۱، ۶۹۔

(۲) نزہتہ الخواطر ۷/ ۴۴۶۔۴۴۹۔

(۳) تذکرہ علمائے ہند، ص ۴۴۹۔

۵۷۔ نواب وزیر الدولہ بن امیر خان (ر۔ک بآن) اکبر شاہ ثانی کے عہد میں ٹونک کے نواب تھے۔ ان کی ولادت ۱۲۲۲ھ/ ۱۸۰۷ء مسند نشینی ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء اور وفات ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔ ذی علم اور پابند شرع تھے، ضخیم کتاب ''وصایا الوزیر علی الطریقۃ النذیر والبشیر'' (طبع ٹونک ۱۲۸۵ء) انہی کی تصنیف ہے۔

(ملاحظہ ہو: کاروان ایمان و عزیمت از ابوالحسن علی ندوی، لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۶۔۱۳۰)۔

۵۸۔ شاہ عبد المغنی، حضرت شاہ ابوسعید کے تیسرے فرزند تھے، ولادت بمقام لکھنو ۱۲۳۹ھ

Marfat.com

(تاریخی نام فضل الرحمٰن) میں ہوئی اور ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ ملاحظہ ہو: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۶۔ مقامات خیر، ص ۸۱۔۸۲

۵۹۔ مولوی حبیب اللہ ملتانی حضرت شاہ احمد سعید کے خلفا میں سے تھے، علوم معقول و منقول کے جامع، اولاد حضرت مجدد کے استاذ، حضرت شاہ ابوسعید سے طریقہ کی تعلیم پائی اور حضرت شاہ ابوسعید کے ہمراہ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۲۲۰۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، ص ۴۳۔۴۴)۔

۶۰۔ قاضی خلیل الرحمٰن رام پوری بن عرفان بن عمران بن عبدالحلیم ولادت رام پور میں ہوئی۔ ٹونک میں عرصہ تک قیام رہا۔ نواب امیر خان اور وزیر الدولہ کے عہد میں ٹونک کے قاضی تھے۔ سال وفات معلوم نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو علم و عمل ۱/ ۷۰۔ نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۶۰۔۱۶۱۔

۶۱۔ ''مولوی خلیل احمد مجددی کہ از مقربان آنجناب بودند بحضرت والدی (شاہ احمد سعید) کمال خصوصیت داشتند۔'' (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ص ۶۴)

۶۲۔ متن میں ''قتاد'' ہے اگر پورے مصرعہ کے اعداد جمع کیے جائیں تو پانچ عدد کی کمی رہتی ہے۔ یعنی ۱۲۴۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اور اگر اسے ''قتادہ'' پڑھا جائے تو صحیح سال وفات یعنی ۱۲۵۰ھ نکل آتا ہے۔ اس تصحیح سے شعر کے وزن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۶۳۔ مولانا رشید الدین خان دہلوی (ف ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء) بن امین الدین، علم کلام میں دسترس تھی، ہیئت و ہندسہ میں کمال حاصل تھا۔ کئی اہم علمی کتابوں کے مصنف تھے ملاحظہ ہو: علم و عمل ۱/ ۲۵۱۔۲۵۲، تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۹۱۔ نزہۃ الخواطر ۷/ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ بشیر الدین احمد: واقعات دار الحکومت دہلی ۲/ ۴۰۹۔۴۱۰۔

۶۴۔ یہاں رسالہ سے مراد حضرت شاہ غلام علی کی تالیف کمالات مظہریہ ہے۔ جو حدود ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں لکھی گئی۔

Marfat.com

۶۵۔ محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، ص ۵۴۔۵۵۔

۶۶۔ حضرت شاہ احمد سعید کے خلفاء کے ناموں کے ساتھ وطنی نسبتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً پورے عالم اسلام سے ان کا رابطہ تھا۔ حضرت شاہ محمد مظہر نے خلفاء کی تعداد اسی بتائی ہے، (مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، ص ۲۱۴۔۲۳۸)۔

۶۷۔ حضرت شاہ احمد سعید کا انتقال ۱۲۷۷ھ/ ۱۸۷۰ء کو مدینہ منورہ میں ہوا، ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء میں، حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوئے اور ۱۸۵۸ء/ کو وہاں حاضر ہوئے۔ (رشحات عنبریہ، ص ۱۳)۔

۶۸۔ یہاں سہو ہوا ہے حافظ عبدالمغنی کا تاریخی نام فضل الرحمٰن تھا جس سے ۱۲۳۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ (مقامات خیر، ص ۸۲) ان کی ولادت ۱۷ ربیع الاخریٰ سنہ مذکور کو بمقام لکھنؤ ہوئی اور ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۶۹۔ حضرت شاہ محمد مظہر مجددی نے بعض نکات کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً حضرت شاہ ابوسعید کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ بعض طلاب کو خلافت بھی دی تھی۔ اور حضرت شاہ احمد سعید سے بھی فیض پایا۔ (مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، ص ۶۷۔۶۸)

۷۰۔ شاہ سعداللہ براہ کرنول ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء میں حیدرآباد دکن پہنچے (احوال العارفین، ص ۷)۔

۷۱۔ حضرت شیخ سعداللہ کا مولد موضع اچڑی، علاقہ پگلی (پنجاب) ہے۔ قوم تاجیک سے تھے (ایضاً، ص ۴) اپنے پیر بھائی مولوی اخوند شیر محمد سے تحصیل علم کی (ص ۶) ۱۲۴۵ھ میں حیدرآباد دکن پہنچے وہاں دوسال قیام کے بعد گولکنڈہ چلے گئے (ص ۸) بخارا، کابل، قندھار اور پشاور وغیرہ سے علماء وفضلا ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے، ڈیڑھ دوسو کا مجمع اہل حق ان کے ہاں ہوتا تھا (ص ۹)، نواب افضل الدولہ مغفرت مکان انہی کے معتقد تھے (ص ۱۷)۔ حضرت شاہ سعداللہ کا وصال

Marfat.com

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۰ھ میں ہوا، (ص ۱۷)۔ ان کے خلفاء کے نام یہ ہیں مولوی محمد عثمان پشاوری، میر اشرف علی حیدر آبادی، مولوی عبدالرحیم حیدر آبادی، مولوی محمد عبدالقوی برادر مولوی عبدالرحیم مذکور، مولوی محمد سعید، مولوی محمد حسین بخاری، مولوی محمد افضل اللہ عرف فیض اللہ، مولوی محمد حسن، مولوی فضل علی، میر رفعت علی نبیرہ نواب فتح الدولہ، پیر عبدالوہاب، مولوی اسماعیل بخاری، مولوی نیاز محمد بدخشانی حکیم میر آصف علی، مولوی محمد نواز، مولوی سید سعید الدین حسین (مصنف مناظرہ طریقت، مطبوعہ)، مولوی محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ۔ (ماخوذ از احوال العارفین از محمد قطب الدین و محمد خلیل الرحمٰن، مطبوعہ دکن ۱۳۱۷ھ) شاہ سعد اللہ دونوں پاؤں سے معذور تھے، ان کے مزار پر جو گنبد ہے وہ افضل الدولہ مذکور کے استاد محمد حسین مذکور نے تعمیر کرایا۔ (مکتوب جناب محمد اکبرالدین صدیقی بنام محمد اقبال مجددی مورخہ ۲۸ رفروری ۱۹۷۸ء)۔

۷۲۔ حضرت شاہ غلام علی، میر متقی (سر سید احمد خان کے والد) کے خاندان میں جب بھی کوئی بیمار ہوتا تو سلب مرض کے لیے مرزا عبدالغفور کو بھیجا کرتے تھے۔ لکھا ہے ''جب میر متقی اور ان کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو مرزا غفور بیگ صاحب خورجوی کو...... سلب مرض کے لیے ان کے مکان پر بھیجتے اور وہ ہمیشہ جب تک کہ بیمار کو صحت نہ ہوتی برابر آتے تھے۔ (حالی، الطاف حسین: حیات جاوید، کانپور، ۱۹۰۱ھ، ص ۱۸)۔

۷۳۔ فقہ میں ان کے کئی رسائل ہیں ان میں سے ارکان الاسلام مطبع نظامی کانپور (اردو) طبع ہو چکا ہے۔ تفسیر رؤفی کے علاوہ ایک رسالہ تفسیر تبارک الذی کا خطی نسخہ کتب خانہ رضا، رام پور میں ہے (عرشی: فہرست مخطوطات اردو، ص ۲۲)۔

۷۴۔ اردو و فارسی میں حضرت رؤف کی کئی اہم منظوم تصانیف موجود ہیں۔ شعراء کے تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو خوب سراہا ہے۔ بقول نساخ فارسی میں ایک دیوان اور

Marfat.com

ریختہ میں چھ دیوان اور ہر فن میں ان کے ایک دور سالے یادگار ہیں، جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔ (سخن شعراء، ص ۱۸۷)

۷۵۔ یعنی شاہ رؤف احمد بن شاہ شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین ابن خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہم۔

۷۶۔ حضرت شاہ رؤف احمد کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے ۱۲۴۹ھ لکھا ہے۔ (سخن شعراء، ص ۱۸۷)۔

شاہ رؤف احمد، عالم، مفسر، فقیہ، مدرس، شاعر اور کثیر التصانیف تھے۔ ملاحظہ ہو: اردو ادب میں بھوپال کا حصہ مولفہ سلیم حامد رضوی۔ جواہر علویہ (خودنوشت حالات)، ص ۲۴۴-۳۰۹۔ سخن شعراء، ص ۱۸۷۔ تذکرہ کاملان رام پور، ص ۱۴۳-۱۴۷۔ نزہتہ الخواطر ۷/ ۱۸۸۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۵۴۔ یلملم کے محل وقوع کے لیے دیکھیے معجم البلدان، ۵/ ۴۴۱۔

۷۷۔ شاہ خطیب احمد کی ولادت ۱۲۲۴ھ میں بمقام بھوپال ہوئی، ان کے دو بیٹے محمد ابوالبرکات (ف ۱۲۸۶ھ)، عبداللہ عرف ابواحمد۔ انہی کی اولاد میں سے حافظ عبداللہ عرف حضرت ابواحمد اپنی آبائی خانقاہ بھوپال میں سجادہ نشین تھے (انساب الانجاب، ص ۱۱۳)۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: خزینتہ الاصفیاء ۱/ ۷۰۷۔۷۰۸۔ نزہتہ الخواطر ۷/ ۱۵۹، ابوالحسن علی ندوی: صحبتے با اہل دل۔

۷۸۔ یعنی شاہ عبدالرحمٰن بن شاہ سیف الرحمٰن بن شیخ سیف اللہ بن شیخ کلمتہ اللہ بن خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم۔ (ہدیہ احمدیہ، ص ۸۳۔ انساب الانجاب، ص ۴۱)

۷۹۔ حضرت شاہ سیف الرحمٰن ۱۱۶۶۔۱۲۵۱ھ (ایضاً)۔

۸۰۔ سندھ، پاکستان کا بلدہ اکھوڑہ مراد ہے جو ان دنوں خیر پور، سندھ میں کھوڑہ کے نام

Marfat.com

سے مشہور ہے۔(انساب الانجاب، ص ۴۱)

۸۱۔ حضرت شاہ عبدالرحمٰن کی ولادت ۱۱۹۴ھ میں ہوئی (ایضاً، ص ۱۴)۔ ہدیہ احمدیہ، ص ۸۳)۔ علوم عقلی ونقلی، فقہ وحدیث، تفسیر اور تصوف کے جامع تھے۔ جالندھر (پنجاب) میں صاحب ارشاد تھے جہاں ان کے بکثرت مریدین تھے، انہیں دوآبہ جالندھر میں قبول عام حاصل تھا۔ (خزینۃ الاصفیاء ۱/۲۰۴)

۸۲۔ شیخ بڈھن، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید تھے۔ بہرائچ میں مولانا نعیم اللہ مذکور کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ (آئینہ اودھ، ص ۱۳۵)۔

۸۳۔ مولوی بشارت اللہ کے ایک صاجزادے ابوالحسن، آئینہ اودھ کی تالیف ۱۳۰۵ھ کے وقت بقید حیات اور مولوی نعیم اللہ مذکور کے مزار کے متولی تھے۔ (ایضاً ص ۱۳۵)۔

۸۴۔ مولوی کرم اللہ کے والد کا نام عبداللہ تھا (نزہتہ الخواطر ۷/۳۹۴)۔

۸۵۔ مولوی کرم اللہ کے والد مولانا عبداللہ بھی ذی علم اور اس درجہ کی شخصیت کے مالک تھے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی کے دیباچہ میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''۱۲۰۸ھ میں فخر الملت والدین شیخ مصدق الدین عبداللہ کے جذب شوق کے نتیجہ میں میں نے سورۃ فاتحہ اور اخیر کے دو پاروں کی تفسیر املا کرائی اور انہوں نے قلم بند کیا۔'' (تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند ۱/۶۱) ہم نے ملفوظات شریفہ کے حواشی، (ص ۱۰۰) میں خود مولوی کرم اللہ کو اس تفسیر کا محرک لکھ دیا ہے، جو صریحاً غلط ہے۔

۸۶۔ مولوی کرم اللہ کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ حدائق الحنفیہ اور تذکرہ علمائے ہند میں ۱۲۵۸ھ لکھا ہے جو بے سند ہے۔ نزہتہ الخواطر (۷/۳۹۴) نے بحوالہ حدیقۃ الاحمدیہ ۱۲۵۲ھ دیا ہے جسے ہم نے ترجیح دی ہے۔

Marfat.com

ان کی ولادت و پرورش دہلی میں ہوئی علوم ظاہری کی تحصیل حضرت شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ سے کی اور شاہ رفیع الدین سے بھی تلمذ تھا۔ ۴۳ سال کی عمر میں حج سے واپس آکر خلق کثیر کو فیض یاب کیا۔ سورت میں دفن ہیں (نزہۃ الخواطر ۷/۳۹۴)۔

۸۷۔ مولانا خالد نے حضرت شاہ عبدالعزیز سے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی۔ (محمد بن عبداللہ: البہجۃ السنیہ، ص ۸۲)

۸۸۔ مولانا خالد ۱۲۳۴ھ میں درس و تدریس ترک کر کے وطن سے روانہ ہوئے اور ۱۲۳۵ھ/۱۸۱۰ء میں دہلی پہنچے۔ (البہجۃ السنیہ، ص ۸۰)۔

۸۹۔ ۱۲۳۱ھ تک مولانا خالد کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ تھی اور عالم اسلام کے ایک ہزار متبحر عالم ان سے فیض یاب ہو چکے تھے (درالمعارف، ص ۶۵)۔

۹۰۔ مولانا خالد نے شاہ غلام علی کی مداح میں عربی و فارسی میں طویل قصائد لکھے تھے جو اس ضمیمہ کے علاوہ اس سلسلے کے مناقب کی کتابوں میں بھی مل جاتے ہیں اور مولانا خالد کے دیوان مطبوعہ استنبول ترکی ۱۹۵۵ء (ص ۳۔۷، ۲۰۔۲۳) میں موجود ہیں۔ انہیں ہم نے طوالت کے خوف سے اس ضمیمہ میں نقل نہیں کیا ہے۔

۹۱۔ ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں شہادت پائی۔

۹۲۔ حضرت مولانا خالد کثیر التصانیف شیخ تھے ان کا فارسی دیوان ترکی سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ان فارسی رسائل کا سراغ ملا ہے:

رسالہ اعتقادیہ، قلمی مخزونہ مکتبہ عارف حکمت، شجرات منظوم طریقۂ نقشبندیہ، قلمی کتاب خانہ مرکزی دانش گاہ تہران، سلسلہ طریقہ نقشبندیہ، مطبوعہ قاہرہ کتب درسیہ کی شروح بھی لکھی تھیں۔

(ملاحظہ ہو: ملفوظات شریفہ، مقدمہ، ص ۲۸-۲۹ اور مولانا خالد نقشبندی دپیران طریقت او مولفہ مہیند خت معتمدی)۔

Marfat.com

۱۸۹۲ء میں جبکہ مولانا شبلی نعمانی قسطنطنیہ آئے تو وہاں ان کی ملاقات مولانا خالد کے بھتیجے شیخ عبدالفتاح سے ہوئی نیز مولانا شبلی نے مولانا خالد کو حضرت مظہر کا مرید لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔(سفرنامہ روم ومصر وشام، ص ۳۳)۔

۹۳۔ مولانا خالد کردی رومی سے انہوں نے حدیث کی پچاس کتب کی سند لی۔خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے تھے۔(جواہر علویہ، ص ۲۴۰) عبدالغفار شاہ ۱۲۶۴ھ کو مدراس گئے اور اپنے آخری ایام حیات میں حرمین جا کر بس گئے اور مکہ مکرمہ میں ۹ شوال ۱۲۸۲ھ کو انتقال ہوا (خانوادہ قاضی بدرالدولہ ۳۳۶)۔

۹۴۔ حضرت شاہ غلام علی کے بڑی تعداد میں خلفاء تھے۔ اگر چہ مولف ضمیمہ ہذا نے جواہر علویہ میں شامل خلفاء کی فہرست میں ان حضرات مولوی عبدالرحمٰن شاہ جہاں پوری، سید احمد کردی، محمد منور، میاں اصغر، میاں قمرالدین پشاوری اور محمد شیر خان کے ناموں کا اضافہ کیا ہے لیکن ان کے علاوہ بھی تذکروں میں کئی ایسے اصحاب کے اسماء ملتے ہیں جو حضرت شاہ غلام علی سے فیض یافتہ تھے اور عرب وعجم میں مصروف تلقین وارشاد تھے۔ مولانا سید ابوالقاسم ہسوی (ف ۱۲۶۶ھ) مولف مآثر الابرار اور ان کے لڑکے شاہ عبدالسلام ہسوی، حضرت شاہ احمد سعید کے خلیفہ تھے (پشت نامہ ہسوہ، ص ۹، نزہتہ الخواطر ۷/۱۹)۔

Marfat.com

ضمیمۂ دوم

حضرت عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دھلوی رحمتہ اللہ علیہ کا علمی سرمایہ

اب تک جتنی تالیفات، رسائل، ملفوظات ومکتوبات کا علم ہوا ان کا مختصر تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

ایضاح الطریقت: طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول واذکار اور اصطلاحات پر آپ نے یہ رسالہ لکھا تھا اسکا سن تالیف ۱۲۱۲ھ ہے۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ بہت سے قلمی نسخہ مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ آپ کے مکتوبات کے مجموعہ میں بھی شامل ہے۔

احوالِ بزرگان: اس میں چند معروف مشائخ مختلف سلاسل کے نہایت مختصر حالات ہیں۔ اس رسالہ کا خطی نسخہ لاہور کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ سن تالیف انداز ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء کے بعد ہے۔

رسالہ در ذکر مقامات ومعارف واردات حضرت مجدد: یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور سوانحات حضرات القدس'' اور زبدۃ المقامات'' سے تلخیص کر کے لکھا گیا ہے۔ کچھ واقعات دیگر ذرائع سے بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے خطی نسخہ خانقاشریف، مولوی غلام نبی الٰہی، ضلع جہلم، خانقاہ موسی زئی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان اور کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد دکن میں موجود ہیں

رسالہ طریق بیعت واذکار: یہ رسالہ سبعہ سیارہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند: یہ مجموعہ رسائل سبعہ سیارہ اور آپ کے مکاتیب شریفہ میں بھی شامل ہے۔

Marfat.com

رسالہ سطرے چند از احوال شاہ نقشبند: حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کے احوال ومناقب پر مشتمل ہے یہ رسالہ سبعہ سیارہ اور مکاتیب شریفہ میں شامل ہے۔

رسالہ اذکار: یہ مختصر رسالہ سبعہ سیارہ میں شامل ہے

رسالہ مراقبات: یہ رسالہ مکاتیب شریفہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے۔اور دُرّ المعارف میں بطور تعلیم نقل ہے۔

رسالہ در ردّ اعتراضات شیخ عبدالحق بر حضرت مجدد: حضرت شاہ غلام علی نے اس رسالہ میں عمدہ طریقہ پر حضرت شیخ محدث کے اشکال کا جواب دیا ہے۔ یہ رسالہ بھی سبعہ سیارہ میں شامل ہے۔

رسالہ دیگر در ردّ مخالفین حضرت مجدد: یہ رسالہ حضرت مجددؒ پر اعتراضات کے جوابات میں زیادہ تفصیل رکھتا ہے۔ یہ بھی سبعہ سیارہ میں شامل ہے۔

رسالہ مشغولیہ: یہ رسالہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی بیاض میں شامل ہے اور انہوں نے اسکی نسبت حضرت شاہ غلام علی دھلویؒ کی طرف کی ہے۔ یہ رسالہ غیر مطبوعہ ہے۔

سلوک راقیہ نقشبندیہ: کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ میں موجود یہ رسالہ حضرت شاہ غلام علی سے منسوب ہے۔بقیہ تفصیل سے آگاہی نہیں ہے

مکاتیب شریفہ: یہ شاہ صاحبؒ کے ۱۲۵ مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ جو آپ کے خلیفہ شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ نے جمع کیے ہیں۔ سال ترتیب مظہر عجائب" ۱۲۳۱ھ سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ پہلی مرتبہ مطبع عزیزی مدراس ۱۳۳۴ھ میں چھپا تھا پھر حکیم عبدالمجید سیفی نے ۱۳۷۱ھ میں لاہور سے شائع کیا۔ پھر ۱۹۷۶ء میں جناب حسین حلمی نے ترکی سے شائع کیا۔

درالمعارف: آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ کی فرمائش پر آپ کے ملفوظات جمع کیے۔ یہ اصلاح ظاہری و باطنی کا ذریعہ ہیں، اس مجموعہ کا اکثر حصہ تاریخ وار ہے کچھ ملفوظات بنا تاریخ کے یک جا کر دیئے ہیں۔ یہ مجموعہ مطبع نادری بریلی سے ۱۳۰۴ھ میں، مجبوب المطابع دھلی سے ۱۹۲۷ء، میں ملتان سے ۱۹۶۰ء میں اور استنبول (ترکی) سے ۱۹۷۴ء میں مکتبہ ایشق سے شائع ہوا تھا۔ اس کا پہلا اردو ترجمہ عنائیہ فاؤنڈیشن، پاکستان، ۱۹۹۲ء، میں شائع ہوا۔

Marfat.com

ملفوظات شریفہ: شاہ صاحب کے ملفوظات کا یہ دوسرا مجموعہ ہے۔ جو آپ کے نامور خلیفہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نے جمع کیا تھا۔ سال تدوین اندازاً ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء ہے۔ یہ بھی علم تصوف اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے قیمتی نکات سے پُر ہے۔ اس کے اب تک سات خطی نسخوں کا پتہ چلا ہے۔ اس کا ترجمہ مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۹۷۸ء میں طبع ہوا ہے۔

کمالاتِ مظہریہ: یہ کتاب حضرت شاہ غلام علیؒ نے اپنے شیخ حضرت مرزا مظہرؒ کے احوال وافکار پر اپنی عمر کی آخری ایام میں حدود ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں تالیف کی تھی۔ اس کتاب کا ایک ہی خطی نسخہ ہے جو خانقاہ مظہریہ مجددیہ کے سابق سجادہ نشین ومتولی حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقیؒ کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔ مؤلف حضرت شاہ غلام علیؒ نے اس کتاب کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا۔ حضرت زید نے اس کے مطالعہ کے بعد اس کا یہ نام تجویز کیا۔ یہ کتاب دراصل مقامات مظہری کا خلاصہ ہے۔

مقامات مظہری: (کتاب ہذا) یہ حضرت مرزا صاحب کی مفصل ترین سوانح ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کے یومِ ولادت سے یوم شہادت تک کے حالات ومقامات اور آپ کے بعض مکتوبات اور ملفوظات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب حضرت مرزا صاحب کی شہادت کے تقریباً سولہ ۱۶ سال بعد تالیف ہوئی۔ اس کتاب میں مولوی نعیم اللہ بہرائچیؒ کی دو تصانیف ''بشارات مظہریہ'' اور ''معمولات مظہریہ'' سے بھی کافی مدد لی گئی ہے۔ معمولات مظہریہ بھی کافی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ بشارات مظہریہ (خطی) برٹش لائبریری لندن میں موجود ہے۔

یہ تمام معلومات ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے مقدمہ سے لی گئی ہے۔

انس ابوالنصر فاروقی مجددی

خانقاہ مظہریہ مجددیہ

المعروف بہ درگاہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ۔ دہلی ۶

جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ/جولائی ۲۰۰۵ء

Marfat.com

ضمیمۂ سوم

حضرت مظہر کے معاصر سلاطین مغلیہ

حضرت مظہر کی ولادت ۱۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء اور وفات ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء میں ہوئی تھی۔ اس دور میں حسب ذیل سلاطین مغلیہ تخت نشین ہوئے:

(۱) اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ / ۱۶۵۸-۱۷۰۷ء

(۲) بہادر شاہ اول ۱۱۱۸-۱۱۲۴ھ / ۱۷۰۷-۱۷۱۲ء

(۳) جہاندار شاہ (معزالدین) ۱۱۲۴-۱۱۲۵ھ / ۱۷۱۲-۱۷۱۳ء

(۴) فرخ سیر ۱۱۲۵-۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۳-۱۷۱۹ء

(۵) نکوسیر ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء

(۶) رفیع الدرجات ۱۱۳۱ھ /۱۷۱۹ء [سوا تین ماہ]

(۷) محمد شاہ ۱۱۳۱-۱۱۶۱ھ / ۱۷۱۹-۱۷۴۸ء

(۸) احمد شاہ ۱۱۶۱-۱۱۶۷ھ / ۱۷۴۸-۱۷۵۴ء

(۹) عالمگیر ثانی ۱۱۶۷-۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۴-۱۷۵۹ء

(۱۰) شاہ عالم ثانی ۱۱۷۳-۱۲۲۱ھ / ۱۷۵۹-۱۸۰۶ء

Marfat.com

ضمیمۂ چہارم

اصطلاحات تصوف شامل مقامات مظہری

مخففات:

اس فرہنگ کی تیاری کے لیے مفصلہ ذیل کتابیں پیشِ نظر رہی ہیں:

اجمیری	-	مصطلحات علوم وفنون عربیہ از محی الدین غازی اجمیری کراچی ۱۹۷۸ء
دستور	-	دستور العلماء از قاضی عبدالنبی احمد نگری، بیروت ۱۹۷۵ء (۴ جلد)۔
دفاعیات	-	رسالہ شکوی الغریب از عین القضاۃ ہمدانی، ترجمہ قاسم انصاری، تہران، ۱۳۶۵ش
رسالہ قدسیہ	-	قدسیہ [ملفوظات حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند] از خواجہ محمد پارسا بخاری، مرتبہ احمد طاہری عراقی، تہران، ۱۹۷۰ء و مرتبہ ملک محمد اقبال، راولپنڈی
ر-ک	-	رجوع کنید بآن۔
سٹینگاس	-	فرہنگ فارسی بہ انگریزی، طبع لاہور، ۱۹۸۱ء
سجادی	-	فرہنگ لغات واصطلاحات وتعبیرات عرفانی از جعفر سجادی، تہران، ۱۳۵۴ش
سردلبران	-	سردلبراں [اصطلاحات تصوف] از سید محمد ذوقی کراچی، ۱۴۰۰ھ

Marfat.com

شرح منازل - شرح منازل السائرین از عبد الرزاق کاشانی، تہران، ۱۳۱۵ش

صراح - صراح از جمال القرشی (لغت عربی بفارسی)، نولکشور، لکھنؤ، ۱۸۹۸ء

کاشانی - اصطلاحات الصوفیہ مرتبہ سپرنگر، لاہور، ۱۹۷۴ء

کشاف تھانوی - کشاف الاصطلاحات الفنون از محمد علی تھانوی، بیروت، خیاط، ۱۹۶۶ء

لسان العرب - لسان العرب از ابن منظور تکملہ اصطلاحات علمیہ از مجلس محققین

بیروت۔ [اس کی جلد چہارم بطور تکملہ ہے یہ جلد اصطلاحات کی ایک دائرۃ المعارف ہے]۔

متن - بعض ایسے الفاظ جن کے معانی مروجہ کتب اصطلاحات میں نہیں مل سکے۔ ہم نے مقامات مظہری کے ''متن سے ان کا مفہوم اخذ کیا ہے۔

مکتوبات - مکتوبات امام ربانی مجددی الف ثانی مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری، طبع عکسی، استانبول، ۱۹۷۷ء

منتہی - منتہی الارب (لغت عربی بفارسی) از عبد الرحیم صفی پوری، چار جلد، لاہور، ۱۹۲۵ء

نفائس - نفائس الفنون فی عرایس العیون از شمس الدین آملی، ترتیب و تلخیص بہروز ثروتیان، تبریز، ۱۹۷۴ء۔

Marfat.com

فرہنگ اصطلاحات

الف

آدمی المشرب - تجلی فعلی (ر-ک بآن) اور فنائے قلب کا عمل۔ اس لطیفہ کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ (مکتوبات حضرت مظہر ۲۴)

ابراہیمی المشرب - اس میں سالک اپنی صفات کو مسلوب پاتا ہے اور حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے۔ اس حالت کو تجلی صفات کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کی ولایت زیر قدم حضرت ابراہیم ہے۔ (مکتوبات حضرت مظہر ۲۴)

اتصال بے کیف - محبوب اور محب کے وصال اور فنائے محب کے بعد مشاہدہ۔ یہاں اتصال شہودی مراد ہے۔ (شرح منازل السائرین ۲۰۶)

اثبات غیریت - نفی حق واثبات غیر۔ (رسالہ قدسیہ، طبع ملک اقبال ۱۴۹)

اثر - اسماء وصفات کے جمال وکمال کے مظاہر۔ (سر دلبراں ۴۲)۔

احدیت صرفہ - مرتبہ لاتعین، مرتبہ سلب صفات، خالص ذات وجود بحت، اول لانہایت، آخر لابدایت۔ (سجادی: فرہنگ لغات وتعبیرات عرفانی ۱۷، سر دلبراں ۲۰۰، ۲۴۹، ۳۴۷، ۳۴۹)

احسان - وہ مقام ہے جس میں بندہ خدا کے اسماء وصفات کے آثار دیکھتا ہے۔ (سر دلبراں ۴۲)۔

Marfat.com

احوال تازہ	-	مواہب فائضہ بندے پر رب کی طرف سے یا بہ جزائے اعمال نیک بہ سبب تزکیہ نفس وتصفیہ قلب یا محض امتنان۔
اذواق	-	وہ حالت جو کلام محبوب سن کر طالب میں پیدا ہوتی ہے۔ مشاہدہ حق کا پہلا اثر ذوق ہے۔ صوفیہ نے درجہ اول کے شہود کو ذوق کا نام دیا ہے۔ (سر دلبران ۱۷۰، سجادی ۲۲۳)
ارباب کشف	-	وہ اصحاب جو مشاہدہ حق اور اس کی تجلی میں تکرار نہیں کرتے۔ (سجادی ۳۳)
ارباب جہل	-	طالبوں کی وہ قسم جو طلب میں مردہ دل اور ادراک حقائق سے عاری ہو۔ (ر۔ک جہل)
استغراق	-	ذکر حق میں حصول فنا کا نام۔ (سجادی ۳۷-۳۸)
استہلاک	-	ہر وقت مشاہدہ جمال الٰہی میں ڈوبے رہنا، اپنی ذات کو ذات حق میں مستہلک پانا۔ (لسان العرب ۳/۸۲۱)
استیلای غیب	-	(ر۔ک غیبت)
اسرار توحید	-	وحدانیت کا علم مع اقسام توحید۔ (سجادی ۱۴۱، لسان العرب ۳/۸۸۹)
اسماء وصفات	-	اسم اس لفظ کو کہتے ہیں، جس سے حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا جائے اور وہ اشارہ اس کی ذات سے ہو یا صفت سے۔ (سجادی ۴۱۔ سر دلبراں ۴۷)
اسماع نفس	-	ذکر قلبی مع ذکر لسانی کی قسم اول یعنی ذکر خفی۔
اسم الباطن	-	بطون حق کو اسم الباطن کہتے ہیں، از اسم ذات۔ (سجادی ۴۱)
اسم صغیر	-	انسان کا خلق اور امر کا جامع ہو کر اسم کا مستحق ہونا۔
اسم الظاہر	-	ظہور حق کو اسم الظاہر سے تعبیر کرتے ہیں۔ (از اسم ذات)

Marfat.com

اشراف خواطر - دلوں کے بھید جاننا، کشف قلوب۔(سجادی ۳۹۱)

اصطفاء - ایک مقام سے دفعتاً دوسرے مقام پر فائز ہونا، منتخب کر لینا۔(سجادی ۴۷)

اضمحلال - فنا ہونا، نیستی، وارفتگی (لسان العرب ۲/۵۴۶)

اعدام - اعیان ثابتہ جو علم حق تعالیٰ میں تو موجود ہیں لیکن خارجاً معدوم ہیں۔ (سر دلبراں ۲۵۴، سٹینگاس، فارسی ۷۴)

اعدام اضافیہ - جن پر آثار و احکام کا تحقق ہو۔ جو فیضان وجود کے بعد وجود کا صالح ہو۔(اجمیری ۱۹۹)

اعیان ثابتہ فی العلم - حقائق ممکنات جو علم حق تعالیٰ میں ہیں۔ (قول سید شریف۔ دستور ۱/۱۳۸)

اعیان خارجیہ - موجودات ذہنی کے مقابلے میں موجودات خارجی مراد ہیں اور صور علمیہ جو کہ اعیان ثابتہ ہیں ر۔ک اعیان ثابتہ (فرہنگ معارف اسلامی از سجادی ۲۵۰)

افاضہ کمالات - متابعت کا ایک درجہ جو صرف محبت سے متعلق ہے۔

افاقہ - حالت صحو۔

القاء - واردات ربانی سے عبارت ہے۔(سجادی ۵۶)

امر انتزاعی - وجود بمعنی کون اور حصول بھی ہے جسے امر انتزاعی کہتے ہیں۔(دستور ۱/۱۷۳۔۱۷۷، سر دلبراں ۷۶)

امکان - موصوف کے لیے کسی صفت کی نسبت کا غیر ضروری ہونا۔(اجمیری ۵۹۔۶۰، دستور ۱/۱۶۴)

انا - اشارہ ہے مرتبہ وحدت اور حقیقت محمدی کی طرف کہ برزخ اور جامع ہے۔ اس کو علم مجمل اور تعین اول بھی کہتے ہیں۔(سر دلبراں ۷۸)

Marfat.com

انا الشمس - صوفی کی نظر اپنی جہت اور اپنے انوار مستعار پر پڑے تو وہ انا الشمس کا دعویٰ کرتا ہے۔

انوار جمعیت - ہمت کو مجتمع کرنا اور اپنی توجہ سوئے حق کرنے سے جو انوار حاصل ہوں (سجادی ۱۵۷،۱۷)

اول الاوائل - مفہوماً لاہوت ہی اول الاوائل ہے۔ (عبقات)

اولیائے عزلت - ایسے افراد جنہوں نے انقطاع از ماسوا کر لیا ہو۔ اولیائے مستور، (سردلبراں ۱۷۳)

اولیائے عشرت - اولیائے ظاہر۔ حالت شعور میں لذت حق حاصل ہونا (سردلبراں ۱۷۳، ۲۵۴)

اوتاد - رجال اللہ کی بارہ اقسام میں سے ایک قسم۔ اوتاد چار ہوتے ہیں۔ (سردلبراں ۱۷۵)

ب

بازگشت - طالب بوقت ذکر اپنے دل میں یہ دعا کرے ''الٰہی میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے ...... '' مشائخ نقشبندیہ کی شرائط میں سے چھٹی شرط ہے۔ (رسالہ قدسیہ، طبع عراقی)

باطن وجود - ''ہر چیز کا وجود علم میں ثابت ہے۔'' اس مرتبہ کو صوفیہ کی اصطلاح میں باطن وجود کہتے ہیں۔

بسط - واردات قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔ (نفائس ۲۱۹)

بسیط حقیقی - وجود خداوندی۔ (اجمیری ۷۷، دستور / ۱/ ۴۴۸)

Marfat.com

بعد الجمع - نفس کو حقیقت فنا ملنے کے بعد اسے دعوت وارشاد کا حق مل جاتا ہے اس مقام کو بعد الجمع کہتے ہیں۔ (سر دلبراں ۱۲۸، سجادی ۱۵۶)

بے خطرگی - خطرہ، ایک قسم کا خطاب ہے جو ضمیر پر وارد ہوتا ہے۔ بے خطرگی ایسا مقام ہے جب طالب کو نفس مطمئنہ حاصل ہو جائے تو وہ ان خطرات شیطانی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ (سر دلبراں ۱۵۶، سجادی ۱۹۴، دفاعیات ۹۰)

بے خودی - مرحلہ فنا۔ حالت سکر۔ (سجادی ۱۵۸)

بے رنگی - وحدانیت کا ظہور (متن)

بیعت مع اقسام - اپنی جان و مال کو خدا یعنی مالک حقیقی کے حوالے کر دینا۔ احکام کا عہد کرنا۔ اس کی اقسام کا متن میں ذکر کیا گیا ہے۔

ت

تجلی - ذات و اسماء و صفات و افعال الٰہی کا کسی پر پڑنے کا نام تجلی ہے۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں۔ (نفائس ۶۴)

تجلی افعال - اللہ تعالیٰ صفات افعالی اور صفات ربوبیت سے سالک پر ظاہر ہوتا ہے۔ تجلی افعالی کے وقت بندہ افعال کی نسبت اپنی طرف نہیں کر سکتا۔

تجلی ذات - جب ذات کی تجلی سالک پر ہوتی ہے تو سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم و شعور سے بے تعلق ہو جاتا ہے، تجلی ذاتی میں اس فنائیت عبد کے بعد بقائے حق سے باقی ہونے کو بقا باللہ کہتے ہیں۔

تجلی ذات بحت - بحت کہتے ہیں خالص کو (ر۔ک بآن) تجلی ذات کی تعریف کے پیش نظر اسے فنائیت خاصہ کہہ سکتے ہیں۔

تجلی صفاتی - اس میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے۔

Marfat.com

تجلی صوری	-	رویت الٰہی۔
تجلی فعلی	-	اس میں سالک صفات فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ حق تعالیٰ کو متجلی پاتا ہے۔ اس میں بندے سے قول وفعل وارادہ سلب ہوجاتا ہے اور وہ ہر چیز میں قدرت کو دیکھتا ہے۔ (سجادی ۱۱۸، نفائس ۶۴، اجمیری ۸۶)
تنزلات	-	وجود نے مرتبہ وراء الوراء کی جن منازل سے علی الترتیب نزول فرما کر کائنات میں گلشن آرائی کی انہیں تنزلات سے موسوم کرتے ہیں۔ جملہ تنزلات شہود میں واقع ہوئے ہیں۔ (سردلبراں ۲۴۲، اجمیری ۱۰۴) مقامات مظہری میں کئی مقامات پر تنزل وجوبی، روحی، مثالی اور جسدی استعمال ہوا ہے۔
تنزیہ	-	ذات حق تعالیٰ کا صفات نقص یا صفات ممکنات سے پاک ومنزہ ہونا۔ (اجمیری ۱۰۴، سجادی ۱۳۶)
تعدد و تکثر	-	دراصل کثرت شیونات کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو "شیونات۔"
تعین	-	حق تعالیٰ کا اپنی ذات کو پانا۔ (سردلبراں ۱۲۰، سجادی ۱۳۰، نفائس ۷۳، دستور ۱/ ۳۲۵)
تعین امر	-	وہ عالم جو کہ موجد امر سے دفعتاً بے مادہ ومدت کے موجود ہوگیا، عالم امر ہے۔ (سردلبراں ۲۵۱)
تمکن وثبات	-	وہ مقام ہے جس میں سالک مغلوب الحال نہیں ہوتا، تلوین کا متضاد ہے۔ (نفائس ۷۹)
توجہ	-	تمام ماسویٰ اللہ سے روگردان ہوکر حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا۔ (سردلبراں ۱۲۲، سجادی ۱۴۱)

Marfat.com

ج

جمعیت قلبی - ہمت کو مجتمع کر کے اپنی توجہ سوئے حق کرنا اور دل کو ماسویٰ سے کندن کرنا۔ (سجادی ۱۵۷)

جہل - ''مرگ دل'' کو صوفیہ کنایتاً جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواہ سالک نے سالہا سال تک علم حاصل کیا ہو۔ (سجادی ۱۶۱، اجمیری ۱۱۷)

ح

حبس نفس - ذکر کے دوران سانس روکنا۔ (متن)

حبل المتین - احکام الٰہی کی پیروی (قرآن وحدیث)

حسن - کمالات ذات احدیت۔ (سجادی ۱۷۲)

حسن محض - حسن کامل، حسن لازوال، خالص کمالات ذات احدیت۔ ر۔ک حسن)

حصول جمعیت - ر۔ک جمعیت۔

حضور - قلب کا خلق سے غافل ہو کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا۔ مقام وحدت، صاحب لمع کہتے ہیں کہ حضور سے مراد حضور قلب ہے۔ (سردلبراں ۱۴۴، ۱۷۲، سجادی ۱۷۳)

حق - صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ''حق بسیط'' اسی طرح اصطلاحاً مستعمل ہے۔ (سجادی ۱۷۵)

حق نفس - فرائض کی ادائیگی کے لیے بقدر توانائی کھانا تناول کرنا۔ (متن)

حقائق - وہ علم ہے جس سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، حقائق کی کئی اقسام ہیں جن میں حقائق سبعہ کا ذکر مقامات مظہری میں شامل ضمیمہ شاہ عبدالغنی میں کیا گیا ہے۔

Marfat.com

حقائق ممکنات یا حقائق کونی - اعیان ممکنات اور کثرت حقیقی کو کہتے ہیں۔(سر دلبراں)

حقیقت الحقائق - مراد ذات احدیت ہے۔"حقیقۃ کل شئی ہوالحق۔"(سجادی، سر دلبراں)

حقیقت محمدی - حقیقت انسانی کی اصل حقیقت محمدی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات (۳/۱۲۴) میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

حقیقت حال - طالب کے احوال وواردات (ر۔ک باں) میں بعض اوقات خاص لمحات میں "غلبہ احوال" سے افاقہ ہوتا ہے۔ خصوصاً نماز کے اوقات میں ایسی حالت کو جو غیر استقراری ہو، حقیقت حال کہتے ہیں۔(متن)

خ

خلت - دوستی، مراد ہے حق تعالیٰ کا بندے کا دوست بننا، خصوصاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرف اشارہ۔ (مکتوبات حضرت مجدد میں کئی مقامات پر تشریح)

خیر محض - فلاسفہ وجود کو "خیر محض" تصور کرتے ہیں۔ اور وہ وجود صوفیہ کے نزدیک ذات مطلق اور مقام جمع الجمع احدیت مطلقہ ہے۔(سجادی)

د

دائرہ صفات کبریٰ دائرہ ظلال وولایت صغریٰ دائرہ ظلال اسماء وصفات دائرہ ولایت دائرہ ولایت علیاء	ان دوائر کی تفصیل سے صوفیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ملاحظہ ہو: سر دلبراں ۳۰۰

Marfat.com

دائمی حضور - ر۔ک حضور۔ حضور میں دوام حاصل ہونا۔

دائمی حضوری - ایضاً۔

ذ

ذکر - اللہ کی یاد۔ یادالٰہی میں جمیع غیر اللہ کو دل سے فراموش کر کے حضور قلب کے ساتھ قرب و معیت حق تعالیٰ کا انکشاف حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ صوفیہ نے اس کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں۔
(ر۔ک مکتوب حضرت مظہر نمبر ۱۱ شامل مقامات مظہری)
چنانچہ ذکر خفی، ذکر جلی، ذکر رابطہ، ذکر قلبی، ذکر لسانی کے معانی اس کتاب میں متعدد مرتبہ بیان ہوئے ہیں۔

ر

ربط ظلیت - صوفیہ اضافی موجودات کو ظل قرار دیتے ہیں۔ یہ اضافی موجودات اعیان ممکنہ ہیں۔ جو درحقیقت معدومات ہیں۔ لیکن وجود حقیقی کے نور اور فیضان کے طفیل ان کی ظلیت عدمیت، ظلی وجود اختیار کر گئی ہے۔
(دستور ۲/ ۲۸۷، اجمیری ۱۹۲)

ربودگی - شیفتگی۔ (متن)

رضا - محبت خدا میں کسی حالت میں بھی فرق نہ ڈالنا، خوشی، غم اور تکلیف میں رضائے الٰہی پر شاکر رہنا۔ (متن۔ سردلبراں ۱۷۸)

رویت - کسی چیز کو آنکھ سے دیکھنا نہ کہ بصیرت سے معلوم کرنا۔ رویت حق و لقائے خدا۔ (نفائس ۱۵۶، سجادی ۲۳۹)

Marfat.com

رویت الٰہی　-　ر۔ک تجلی صوری۔

ز

زوال عین　-　عین سے مراد عین ثابت ہے جو کہ عالم کے اس آئینہ کو کہتے ہیں جو علم حق تعالیٰ میں قبل تخلیق عالم موجود تھا اور اب بھی ہے۔ اسے مقام واحدیت بھی کہتے ہیں۔ (سجادی ۳۴۷، نفائس ۲۰۵)

س

سکر　-　بے خود، تعطل عقل جو مشاہدہ جمال معشوق حقیقی کا نتیجہ ہو۔ یہ وہ حالت ہے جو غیبت سے تقویت پاتی ہے۔
(سر دلبراں ۱۹۸، نفائس ۱۶۰، سجادی ۲۶۷)

سیر علمی　-　سیر کا مطلب ہے سالک کا ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک فعل سے دوسرے فعل، ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونا۔
(متن مکتوب۴) ر۔ک علم۔

ش

شرط محاذات　-　مقامات سلوک کے لیے مرشد کی موجودگی لازم ہے۔ (متن)

شہود　-　رویت حق بحق شہود۔ حق تعالیٰ کا اس طرح مشاہدہ کہ سالک مراتب تعینات عبور کر کے توحید عیانی کے مقام میں پہنچ جائے۔ غیریت کو دور کرے۔ (سر دلبراں ۲۳۷، مکتوبات حضرت مجدد، نفائس ۱۷۶)

شہودیہ　-　نظریہ وحدت الشہود (ر۔ک بآن) کو ماننے والے۔

Marfat.com

شیونات - مرتبہ علم میں تعینات وجود حق۔ شیونات الٰہی خاص ذات الٰہی کی قسم ہیں۔اور صفات الٰہی ان شیونات کی فرع ہیں...... (معارف لدنیہ از حضرت مجدد)

ص

صانع - افعال الٰہی کے مراتب میں سے تیسرا مرتبہ صنعت ہے۔جس کا مطلب ہے کسی چیز کو پیدا کرنا۔اسم صانع۔ بندے اور خدا کے درمیان مشترکہ طور پر مستعمل ہے۔ جب بندہ کوئی چیز بنائے گا تو اسے خالق نہیں کہا جائے گا بلکہ صانع ہوگا۔(سر دلبراں ۶۲)

صادر اول - وجود منبسط۔(ر۔ک بآن)

صحو - سکر (ر۔ک بآن) کا متضاد ہے۔ عارف کا غیبت سے احساس کی جانب واپس آنا۔

صفا - پاکیزگی، خلوص، دل کو خطرات اغیار سے پاک کرنا۔(سر دلبراں ۱۳۹)

صفات حقیقیہ / صفات سلبیہ / صفات مرئیہ - واجب تعالیٰ کی چار صفتیں ہیں: اول صفت سلبی۔ دوم صفت ثبوتی حقیقی محض۔سوم صفت حقیقی مضاف۔ چہارم صفت اضافی محض۔صفت سلبی جیسے کہیں کہ اللہ بشر نہیں، شجر نہیں جسم نہیں۔صفت ثبوتی حقیقی محض، جیسے واجب تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے پائندہ ہے ذات کا عالم ہے۔صفت حقیقی مضاف جیسے خدا موجودات کی پیدائش پر قادر ہے۔صفت اضافی محض، مانند وصف علیت جو معلولیت کے مقابل ہے۔اللہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ صفت اصطلاح میں ظہور ذات حق کو کہتے ہیں۔ (صوفیہ کے ہاں صفات کی مختلف اقسام ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے سجادی ۳۰۵، نفائس ۱۸۱، سر دلبراں ۱۱۴)

Marfat.com

صور علمیہ　-　اسماء الٰہی جن صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، انہیں مظاہر اسماء کہتے ہیں۔ وہ صورتیں جن میں اسمائے الٰہی علم الٰہی میں ظاہر ہوتے ہیں، اعیان ثابتہ اور صور علمی کے نام سے موسوم ہیں۔۔(سر دلبراں ۵۱)

ط

طریقہ احمدیہ　-　سلاسل تصوف میں سے سلسلہ نقشبندیہ کی وہ شاخ جسکو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے ترقی دی اور انہی کے نام سے طریقہ یا سلسلہ احمدیہ کہلاتا ہے اسے سلسلہ مجددیہ بھی کہتے ہیں۔(متن)

طفرہ　-　ادنیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچنا۔(صراح)

طمانیت　-　سالک کے قلب ونفس کا حق تعالیٰ کے ساتھ سکون وقرار پانا۔ (سر دلبراں ۲۴۵)

ظ

ظل　-　جملہ ظہورات وتعینات وجود اضافی جو اعیان ممکنات وتعینات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔(سر دلبراں ۲۴۷، سجادی ۳۲۲)

ظلمانی عقل　-　وہ عقل جو راہنما کی مدد سے راہ راست پر آئے۔(متن)

ظلمانی ونورانی حجاب　-　حجاب کا مطلب ہے ہر وہ چیز جو بندہ کو حق سے مستجب کرے۔ سالک کو سب سے پہلے حجاب ظلمانی کو دور کرنا ہوتا ہے جو گناہ اور لذات طبیعی سے عبارت ہیں۔ پھر اسے حجاب نوارانی کو دفع کرنا پڑتا ہے جو علوم رسمیہ سے مکلف ہوتا ہے۔[سجادی ۱۶۶، (ر۔ک حجاب)]

Marfat.com

ع

عالم ارواح - اس سے مراد عالم ملکوت ہے، عالم ملکوت کی فرع عالم محسوس ہے، عالم ارواح بمقابلہ عالم محسوس، ذوق شہود میں ظاہر تر اور زیادہ قوی ہے۔ اس میں معانی محسوس صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ (سردلبراں ۱۴۴، سجادی ۳۲۷، نفائس ۱۹۱)

عالم امر - وہ عالم جو بلامدت و مادہ حق تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آیا۔ (سردلبراں ۲۵۱، اس کا نام عالم امر بھی ہے، سجادی ۳۲۷)

عالم خلق - عالم شہادت، وہ عالم جو مادہ سے پیدا کیا گیا (سجادی ۳۲۷)۔

عالم مثال - یہ عالم برزخ ہے۔ درمیان عالم ملکوت اور عالم ناسوت کے اس کا نام عالم مثال اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ عالم جسمانی کی صورتوں پر مشتمل ہے۔ (سجادی ۳۲۸)

عبودیت - خروج از اختیار۔ عبودیت کی نہایت حریت ہے۔ (سجادی ۳۲۹)

عدم - معدوم، ناپید، سلب محض، نفی محض۔ (اجمیری ۱۹۸)

عدم اضافی - یہ وجود کی ضد نہیں ہے۔ (سجادی ۳۳۰)

عدم القدرت - عجز۔ (ر۔ک عدم۔)

عدم العلم - جہل۔ (ر۔ک عدم۔)

عدم محض - وجود کا نقیض ہے۔ جیسے کہ شریک باری تعالیٰ۔ (متن)

عروج - اجسام سے احدیت تک پہنچنا۔ سالک اپنے جسم کو محو کر کے عالم مثال میں اور عالم مثال کو گم کرنے کے بعد عالم ارواح میں، اسی طرح عالم اعیان میں اور وہاں سے وحدت میں اور وحدت سے احدیت میں۔ (سردلبراں ۲۰۰۔۲۰۱)

Marfat.com

علم - کسی چیز کو کما حقہ جاننا، حیات جس طرح ذات کے اقرب اوصاف میں سے ہے۔ صوفیہ نے اس کی (باطنی علوم) بہت سی اقسام بتائی ہیں۔ ان میں سے بعض قسموں پر حضرت مظہر نے اپنے مکتوب (نمبر۴ شامل مقامات مظہری) میں بحث کی ہے۔ جیسے علم حصولی، علم حضوری، علم ازلی وغیرہ۔

عناصر اربعہ - صوفیہ نے چار عناصر کو ''چہار نفس'' سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی آتش کو نفس امارہ، ہوا کو نفس لوامہ، پانی کو نفس ملہمہ اور خاک کو نفس مطمئنہ سے۔ (سجادی)

عیسوی المشرب - لطیفہ خفی کا شغل جس کی ولایت حضرت عیسیٰ کے زیر قدم ہے اس لطیفہ کا سالک عیسوی المشرب ہوگا۔ (مکتوب حضرت مظہر نمبر۲۴ شامل مقامات مظہری)

عین - ذات حق تعالیٰ کے ساتھ اتحاد، ہستی حق میں گم ہونا، سالک کا ذات حق میں محو ہو جانا۔ (سجادی)

عینیت واتحاد - وصال پانا، مقام بقا میں پہنچنا۔ (ر۔ک عین)

غ

غلبہ - وہ حالت مغلوبی جس میں سالک کے لیے سبب کا ملاحظہ اور ادب کی رعایت ناممکن ہو۔ (سر دلبراں ۱۷۱، سجادی ۳۵۰)

غیبت - اپنے نفس سے اور خلق سے غائب اور حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہنا کبھی مقام کثرت کو اور کبھی اللہ سے محجوب اور خلق کے سامنے حاضر ہونے کو غیبت کہتے ہیں۔ (سجادی ۳۵۲)

Marfat.com

غیرت　-　شرم کرنا۔ یہ دو طرح سے ہے ایک خلق سے اور دوسری حق سے (سجادی ۲۵۳، سر دلبراں ۲۶۵، ۲۷۳)

غیرت از خلق　-　سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ (سر دلبراں ۲۷۳)

ف

فنا　-　فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں۔ ذات احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا بھی ہوش نہ رہے۔ اس کے کئی مدارج بیان کیے گئے ہیں۔

فنائے افعالی　-　اپنے افعال اور خلق کے افعال کو افعال حق میں فنا کر دینا۔ اسی طرح دیگر اقسام فنائے صفاتی، فنائے ذاتی فنائے قلب (ر۔ک بہ قلب) فنا و بقا۔ (ر۔ک بہ بقا۔ سر دلبراں ۲۷۷، سجادی ۳۶۶، نفائس ۲۱۶)

ق

قبض　-　واردات قلبی کے بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں۔ (نیز ر۔ک بہ بسط)

قلب　-　قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرد اور روح اور نفس انسانی کے مابین ایک درمیانی چیز ہے۔ (سر دلبراں، سجادی نے اس سے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، ص ۳۸۰-۳۸۲)

قلب صنوبری　-　گوشت کا لوتھڑا، صنوبری یا مخروطی شکل کا بائیں پستان کے نیچے اس کا نور زرد ہے سرسوں کے پھول جیسا۔ (متن)

قناعت　-　مالوفات طبع کے معدوم ہونے کی صورت میں سکون قلب کا ہونا۔ (سر دلبراں ۲۸۳، سجادی ۳۸۳)

Marfat.com

ک

کثرت ظلی - مخلوقات اور کثرت ظہور اسماء۔

کسب - بندہ کی قدرت اور اس کے ارادہ کے تعلق سے عبارت ہے جس کے کرنے کی اسے قدرت حاصل ہے۔اس میں عموماً کسب خیر اور کسب شر کی انواع کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔(سجادی ۲۹۰)

کشف - امور غیبی اور معانی حقیقی پر سے حجابات (ر۔ک بآن) کا اٹھنا اور حقیقت ورائے حجاب پر وجوداً اور شہوداً اطلاع پانا کشف ہے۔اس کی دو اقسام ہیں کشف صوری اور کشف معنوی۔(سجادی ۳۹۰، سردلبراں)

کشف کونی - کشف صوری میں وہ معاملات جو خواب میں پیش آتے ہیں وہ بیداری میں بھی نظر آنے لگتے ہیں۔کشف صوری کی وہ قسم جس سے مغیبات دنیوی پر اطلاع یابی ہوتی ہے۔اسے کشف کونی کہتے ہیں۔(ر۔ک بہ کشف)

کمال - صفات اور آثار مادہ سے منزہ ہونے کا م نام کمال ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں: اول کمال ذاتی جس کا تعلق ظہور حق تعالیٰ سے ہے۔دوم کمال اسمائی ظہور حق کا بنفس خود اور شہود ذات خود سے تعلق ہے۔(کشاف تھانوی، سجادی)۔ چنانچہ صوفیہ کے ہاں کمالات الٰہیہ، کمالات اولوالعزم کمالات ثلاثہ وغیرہ کا استعمال اسی ضمن میں آیا ہے۔

ل

لطائف - جسم انسانی کے مختلف مواضع جن پر فیوض وانوار وبرکات الٰہی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔اس کی صوفیہ نے عموماً چھ اقسام گنوائی ہیں لیکن حضرات

Marfat.com

مجددیہ نے بتایا ہے کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے، مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

لطیفہ - اشارہ دقیق جو بآسانی سمجھ نہ آسکے۔ مختلف واردات کا نزول اس کی مختلف اقسام جیسے لطیفہ دماغی، لطیفہ روح، سر، خفی، اخفی، نفس، سر کی تشریحات مذکورہ بالا مکتوب میں درج ہیں۔ (ر۔ک لطائف)

م

مبداء - جائے ظہور، سالک کی ابتداء چونکہ اسمائے کلی کونی (ر۔ک بآن) کی راہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے اسے مبداء کہتے ہیں صوفیہ نے مبداء ومعاد کے موضوع پر مستقل رسائل تالیف کیے ہیں۔ چنانچہ مقامات مظہری میں مبداء فیاض اور مبداء المبادی کا استعمال بھی ہوا ہے۔

محمدی المشرب - لطیفہ اخفی (ر۔ک بآن) کا شغل جس کی ولایت حضرت نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے۔ اس لیے ایسے سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔ (ر۔ک مکتوب نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

محویت - منتہی کا وہ مقام محویت کہلاتا ہے جہاں پہنچ کر کشف وکرامات بند ہوجاتے ہیں اور لذت حضوری سے بھی سیری نہیں ہوتی۔ (سردلبراں)

مرأت - علم الٰہی کو کہتے ہیں

مرأت کونی - وجود (ر۔ک بآن) مضاف وحدانی سے عبارت ہے، کیوں کہ تمام اکوان، اوصاف، مظاہر اور احکام کا اس میں ظہور ہوتا ہے۔ (سجادی ۴۲۳)

مرأت الوجود - تعینات شیون (ر۔ک بآن) باطنی سے عبارت ہے۔ (ر۔ک بہ وجود)

Marfat.com

مراقبہ	-	دل کی ماسویٰ سے نگہبانی، مراقبہ لفظ ترقب سے لیا گیا ہے جس کے معنی انتظار کے ہیں۔ یعنی انتظار فیض الٰہی۔ مراقبہ میں دو شرائط ہیں: اول ملاحظہ ذات احدیت، دوم اپنا دل۔ (شاہ غلام علی: ملفوظات شریفہ، ص ۴۳، سجادی ۴۲۴)
مرتبہ	-	جس پر اشیا کا ترتب ہو سکے۔
مراتب	-	جمع مرتبہ کی۔
مرج البحرین یلتقیان	-	وجوب (ر۔ک بآن) اور امکان کے دونوں دریا ملتے ہیں۔ مگر یہ برزخ ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔
مستی	-	حیرت اور ولولہ جو سالک صاحب شہود کو جمال دوست میں پیدا ہو۔ (سر دلبراں ۳۰۵، سجادی ۴۳۲)
مشہود	-	ر۔ک بہ شہود۔
مصنوع	-	ر۔ک بہ صانع۔
مقام رضا	-	ر۔ک بہ رضا۔
مقام	-	جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک کا ملکہ واضح ہو جائے تو اسے مقام کہتے ہیں۔ (سجادی ۴۴۴)
ملکہ	-	اعمال کا پختہ ہونا، نیک اعمال کا عادی ہونا۔ (سر دلبراں ۳۰۷)
ملکہء حضوری	-	ر۔ک بہ حضور اور حضوری۔
مواجید	-	وہ حالات جو صوفیہ پر بطریق کشف و وجد ظاہر ہوں۔ (سجادی ۴۵۵)
موسیٰ المشرب	-	لطیفہ سر کا شغل۔ جس کی ولایت زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے اس لیے ایسے سالک کو موسیٰ المشرب کہتے ہیں۔ (ر۔ک مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

Marfat.com

ن

نسبت - وہ تعلق جو خدا اور بندہ کے درمیان ہوتا ہے۔صوفیہ نے اس کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔ چنانچہ نسبت بقائی، نسبت محاذات اور نسبت فنا کی تفصیلات حضرت مظہر کے مکتوب نمبر۳ (شامل مقامات مظہری) میں ملاحظہ کریں۔

نفس - بدن سے تعلق اور بدن کی تدبیر کی جہت سے اسے نفس کہتے ہیں۔ (سردلبراں ۳۲۳، سجادی ۴۶۷)

نفس امارہ - جب نفس حیوانی کا قوت روحانی پر غلبہ ہو جائے تو اسے نفس امارہ کہتے ہیں۔(سردلبراں، سجادی، مقامات مذکور)

نفس الامر - بعض صوفیہ کے نزدیک عقل اول یہی ہے۔(سجادی) محل اعیان ثابتہ (ر۔ک بآن) اور صور علمیہ (ر۔ک بآن) سے بھی اسکی تعبیر کی گئی ہے۔

نفس مطمئنہ - نفس کا خود کو برے اعمال پر ملامت کرتے رہنا کے عمل کو نفس لوامہ کہتے ہیں۔جب قلبی انوار نفس میں قوت حیوانی پر غالب آجاتے ہیں تو اس سے نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے جسے نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے۔ (سجادی ۴۷۱)

نفی و اثبات - توحید کی دو جہتیں ہیں۔نفی اور اثبات۔کلمہ طیبہ ان کا مرکب ہے۔نفی سے ذات باری تعالیٰ ان اوصاف ناقص سے منزہ ہے، انہی اوصاف ناقصہ سے اس کی نفی کی جاتی ہے۔اور ان اسمائے حسنہ سے جن کو اس نے خود اپنی شان میں بیان کیا ہے اس کا اثبات کیا جاتا ہے۔لیکن حقیقت خداوند تعالیٰ نفی اور اثبات دونوں سے منزہ ہے۔(سردلبراں ۳۲۷، سجادی ۴۷۱)

Marfat.com

نورانی عقل - جو بلاواسطہ مقصود پر دلالت کرے۔ (نیز ر۔ک۔ بہ ظلمانی عقل)

نور منبسط - وہ نور جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو۔ (متن)

نیستی - نیستی کے مقابلہ میں ہستی، ہستی کی تعبیر تحقق اور یافت سے کی جاتی ہے۔ کیوں کہ ہستی ہی پائی جاتی ہے۔ نیستی کے لیے نہ یافت ہے نہ تحقق۔ (سجادی ۴۷۵)

و

واردات - قسم معانی میں سے جو چیز بلا کوشش دل پر صادر ہو، خواطر محمودہ۔ وہ بات جو بندہ بغیر آواز کے ہی سمجھ جائے۔ (واحد، وارد، سر دلبراں ۳۳۱)

وجوب - ذات واجب تعالیٰ کا اپنے وجود کا مقتضی ہونا۔ کبھی وجوب سے حق تعالیٰ مراد لیتے ہیں۔ (سر دلبراں ۳۵۳)

وجود - ہستی، ذات بحت (ر۔ک بآن) ہستی مطلق، واحدیت، ذات کا وہ مرتبہ جہاں صفات سلب ہوں۔ صوفیہ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس اصطلاح کی تعبیرات کی ہیں۔ (سر دلبراں ۳۳۱، سجادی ۴۸۱)

وجود منبسط عام - یہ ظل وسایہ وجود ہے۔ رحمت واسعہ حق وجود خارجی اور وجود ذہنی ظل اسی سایہ کا ظل ہیں۔ (سجادی ۴۸۲ بحوالہ شرح فصوص داؤد قیصری)

وجود خارجی - احکام ممکنات جو کہ دراصل معدومات سے ہیں اسم نور سے ظاہر ہوئے۔ اس لیے اس ظہور کو وجود اضافی اور وجود خارجی کہتے ہیں۔ (اجمیری ۲۸۳، سر دلبراں ۳۴۱)

وحدت الوجود - ر۔ک بہ مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۳ (شامل مقامات مظہری)

وحدت شہود - ر۔ک بہ مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ (شامل مقامات مظہری)

Marfat.com

وصل - محبوب سے ملنا جو ہجر کے بعد کی لذت ہے۔ وداع اور وصل صوفیہ کے نزدیک دونوں ہی لذیذ ہیں۔ (سجادی ۷ ۴۸، سردلبراں ۳۳۴)

وقوف قلبی - ذاکر کا حق تعالیٰ سے واقف و آگاہ رہنا۔ (دستور ۳/۴۶۳، سجادی ۴۹۲)

ولایت - وہ مقام ہے جس میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلب الٰہی کی استعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں اور سالکان طریقت کو مقامات قرب تک پہنچایا جاتا ہے۔ ولایت کی مختلف اقسام کے لیے ملاحظہ ہو: (سردلبراں ۳۱۶۔۳۱۷)

ولایت علیا - ملائکہ کی ولایت

ولایت صغریٰ - جب ذکر کثیر انتہا کو پہنچتا ہے تو ولایت صغریٰ یعنی وحدت الوجود کی ابتداء ہوتی ہے۔ (معیار السلوک ۱۰۸) اس ولایت کا مقام لطیفہ قلب ہے۔ (سردلبراں ۳۱۸)

ولایت کبریٰ - سالک کا انانیت کبریٰ میں فنا ہو کر بقا حاصل کرنا ہی ولایت کبریٰ ہے۔

ہ

ہبا - تنزلات وجود (ر۔ک بآن) کا وہ مرتبہ جس میں اجسام عالم کو کشادہ کیا جاتا ہے۔ یہ مرتبہ عینی نہیں بلکہ عنقا ہے۔ یہ عقل اول کے بعد چوتھا مرتبہ ہے۔ (سردلبراں ۳۳۶، سجادی ۴۹۵)

ہجوم - کسی چیز کا دل پر قوت کے ساتھ وارد ہونا۔ اس میں کوشش کو دخل نہیں ہوتا۔ (سردلبراں ۳۳۶)

Marfat.com

ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

بفضل خالق دو جہان از تصنیف شریف و تالیف منیف خلاصہ خاندان مصطفوی

دیوان میرزا مظہر جانجانان و خریطہ جواہر

باہتمام ہیچمدان محمد عبد الرحمن دست گرفتہ و تعلیم یافتہ خدمت اخ معظم محمد مصطفی خان مغفور

در مطبع مصطفائی واقع کانپور مطبوع گردید

۱- دیوان مظہر و خریطۂ جواہر، طبع اول، مطبع مصطفائی، کانپور، ۱۲۷۱ھ، ص ۱۳۴

Marfat.com

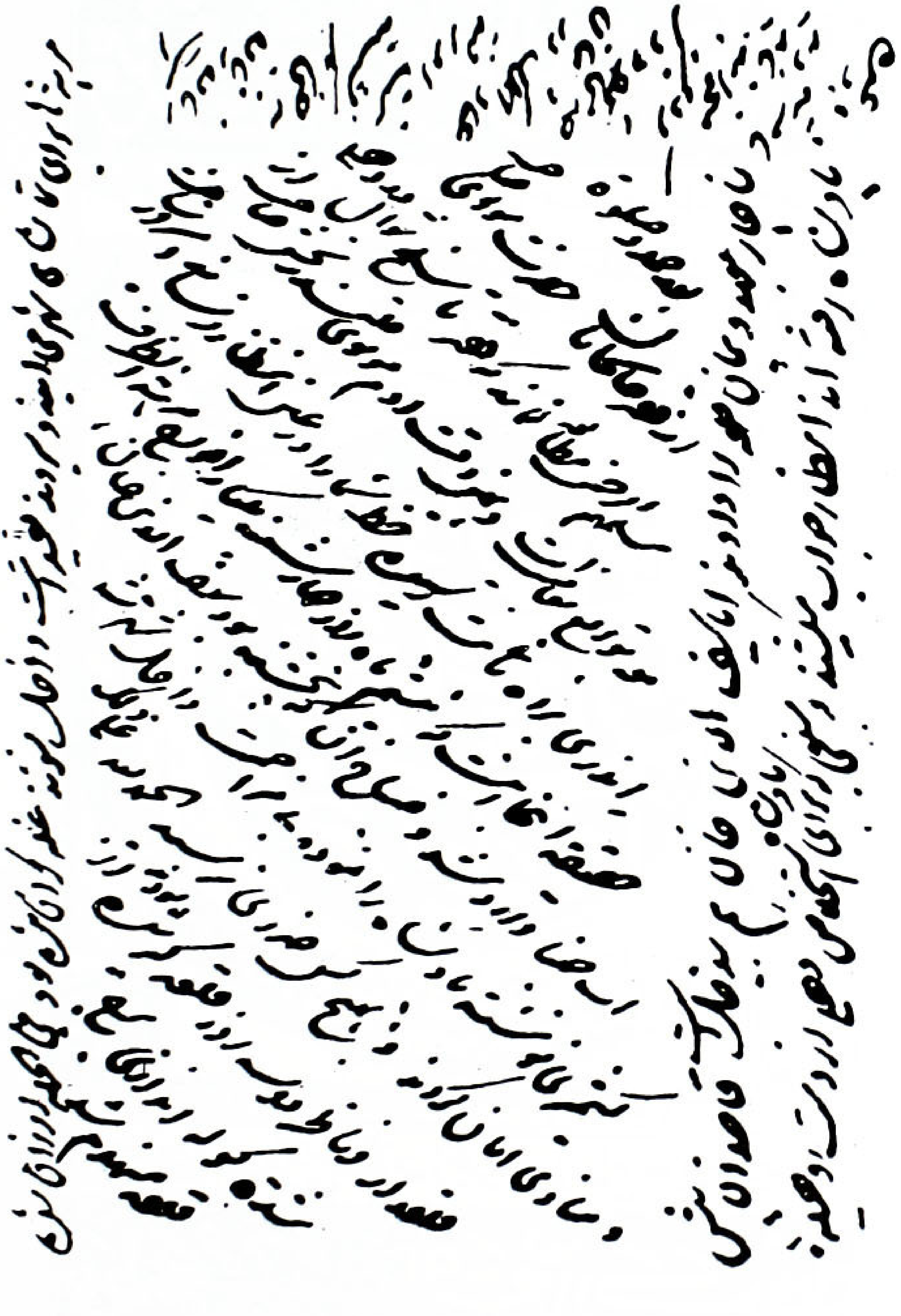

۲- خود نوشت تحریر حضرت مظہر یعنی مکتوب بنام قاضی ثناءاللہ پانی پتی، ص ۱۳۹

Marfat.com

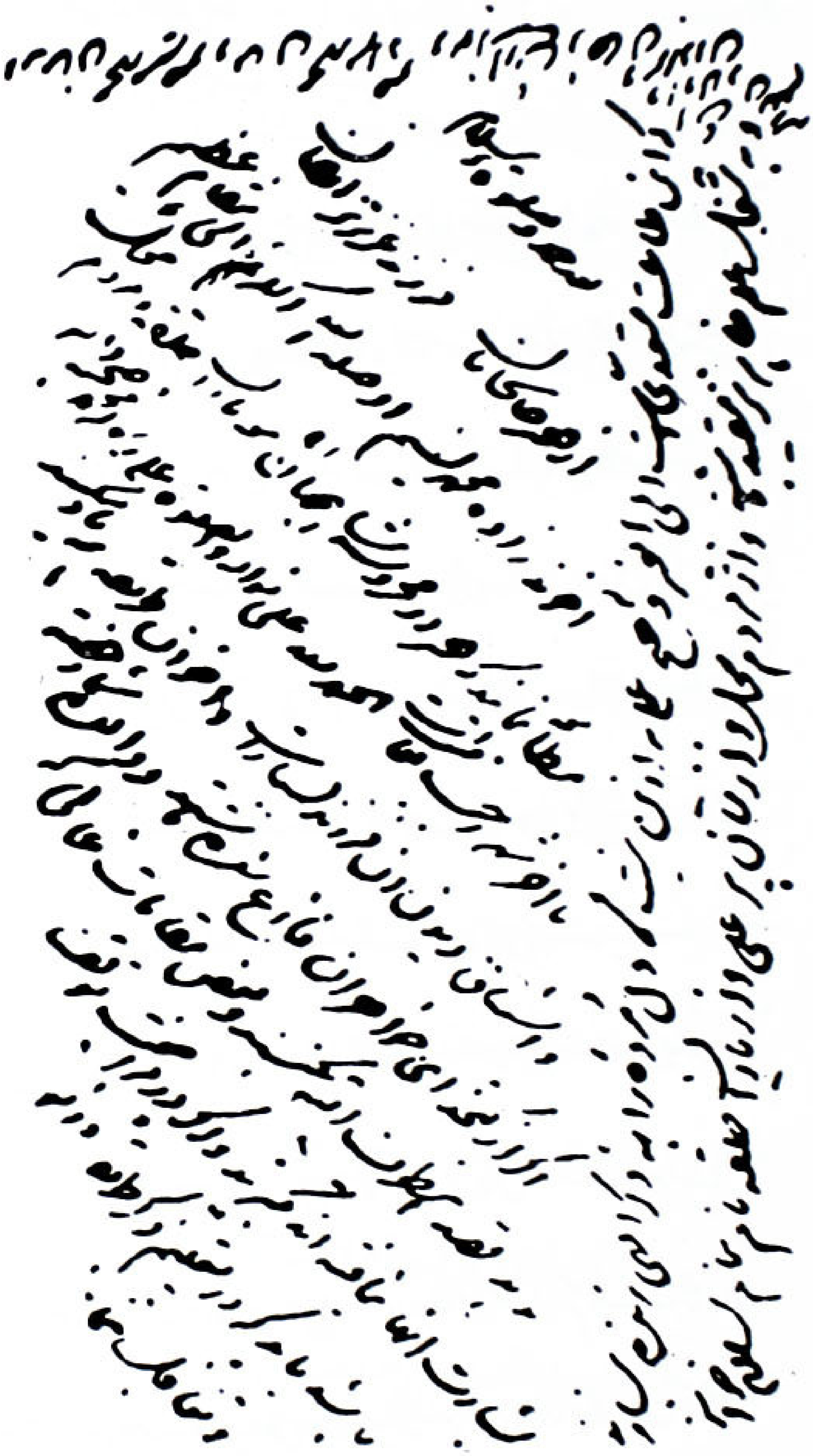

عکس مکتوب حضرت مرزا مظہر جان جاناں

۳- خود نوشت مکتوب حضرت مظہر بنام اخوند ملا نسیم (از لوائح)، ص ۱۴۷

Marfat.com

صورت انفصال معا

بفتوی شریعت غرا فیصل

مضمونش آنکه

تاریخ سیزدهم رجب سنه ۱۲۴۳ چهل و چهار جلوس مبارک اسد علی وکیل شاه غلام علی به دربار حاضر شده قطعه عرضی گذرانیده

کنوبه برو رسالت هر دو حویلی مملوکه بی بی صاحبه مرحومه سامریان حضرت مرزا جانجانان رحمة الله علیه بمبلغ نود ها

از رهن رها کرده ایم و بی بی مغفوره هر دو حویلی مملوکه مرهونه خود برای مقبره وقف کرده اند و وقفنامه بمهر ایشان و مهر

قاضی موجود هست مقبره را گفته و نوشته بی بی صاحبه مرحومه هر دو حویلی ایشان از شکسته بمبلغ خود ها ساخته ام

و غلام علی شاه والان حجره بمبلغ خود ها تیار کرده چبوتره و چار دیواری نیز ساخته اند و در انجا قبور بسیار واقع شده

با میان آفاق و برادر ایشان بتغلب بیجا تصرف دارند در عهد سابق داد و بیداد ما غریبان حاکم نشنیده و تغافل نمود

در ینولا که ملک از عدل و انصاف صاحب عالیشان آفتاب آباد شده اهل حق بحق خود میرسند امید هست که این قضیه

موافق شرع فیصل فرمایند و هرکاره بنام محمد آفاق تعین نمایند که این قضیه بقاضی رجوع کرده انفصال معامله بکنند مطابق

درخواست زبانی   هرکاره حکم حضور بنام قاضی القضاة قاضی حمزه اسمعان صادر شد که موافق شریعت غرا مقدمه را

تحقیق کرده بهر جانب که حق ثابت شده ثابت نموده بحضور اطلاع دهند نامبرده بقاضی القضاة حکم رسانیده بخانه مدعی علیه رفته

طلب نمود که پیش قاضی القضاة حاضر شده جواب سوال نمایند کند میان حسام احمد برادر زاده محمد آفاق مذکور [illegible] میان

عطاء احمد [illegible] و هرکاره ظاهر نمود که از هر دو حویلی وقف مذکوره که در انجا مقبره [illegible] سار امرو کاری نیست بهر طوریکه جواب نوشته

۴- وقف نامهٔ اوّل متعلقه خانقاه حضرت مظہر، مملوکہ پروفیسر منظور الحق صدیقی، ص ۱۵۲، ۲۰۵

Marfat.com

از ما نوشته بگیرند و تزویر یا عرف محمد بخش را که قیم جانب محمد آفاق مذکور بهت انجانب خود همراه هرکاره بدار القضا استاد

و او بدستخط کریم خان متصدی محکمه قضا قطعه لا دعوی و ابرا نامه نویسانیده آورده و حسام احمد مذکور مهر خود ثبت کرده

حواله هرکاره نامبرده نمود بدین مضمون که اقرار معتبر صحیح شرعی کرد مجیب باسم و نسب خود حسام احمد بن عطا احمد اصالة از خود و وکالة

از قبل پدر خود مسمی به عطا احمد بن   والده خود و محمد آفاق بن احسان الله خان عموی خود بر منهجی که ما معترفان

بعد وقف نامه و منزل حویلی نیاز درگاه حضرت قدوة الواصلین مرزا جانجانان شهید قدس سره دعوی هبه نموده بودیم

اینکه مکانات مذکوره بی بی صاحبه بما معترفان هبه کرده اند و هبه نامه بمهر خود نوشته داده اند چنانچه بالفعل [illegible] و منصرف هستیم

در قبعات بی بی صاحبه مرحومه و بعد ممات ایشان دعوی هبه داشتیم در [illegible] یافت شده که بعد وقف هبه کرده است

و هبه نمیشود که الوقف لا یوهب دعوی مذکور فسخ و باطل شده و در شرع شریف مسموع نشد لهذا از جمیع دعاوی مسطوره در گذشتیم

و دست بردار شدیم و اصالة از خود و وکالة از قبل موکلان که [illegible] خود نوشته سپردیم که اگر بعد تحریر این وثیقه دعوی هبه نمائیم

و یا کسی از ما [illegible] علم کنیم در [illegible] کاذب باشیم و فی الحال [illegible] جمیع [illegible] و دیگر حاضران

ایشان بوجهی من الوجوه و بسببی من الاسباب بهیچ حق و دعوی و خصومت و منازعت نمانده و اگر احیانا [illegible] نامه مهر [illegible]

برآید باطل است بنابراین چند کلمه بطریق ابرانامه و فارغخطی نوشته داده شد تحریر بتاریخ چهاردهم شهر رجب المرجب سنه ۱۲۱۶ هجری مقدسه

و هر دو [illegible] کرده [illegible] بموجب حکم شرع شریف در حضور [illegible] بالفعل منصرف شد

راضینامه بحضور گذرانید تحریر فی التاریخ [illegible] رجب المرجب سنه [illegible]

THE PIRZADA M. HANIF
LIBRARY 1619.

۴- وقف نامهٔ اول مسلسل

Marfat.com

۴- وقف نامۂ دوم متعلقہ خانقاہ مظہری

Marfat.com

و لغوبت و غیره مذوبن تا بقیه از نظر مبارک حضرت ایشان
گذشته و بسیار پسند مرند خاتمه در ضمن مکاتیب حضرت
ایشان حالات اشارت بآن گذشت خارج از دایره
او صاف است و فقیر کاتب مکتوبی از مکاتیب حضرت
مولانا که از نظر آنحضرت گذشته به نیت تبرک و تکراری
درین صحیفه درج میکند بسم الله الرحمن الرحیم محمد و ما منقول عقلا
للممکن فی نفسه لیس و لمن علته لیس لیس ممکن را نالیستی با علته
او که فی نفسه او را لیس و وجود نابت بهد و واجب الوجود بود
متحقق نباشد هیچ خبر بار و حمل نتوان کرد که برای حمل بجای وجود
موضوع شرط است و در حالت عدم سلب شی از نفس از صحیح است
و زید زید نتوان گفت پس ممکن با علته او از ذات او اقرب است
قال الله تعالی نحن اقرب الیه من حبل الورید بسبر علام درانست
که ممکن خانه در وجود محتاج است بواجب و تعالی محتاج تو جب
هست با نه بعضی متکلمان در میان ممکن و واجب نسبت کوزه و کلال
قصیده گفته اند که در بقا محتاج نیست و درین قول بر خلاف جمهور
عقلا استغنا عالم از صانع لازم می آید و نص قطعی دال بر دوام
احتیاج است حیث قال یا ایها الناس انتم الفقراء الی الله و الله
هو الغنی الحمید لهذا قائلان این قول برای تفصی ازین قباحت تجدد
امثال قائل شده تا دوام احتیاج ثابت شود و در واقع برای اثبات
دوام احتیاج این همه تکلفات نیست نیستی که ممکن با

۵- عکسی تحریر حضرت شاه غلام علی مؤلف مقامات مظهری (حاشیه بشارات مظهریه قلمی)، ص ۱۷۴

Marfat.com

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

این رسالہ
شریفہ در بیان
حالات و مقامات حضرت
شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا
جان جانان مظہر شہید قدس اللہ سرہ از تصانیف
حضرت غوث الاسلام و المسلمین الہادی الی اللہ حضرت سیدنا
شاہ غلام علی الملقب بشاہ عبد اللہ المجددی
طریقۃً و العلوی نسباً و الدہلوی
مسکناً و مدفناً رحمت اللہ
علیہ

سنہ ۱۲۶۹ھ

در مطبع احمدی باہتمام ظفر علی طبع شد

۶- مقامات مظہری، طبع اول، مطبع احمدی، دہلی، ۱۲۶۹ھ، ص ۱۷۶

Marfat.com

مزاراتِ مبارکہ دائیں سے حضرت مرزا جانِ جاناں شہیدؒ، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ، حضرت شاہ ابوالخیر دہلویؒ قدس سرّہم

Marfat.com

گنبد شریف بر مزارات مبارکہ سن تعمیر ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء

Marfat.com

بالائی منظر خانقاہ مظہری و مسجد شریف حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

Marfat.com

مسجد شریف حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ قدس سرہ

تعمیر جدید ۱۳۰۱ء از حضرت شاہ ابوالخیر دہلویؒ قدس سرہ

Marfat.com

آستانہ عالیہ حضرت سید نور محمد بدایونیؒ واقع پنج پیران قبرستان، نزد اوبرائے ہوٹل، نظام الدین، نئی دہلی

Marfat.com

مزار مبارک حضرت سید نور محمد بدایونیؒ -- شیخ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

Marfat.com

مزار مبارک حضرت شاہ سعد اللہؒ -- شیخ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ واقع کھیل میدان، اندرونِ احاطہ اینگلو عربک اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی

Marfat.com

مزارِ مبارک شیخ محمد عابد سنامیؒ -- شیخ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ
واقع رانا پرتاپ باغ، 1، جی ٹی کرنال روڈ، نئی دہلی

Marfat.com

Marfat.com